تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے بازخواں ایں قصۂ پارینہ را

اکابر کے خطوط

یعنی

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری
اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری
شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی
حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری
حضرت مولانا الحاج محمد الیاس صاحب دہلوی
حضرت مولانا الحاج محمد یوسف صاحب دہلوی
کے ایمان افروز اور یقین پرور خطوط کا مجموعہ

ترتیب اور حواشی

از قلم۔ محمد شاہد سہارن پوری

ناشر
کتب خانہ اشاعۃ العلوم
محلہ مفتی، سہارنپور

سلسلہ مطبوعات ادارہ (۳۷)

نام کتاب ــــــــ اکابر کے خطوط
ترتیب اور حواشی ــــــــ محمد شاہد سہارنپوری
کتابت ــــــــ محمد اسلام انجم کاتوی
بار اول ــــــــ ایک ہزار
مطبوعہ ــــــــ محبوب پریس دیوبند
قیمت ــــــــ
طابع وناشر ــــــــ کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور

فہرست مکتوبات

نقشِ آغاز

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔

حق تعالیٰ کے ان بیشمار احسانات میں سے جو اس ناچیز پر ہمیشہ رہے ایک بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے مجھے ابتدا ہی سے اپنے نانا جان حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا الحاج محمد زکریا صاحب زادمجدہ کے سایۂ عاطفت میں رکھا۔ اور ہمیشہ ان کی محبتوں اور عنایتوں کا مورد خاص بنایا۔ آں مخدوم کی یہ محبتیں اور عنایتیں مختلف زمانوں میں مختلف طریقوں سے میرے ساتھ رہیں۔ حفظ قرآن مجید کیلئے مستقل استاذ کا رکھا جانا۔ ابتدائی تعلیم کیلئے جداگانہ معلم کا تقرر، سال بھر تک اپنی سرپرستی میں مدینہ طیبہ کا قیام اور ان کی برکت سے حج وزیارت جیسی دولت کا حصول۔ یہ سب اس اجمال کے چند عنوانات ہیں۔

اسمیں کوئی مبالغہ نہیں کہ اب تک کی اس تیئیس ۲۳ سالہ عمر میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرا جسمیں آں مخدوم کا کوئی نہ کوئی احسان اپنی ذات پر نہ دیکھا ہو۔ اسی لئے آنمخدوم کو اگر میں اپنے حق میں، مجسمۂ احسان سمجھ لوں تو اسمیں ذرہ برابر حرج نہیں۔

ان ہی عنایات، ذرہ نوازیوں اور کرم گستری کے بل بوتے پر مجھے آنمخدوم کے وہ قیمتی نوادرات اور انمول خزانے بزرگان سلف کے مکاتیب اور ان کی وہ تحریریں دیکھنے اور پڑھنے کا بارہا اتفاق ہوا جو دوسروں کیلئے مالا عین رأت ولا اذن سمعت بنی ہوئی تھیں۔ اللھم لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک ؛

خداوند عالم کے قربان میں   کرم جسکے لاکھوں ہیں ہر آن میں

ان نوادرات کو دیکھنے کے بعد ان کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ ہوا۔ اور پوری قوت کے ساتھ قلب و دماغ پر یہ خیال چھایا کہ ان کی طباعت اور اشاعت کا اگر کوئی بہترین انتظام ہوجائے تو پڑھنے والے بڑا نفع محسوس کرینگے ؛

میرے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر ہونے میں زیادہ وقت نہ لگا اور حق تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ایک مختصر سے عرصہ میں کئی اچھی کتابیں طبع ہو کر سامنے آگئیں۔ اس سلسلہ کی سب سے پہلی کتاب اختلاف الائمہ تھی، یہ دراصل ایک مضمون تھا جو حضرت شیخ زاد مجدہٗ نے ۱۳۴۶ھ میں ایک رسالہ المظاہر کے لئے قسطوار لکھنا شروع کیا تھا۔ اس مضمون کو پڑھکر بیسیوں لوگوں کے شکوک و شبہات دور ہوئے اور اپنی ناقص معلومات کی بنا پر حضرات ائمہ اور مجتہدین کے اختلافات سے جو کدورت اور غبار ان کے دل میں جم گیا تھا وہ زائل ہوا۔ ۱۳۹۱ھ میں پہلی مرتبہ یہ مضمون کتابی شکل میں طبع ہوا۔ پاکستان میں کئی جگہ یہ کتاب طبع ہوئی اور بڑی آن بان کیساتھ شائع ہوئی۔ حیدرآباد میں ایک صاحب نے انگریزی میں اور لکھنؤ میں ایک عالم ادیب نے اسکے عربی ترجمہ کی حضرت شیخ سے اجازت طلب کی، ہر دو صاحبوں کو اسکی اجازت دیدی گئی۔ یہ دونوں ترجمے ابھی طبع نہیں ہوئے، حق تعالیٰ مترجمین کی کوششوں کو بار آور فرمائے۔"

اسکے بعد تقریر بخاری جلد اول، تاریخ مظاہر جلد اول، مکتوبات تصوف، ازالۃ الاوہام عن رسالۃ الاعلام، تقریر بخاری جلد دوم، مکتوبات علمیہ جلد اول، تاریخ مشائخ چشت، مکتوبات شیخ، تاریخ مظاہر جلد دوم۔ طبع ہوئیں۔ یہ تمام کتابیں ماہ صفر ۱۳۹۲ھ سے لیکر جمادی الاول ۱۳۹۴ھ تک کی طبع شدہ ہیں۔" فللّٰہ الحمد والمنۃ، اللّٰھم لک الحمد علیٰ ما انعمت علینا من فضلہ ولیسرت علینا من نعمہ۔

ماہ رجب المرجب ۱۳۹۴ھ میں مجھے حضرت شیخ زاد مجدہٗ کی جانب سے حکم ملا کہ میں انکے دارالمطالعہ کی صفائی کر کے کتابوں کی جانچ پڑتال کروں، جو کتابیں قابل تجلید ہوں ان کی جلد سازی کے بعد موجودہ کتابوں کی فن وار فہرست بناؤں، چونکہ یہ کام طویل وقت کو چاہتا تھا اور محنت طلب تھا، اسلئے میں نے اپنے عزیز محترم مولوی نور الحسن راشد کاندھلوی (ابن مولانا الحاج افتخار الحسن صاحب زاد مجدہٗ) کو اس کام میں شریک کیا اور شبانہ روز کی محنت سے یہ کام تکمیل کو پہنچایا ترتیب و صفائی کے دوران مجھے جو اہم اہم تحریریں ملتی گئیں اور اپنے اکابر کے خطوط۔

دستیاب ہوتے گئے ان سب کو یکجا جمع کرتا رہا۔ آخر میں شمار کیا تو پتہ چلا کہ یہ نوادرات سینکڑوں کی تعداد سے تجاوز کر گئے۔ پھر اس جمع شدہ پونجی میں سے صرف ان خطوط کا انتخاب کیا جنکے اندر سوز و ساز درد محبت، دین و مذہب کیساتھ تعلق و یگانگت اور مسلمانوں کی دینی بدحالی، بد اعمالی پر آنسو بہائے گئے تھے، واقعہ یہ ہے کہ طباعت سے قبل جس نے بھی ان خطوط کو پڑھا ایک عجیب طرح کا تاثر اسپر طاری ہوا۔ بالخصوص حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے غم و حزن اور رنج و فکر میں ڈوبے ہوئے خطوط پڑھکر کتنے ہی لوگوں پر رقت طاری ہوئی اور دل پر چوٹ سی لگی۔ اور انہوں نے اپنی آنکھوں کو غسل صحت دیا۔ ہر پڑھنے والے کو محسوس ہوا کہ لکھنے والے نے یہ خطوط عام سیاہی سے نہیں بلکہ اپنے خون جگر سے لکھے ہیں، اس نوع کے خطوط بڑی فراخ دستی کیساتھ اس مجموعہ میں شامل کئے گئے ہیں

ہم نے اپنے آشیانے کیلئے ۔ جو چبھے دل میں وہی تنکے لئے

صرف خطوط ترتیب دیکر ان کو طبع کر دینا میرے لئے بڑا آسان تھا، اس صورت میں یہ مجموعہ بڑے قلیل عرصہ میں شائع ہو جاتا۔ مگر جدید مذاق کو دیکھتے ہوئے میں نے ۔ یہی بہتر سمجھا کہ اسپر حواشی لکھوں جن لوگوں کے حوالے ان خطوط میں آئے ہیں انکا تعارف کراؤں اور اصحاب مکاتیب کے حالات ذرا زیادہ وسعت کیساتھ لکھوں۔ یہ کام اگرچہ محنت طلب تھا مگر جو لطف اس محنت اور اوراق گردانی کی مشقت میں ملتا وہ اس سہل پسندی کی صورت میں کہاں مل سکتا تھا۔ چنانچہ بنام خدا حواشی لکھنے شروع کئے اور کم و بیش یکصد لوگوں کے حالات ضبط تحریر میں آئے جن میں اکثریت اپنے خا... کے افراد کی ہے۔ رجال حواشی کی فہرست آخر میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اب یہ مجموعہ جو انشاء اللہ ہر باذوق آدمی کیلئے تسکین خاطر کا ذریعہ بنے گا، اکابر کے خطوط کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔ ناچیز مرتب اس مجموعہ کی ترتیب اور حواشی کی تکمیل پر جسقدر بھی حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں حمد و ثنا اور اظہار تشکر کرے وہ بہت کم ہے۔ کسی بھی انسانی کوشش کا خطا و نسیان سے خالی ہونا ناممکن ہے اور اپنی خامی کا محسوس ہو جانا یہ بھی ذرا مشکل ہے۔ اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ اسمیں واقع غلطیوں سے مطلع کر دیا جائے۔ تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اسکی تصحیح ہو جائے۔

بندہ۔ محمد شاہد غفرلہ سہارنپوری

محرم ۹۹ھ

سلسلۂ مکاتیب، نمبر (۱)

مکتوبات

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رح

مہاجر مدنی

(نور اللہ مرقدہٗ)

مکتوب نمبر (۱) (مکتوب الیہ کا نام معلوم نہیں ہو سکا)

عنایت فرمائم سلمہٗ۔ السلام علیکم

عنایت نامہ متضمن جوش وخروش پہنچا۔ پڑھکر تعجب ہوا کہ جب آپ کو اس ناکارہ کے ساتھ اس قدر تعلق تھا تو پھر آپ ...... صاحب کی خدمت میں کیسے گئے اور کیونکر ان سے تعلیم واصلاح سیکھی اور مراقبہ سیکھا؟

بہر کیف جو کچھ انھوں نے بتلایا میرے نزدیک قبل از وقت ہے۔ بلکہ مناسب بھی نہیں، بہتر یہ ہے کہ تم اسم ذات یک ضربی تین ہزار مرتبہ پڑھا کرو۔ اور اس سے پہلے تین تسو مرتبہ نفی اثبات ملاحظہ اور ضرب کیساتھ پڑھتے رہو۔ باقی رہا دنیا میں رہکر تارک الدنیا ہونا یہ ناممکن ہے، البتہ دنیا کو دین کیلئے صرف کرو۔ اپنے اہل وعیال کی خبر گیری اور اہل حقوق کے حقوق کی ادائیگی محض خداوند تعالیٰ کی رضامندی کیلئے کرتے رہو۔ فقط والسلام۔

خلیل احمد۔ ۲۱ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ

مکتوب نمبر (۲) (بنام حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحبؒ)

مکرم بندہ جناب مہتمم صاحب۔ مدفیوضکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جناب کو معلوم ہے کہ میں ضعیف ہوگیا ہوں۔ خدمت مدرسہ کی انجام دینے سے پورے وقت میں قاصر ہوں۔ لہٰذا عرض ہے کہ اگر حضرات سرپرستان مدرسہ منظور فرمادیں تو یہ ہوسکتا ہے کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کو یہاں بلالوں۔ بقدرِ طاقت اسباق میں پڑھاؤں اور باقی ماندہ مولوی صاحب پڑھادیں۔

ہاں اگر ہم دونوں میں سے کوئی ایک موجود نہ ہو تو پورے اسباق کا وقت دوسرا پورا کردے۔ اس صورت میں مدرسہ کا حرج نہ ہوگا بلکہ نفع ہے۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو جو مستقل تجویز فرمادیں اختیار ہے۔

حررہ۔ خلیل احمد۔ ۲۵ رمضان ۱۳۲۶ھ پنجشنبہ۔

مکتوب نمبر (۳) (بنام حضرت دہلوی)

مکرم مدفیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مسرت نامہ پہنچا. تم نے جو کچھ میرے متعلق لکھا اور خیال کیا وہ میری حیثیت سے بہت بالاتر ہے۔

میں ہیچ ہوں مگر دعاگو ہوں۔ اللہ تعالیٰ شانہ اگر لطف وکرم کا معاملہ فرمادیں تو کیا عجب ہے ورنہ خدا جانے کیا حال ہوگا۔

اپنے مخلص دوستوں کے حسن ظن پر ایک قسم کا اعتماد کیے ہوئے بیٹھا ہوں، جو تغیرات اور حالات پیش آویں۔ ان کی طرف توجہ اور التفات کی ضرورت نہیں. سب کیفیات بحمداللہ بہتر ہیں، اپنے اصلی کام میں مشغول رہنا چاہیے۔

رات کے اٹھنے کی مداومت بھی انشاء اللہ نصیب ہوگی اور کبھی کبھی اس کا فوت ہونا موجب نقصان نہیں۔

اہل کاندھلہ کے متعلق جو کچھ لکھا اس کے لئے دعا کرتا ہوں. اللہ تعالیٰ شانہ ان کو خیر کی توفیق عطا فرمادیں۔ ابھی تک کوئی بات ایسی معلوم نہیں ہوئی جس کی اصلاح کیلئے میں خود جاؤں یا حافظؒ صاحب کو بھیجوں۔

چوبیس[۲۴] تمبر کو متولیؒ صاحب یہاں آئیں گے اگر ممکن ہو تو آپ بھی تشریف لے آئیں ان سے آپ کے مواجہ میں بات چیت ہو جائیگی۔

صاحبزادیؒ صاحبہ اتوار سے دیوبند تشریف لے گئی ہیں. آج جمعہ ہے ابھی تک واپس وطن تشریف نہیں لائیں؛ فقط والسلام۔ خلیل احمد۔ ۲۸ صفر سنہ ۴۴ھ

مکتوب نمبر ۴۔ (عنایت فرمائم، حامدؒ یار خاں صاحب سلمہ)

السلام علیکم۔ عنایت نامہ پہنچا۔ بغور سنو۔ مقصود اصلی ذکر ہے خواہ طبیعت لگے یا نہ لگے۔ پراگندہ ومنتشر ہو یا مجتمع۔ اپنے معمولات کو ہر حال میں پورا کرنا چاہیے۔ یہ غلط

راستہ ہے کہ ذوق و شوق ہو تو اوراد پورے کئے جائیں ورنہ پورے نہ کئے جاویں۔ ذوق و شوق نہ مقصود ہے نہ اختیاری امر ہے۔ جو اپنا کام ہے وہ کئے جاویں اور جو عطا رحق ہے اسکو اسی کے سپرد رکھیں۔ بدون دلبستگی کے ذکر پر مداومت زیادہ مفید اور موجب اجر ہے۔

ذوق و شوق کے ساتھ ہر شخص کام کیا کرتا ہے مگر عبدیت اسی وقت معلوم ہوتی ہے کہ بلا ذوق و شوق بھی ذکر پر مداومت کی جائے۔

عزیزی صدیق احمد صاحب کو بعد سلام مسنون مزاج پرسی کریں۔ انشاء اللہ دو چار روز میں بخار کی شکایت رفع ہو جائیگی۔ صحت کی بھی اطلاع فرمادیں: فقط والسلام۔

خلیل احمد از سہارنپور۔ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ

مکتوب نمبر (۵)

عنایت فرمائم۔ صدیق احمد خاں صاحب سلمۂ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ کا خط پہونچکر موجب مسرت ہوا۔ آپ کے والدین اور متعلقین خیریت سے کل یہاں پہنچ گئے۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ آٹھ دس روز میں یہاں سے واپسی ہوگی اور انشاء اللہ بخیریت پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تم کو بھی یہ دولت نصیب فرمائے۔ تم نے لکھا کہ نماز تہجد نہیں ہوتی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ تم کو ہمت اور توفیق دے۔ بات یہ ہے کہ ہر کام ہمت سے ہوتا ہے جب آدمی آرام طلبی میں پڑ جاتا ہے اور دنیاوی لذائذ کی طرف مائل ہو تو کوئی کام دینی اور دنیوی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ہمت کر کے کام کرو اور اپنے گھر میں بھی میری طرف سے دعا کہو۔ اور نیز تم کو چاہیئے کہ اپنی اہلیہ کے ساتھ اخلاق کا معاملہ کیا کرو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی۔ فقط والسلام۔

مکتوب نمبر (۶)

عنایت فرمائم سید شمس الحسن صاحب سلمۂ۔

السلام علیکم۔ عنایت نامہ پہنچا۔ مژدہ عافیت طمانیت بخش ہوا۔ اور بحمد اللہ میں بھی

مع متعلقین بخیریت ہوں۔ الحمد للہ کہ ذکر بارہ تسبیح آپ کا استقلال کے ساتھ جاری ہے۔ مگر آپ کی حسرت اسپر کہ حالات و واردات سے طبیعت عاری ہے موجب افسوس ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی یہ نعمت کیا کچھ کم ہے کہ اس نے اپنے لطف و کرم سے آپ کو مداومت ذکر بارہ تسبیح کی عطا فرمائی ہے۔

ذکر منشور ولایت ہے جس کو ذکر کی توفیق دی گئی گویا فرمانِ ولایت اس کو مل گیا حالات و واردات نہ مقصود ہیں اور نہ ہر ایک کو پیش آتے ہیں۔ یہ تو بچوں کا ایک کھیل ہے اور اس کی تمنا فضول ہے۔ لہٰذا آپ اپنی حسنِ حالت پر حق تعالیٰ شانہٗ کا نہایت شکر ادا کریں اور اس نعمتِ عظمیٰ کو حقیر نہ سمجھیں۔ کیونکہ شکر نعمت موجب مزید نعمت ہے۔ اور ناشکری موجب سلبِ نعمت ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ ناشکری سے بچاویں۔ فقط والسلام۔

خلیل احمد سہارنپور۔ یکم شعبان ۱۳۴۴ھ۔

مکتوب نمبر (۷)

مکرم محترم عالی جناب مولانا ظفر علی خاں صاحب مالک زمیندار، دامت برکاتکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ چند ماہ سے سلطان نجد و ملک الحجاز ایدہ اللہ بنصرہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وتکریماً حاضر ہوئے ہیں اور نجدی امام نے جمعہ کی نماز کیلئے خطبات پڑھے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کو جناب کی خدمت میں بھیجوں۔ تاکہ جن لوگوں کو انکی طرف سے سوءِ عقیدت پیدا ہوئی ہے۔ اور عناد سے خالی الذہن ہیں۔ عجب نہیں کہ ان خطبات کا پڑھنا ان کے لئے نافع ہو۔

جناب کو معلوم ہے کہ میں امسال حج کے بعد سے مدینہ منورہ میں اپنے رفقاء کے ساتھ مقیم ہوں اور بذل المجہود شرح ابوداؤد کی تکمیل کر رہا ہوں۔ الحمد للہ کہ یہاں اسکی تکمیل کا سامان مدرسۂ مظاہر علوم سے بہتر بیستر ہو گیا۔ علمی خاندان کے لوگوں نے جن کے یہاں کتب خانے قدیم تھے۔ اپنے کتب خانے میرے لئے کھول دیئے۔ چنانچہ کار آمد کتابیں

جن کی مجھ کو ضرورت تھی میں نے مستعار لیلی۔ اور اس شرح کی تکمیل کر رہا ہوں۔ اس کی تین جلدیں ہندوستان میں طبع ہو چکی ہیں اور چوتھی بھی ہند میں زیر طبع ہے پانچویں جلد لکھی جا رہی ہے۔ منجملہ بتیس جز اصل کتاب کے ساڑھے تین جز باقی رہ گئے ہیں۔ وہ بھی اب تمام ہوا چاہتے ہیں۔

اس حج کے بعد انشاء اللہ یہ پانچویں جلد مکمل بھی ہندوستان پہنچ جاویگی۔ اور اہل علم کے پیش نظر ہوگی۔ بحمد اللہ یہاں کے علماء نے اس کو نہایت پسند فرمایا اور حد سے زیادہ تعریف فرمائی۔

بعض بڑے علماء نے اس کی تعریف میں بلا میری تحریک کے کچھ عربی اشعار بھی لکھے ہیں۔ میں سلطان کی خدمت میں دو دفعہ حاضر ہوا ہوں۔ محمدی اخلاق کے ساتھ پیش آئے۔ اور خواہش فرمائی کہ میں کبھی کبھی حاضر ہوا کروں۔ اول تو میں ضعیف چلنا پھرنا مشکل، دوسرے عدیم الفرصت اسلئے زیادہ حاضر نہیں ہو سکا۔ قاضی القضاۃ شیخ عبداللہ ابن بلیہد جن کا مکان میرے مکان کے قریب ہی ہے۔ ان سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے اور دینی مسائل میں گفتگو بھی ہوتی ہے۔ بڑے عالم ہیں۔ مذہب اہل سنت والجماعت رکھتے ہیں۔ ظاہر حدیث پر جیساکہ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا طریق ہے عمل کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور شیخ الاسلام ابن قیم کی کتابوں کو زیادہ محبوب اور پیش نظر رکھتے ہیں۔ ہمارے علماء کے نزدیک بھی یہ دونوں بزرگ بڑے مرتبہ کے عالم ہیں۔ بدعات اور محدثات سے نہایت متنفر ہیں۔ توحید و رسالت اپنے ایمان کی جڑ قرار دے رکھا ہے۔ الغرض میں نے جہاں تک خیال کیا۔ اہل سنت کے عقائد سے ذرا بھی انحراف نہیں اور اکثر اہل نجد قرآن شریف پڑھے ہوئے ہیں۔ کثرت سے حفاظ ہیں۔ صلوٰۃ با جماعت کے نہایت پابند ہیں۔ آج کل مدینہ منورہ میں سخت سردی کا زمانہ ہے۔ مگر اہل نجد صبح کی نماز میں پابندی کے ساتھ آتے ہیں۔ بلکہ اس وقت ہم جیسے آرام طلب لوگ حاضر ہونے ہچکچاتے ہیں

بہر حال اس قوم کی حالت دینی نہایت اطمینان بخش دیکھی ہے۔ مجھے بیٹھے بیٹھے یہ خیال ہوا کہ جناب کی خدمت میں نجدی امام کے خطبات بھیجدوں۔ کیونکہ آپ کا اخبار حق کی اعانت کے لئے گویا وقف ہے۔

گو میں یہ جانتا ہوں کہ میرے بارہمیں وہ لوگ جن کا شیوہ اور شعار مسلمانوں کے مال کھانیکا ہے یہی گمان کرینگے کہ سلطان نجد یا ان کے لوگوں نے مٹھی گرم کی ہوگی۔ جس پر یہ ثمرہ مرتب ہو رہا ہے۔ مگر جب آپ جیسے حق گو کو ان لوگوں نے نہیں چھوڑا۔ اور اس الزام کا ملزم قرار دیا۔ تو پھر میں ایک ادنیٰ آدمی اس الزام کی کیا پرواہ کروں۔ اس وقت صرف دو خطبے بھیجتا ہوں۔ بعد ازاں بتدریج اور جو خطبے مجھ کو مل گئے تو پیش کرونگا۔

ان خطبات میں قاعدہ یہ ہے کہ خطبہ ثانیہ تو ہمیشہ ایک رہتا ہے اور خطبہ اولیٰ بدلتا رہتا ہے۔ اسلئے دو خطبہ اولیٰ ارسال کرتا ہوں۔ خطبہ ثانیہ بھی انشاء اللہ کسی وقت ارسال کرونگا۔" فقط والسلام۔ خلیل احمد ناظم مدرسہ مظاہر العلوم۔

رخصتی وارد حال مدینہ منورہ، ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ

مکتوب نمبر (۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً۔

بعالی خدمت حضرات علمائے دیوبند جناب مفتی صاحب وجناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ومولانا شبیر احمد صاحب وغیرہم۔

عرض ہے کہ میرا خیال تو یہ تھا کہ بموجب ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نعلیک بخاصۃ نفسک گوشۂ گمنامی میں پڑا رہوں اور بحالت ضعف وپیرانہ سالی اسی خدمت میں مشغول رہکر دنیا سے رخصت ہو جاؤں جس میں میرے اسلاف اکابر اخیر تک مصروف رہے۔ مگر حضرات نے قدم رنجہ فرما کر اصرار فرمایا کہ میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ چونکہ حضرات کے حکم کی تعمیل بھی ضروری سمجھتا ہوں اور اس سے کسی طرح اغماض نہیں

کر سکتا۔ لہٰذا عرض کرتا ہوں کہ میں بحمد اللہ پکا مسلمان ہوں اور کفر و کفار کے متعلق وہی خیالات رکھتا ہوں جو ہر پکے مسلمان کو رکھنے چاہئیں:

میرے نزدیک سب سے اول مسلمانوں کے لئے ہر حالت میں شریعت کا اعتقادی و عملی احترام ہے۔ محض زبانی احترام کافی نہیں۔ مسلمانوں کی دنیوی ترقی و فلاح کا ذریعہ بھی کامل اتباع شریعت ہی ہو سکتا ہے۔ جب تک اس اتباع کی روح مسلمانوں میں بالاتفاق پورے طور پر موجود نہیں ہو گی، اس وقت تک مسلمان دنیوی مصائب و آلام سے بھی نجات نہیں پا سکتے:

اگر دنیاوی مصائب دور کرنے کے لئے اتباعِ شریعت سے غافل ہو کر عقلِ انسانی پر اعتماد کیا گیا تو یقیناً مسلمانوں کیلئے ناکامیاں اور غیر متوقع مشکلات و تکالیف رونما ہونگی۔

حالاتِ حاضرہ میں مسلمانوں کے لئے صبر و استقلال کی بھی ضرورت ہے۔ اور نیز اس کی بھی سخت ضرورت ہے کہ آپس کی فضول منازعت و منافرت بالکل ترک کی جائے۔ کہ ارشاد ہے ولا تنازعوا فتفشلوا صبر و تحمل اور اخلاص کے ساتھ مسلمانوں کی بہبودی کے لئے جد و جہد کرنا نہایت مبارک ہے اور کامیابی انشاء اللہ ضرور ہم کاب رہیگی۔

حمایتِ خلافت اور حفاظتِ مقاماتِ مقدسہ تو ایک بہت بڑے مرتبہ کی چیز ہے۔ میرے نزدیک دار الاسلام کی ایک انچ زمین پر بھی کفار کا قبضہ یا اقتدار ہو تو مسلمانوں کے اوپر شرعاً بتدریج واجب ہو جاتا ہے کہ بقدرِ استطاعت اس کی حفاظت کریں۔ اور اگر اس کی حمایت و حفاظت میں باوجود استطاعت کوتاہی کرینگے۔ تو گنہ گار ہونگے اور حق تعالیٰ شانہ کے یہاں مواخذہ دار ہونگے۔

کفار کے ساتھ موالات خواہ وہ نصاریٰ ہوں یا مشرک قطعاً حرام ہے اس میں کسی مسلمان کو چون و چرا کی گنجائش نہیں اور ترک تعلقات خواہ وہ تعلقات بطور قرابت ہوں جیسے نکاح اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ یا بطور لین دین کے ہوں یا بطور ملازمت

کے یا کسی دوسری طرح سے ہوں، اگر وہ شرعاً ناجائز ہیں تب تو ان کا ترک واجب ہے ہی اور اگر وہ فی نفسہ جائز ہی ہوں تب بھی مسلمانوں کیلئے ہر ملک اور ہر زمانہ میں عموماً اور ممالک اسلامی اور بلادِ مقدسہ کے خطرہ کی حالت میں خصوصاً ان سب کا ترک مفید و مستحسن سمجھتا ہوں. بالخصوص جب کہ مسلمانوں کے حقوق کے خلاف دشمنانِ اسلام کی تقویت یا ایسی تدابیر میں معاونت کا باعث ہوں جن سے مذہب و عظمتِ اسلام کو کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو بشرطیکہ حدودِ استطاعت سے خارج نہ ہو۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا.

میرے نزدیک انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم کا مصداق فقط نصاریٰ ہی نہیں بلکہ مشرکین ہنود بھی ہیں.

چند روز ہی گذرے ہیں کہ جو واقعات دل خراش ضلع اعظم گڈھ اور صوبہ بہار اور کٹار پور میں ایک فرضِ مذہبی. قربانی. کے روکنے کے متعلق ہنود کی طرف سے مسلمانوں پر اور ان کی عورتوں اور بچوں پر ہو چکے ہیں وہ کسی سچے مسلمان دل سے فراموش نہیں ہو سکتے اور اب بھی اہلِ ہنود کھلم کھلا اس کوشش میں منہمک ہو رہے ہیں کہ ہر جگہ گاؤکشی صلحاً یا جبراً بند کرا دی جائے. چنانچہ اخبار پڑھنے والے اصحاب واقف ہیں کہ بہت جگہ بند ہو چکی. لیکن اگر ہنود آئندہ اس مسئلہ قربانی میں جو اسلامی شعار ہے مزاحمت ترک کر دیں اور مذہبی معاملات کو بجائے خود اس سے علیحدہ رکھ کر صرف دنیوی اور معاشرتی تعلقات میں مسلمانوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق کریں تو ایسی حالت میں ہنود کے ساتھ بپابندی حدودِ شرع، دنیوی امور میں مصالحت و اتفاق مناسب تصور کرتا ہوں بشرطیکہ مسلمانوں کے ادنیٰ سے ادنیٰ مذہبی امر پر اب یا آئندہ کسی قسم کا اثر قطعاً نہ ہو. اس وقت جو مسلمان ترک قربانی گاؤ کے معاملہ میں معاونت کر رہے ہیں اور اسکے ترک پر عام مسلمانوں کو برانگیختہ کر رہے ہیں.

وہ لوگ قطعاً حدود شرع سے آگے بڑھ گئے۔ ان پر واجب ہے کہ حدودِ شرع سے ذرا بھی قدم بھی نہ بڑھاویں۔ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ۔ اور ہمیشہ اسکا خیال رکھنا چاہیئے کہ اس مصالحت و اتفاق سے خدانخواستہ آگے چلکر ایسے نتائج مرتب نہ ہوں۔ جو مسلمانوں کے دینی یا دنیوی مضرت کا باعث ہوں۔

بعدازاں اگر اصول سیاست سے بھی یہ اتفاق مستحسن ہو اور کچھ پائدار معلوم ہوتا ہو تو میرے خیال میں اسپر عمل نہایت مناسب ہے۔ مگر شرائط اتفاق بکمال حزم و احتیاط فی مابین اکابر فریقین طے ہونے چاہئیں۔ اور ایسے تصفیہ کے بعد کہ جسمیں ذرا بھی شرعی نقطۂ نظر سے نقص نہ رہے اسپر پوری طرح عمل کیا جائے تاکہ فریقین کو شکایت پیدا نہ ہو۔

افسوس ہے کہ ایسی قرارداد کی طرف میں توجہ کم منعطف دیکھتا ہوں جو شرعی شکوک کو زائل کردے۔ اور سیاسی خطرات کے لئے بھی سدِ باب کا باعث ہو۔ اب تلک مسلمانوں کو عام طور پر معلوم نہیں کہ اتفاق کن شرائط و حدود کے اندر کیا گیا۔ اور اسی وجہ سے غلط فہمیاں کثرت سے پیدا ہو رہی ہیں۔

مذہبی تعلیم جس کا بیڑا میرے اکابر نے اٹھایا اور جس میں تمام عمر منہمک رہے ہیں اس کو نہایت ضروری اور مہتم بالشان سمجھتا ہوں اور ہر اس تحریک کا سختی سے مخالف ہوں جو اسمیں نقصان پہنچانے والی ہو۔

میں نے سنا ہے کہ بعض علمائے اسلام جوش کے ساتھ یہ فرماتے ہیں کہ مدارس دینیہ بند کردو اور سب کے سب خلافت کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ میرے نزدیک یہ نہایت غلط راستہ ہے۔ دونوں امر فرض کفایہ ہیں۔ علماء اور ہادیان ملت کو دونوں کی طرف توجہ فرمانا اور دونوں کو یکساں سمجھنا ضروری خیال کرتا ہوں اور نیز ہر ایسے امر کو جو مسلمانوں میں تفریق و اختلاف کا باعث ہو یا حدودِ شرع سے متجاوز ہو۔ مثلاً کسی جزوی اختلاف پر یا محض گمانِ مخالفت پر کسی زندہ یا مردہ مسلمان کی تذلیل و توہین یا تقلید یورپ میں

ایسے اصولوں پر عمل جو اسلام کی تعلیم کے مطابق نہیں۔ ان سب کو نہایت مکروہ اور غیر مستحسن خیال کرتا ہوں۔

مکرر عرض کرتا ہوں کہ اگر پابندیٔ اسلام نظر انداز کر کے دنیوی بہبودی کی تدبیریں کی گئیں تو فتنن کو اور ترقی ہوگی اور مسلمانوں کیلئے بدترین مصائب اور غیر متوقع آلام پیدا ہوں گے۔ ہمارے لئے صحیح راستہ وہی ہے جس کی مذہب ہدایت کرے۔

رب ذوالجلال والاکرام ہم سب کو اسپر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین "

اسلام کا ادنیٰ خادم اور مسلمانوں کا دعاگو۔

خلیل احمد انبہٹوی، مقیم سہارنپور۔ ۲۱ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ"

مکتوب نمبر (۹) (بنام مولانا ظفر علی خاں صاحب)

عنایت فرمائیم سلمہٗ۔

السلام علیکم۔ اس سے پیشتر جو مختصر تحریر آپ کی خدمت میں یہاں کے بعض حالات کی لکھ کر بھیجی تھی، اس وقت یہ خیال بھی نہیں تھا کہ یہ شائع ہوگی نہ اس غرض سے بھیجی تھی کہ جو شور و شغب وہاں ہو رہا ہے اور اپنے احباب کو جو تشویشات میری طرف سے لاحق ہو رہی ہیں ان کو اطلاع ہو جاوے۔ الحمدللہ کہ اس تحریر کے شائع ہونے سے احباب بھی مطمئن ہو گئے اور دوسرے لوگوں کو جو خالی الذہن تھے ان کو بھی بحمداللہ نفع پہنچا۔ اور حکومت نجد کی طرف سے کسی قدر بدگمانی رفع ہو گئی:

اب میں یہ تحریر کسی قدر مفصل لکھتا ہوں۔ عجب نہیں کہ جو طبائع عناد سے خالی ہیں ان کے لئے نافع ہوں۔ مجھ کو فرصت نہایت کم ہے اور تعلیق کا کام کر کے خستہ اور ماندہ ہو جاتا ہوں۔ اسلئے یہ تحریر بھی اختصار کے ساتھ ہوگی۔ جلالۃ الملک آج کل یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور زیادہ توجہ اصلاح خیالات اور تصحیح عقائد کی طرف مبذول ہے۔ اس کیلئے علمائے مدینہ کو منتخب کر کے مقرر فرمایا ہے کہ لوگوں کی اصلاح کریں۔ اور

اصلاح میں اگر مساعدت کی ضرورت ہو تو حکومت ہر طرح سے مساعدت کیلئے تیار ہے۔

فی الواقع یہاں کے عوام کی حالت اس قدر خراب ہے کہ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے لوگوں کو سجدہ کرتے اور طواف کرتے دیکھا ہے۔ جلالۃ الملک نے اپنے بیان میں یہ بھی فرمایا ہے کہ میں تم کو محبوب سمجھتا ہوں اور تمھارے لئے بمنزلہ باپ کے خیر خواہ ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کو اتباع شریعت علی وجہ الکمال حاصل ہو جائے۔ چنانچہ اس کا انتظام شروع ہو گیا ہے اور انشاء اللہ اسمیں کامیابی ہوگی۔

ہدم کی نسبت جو یہاں کے علما کا فتویٰ مرتب ہوا تھا اور نیز وہ فتویٰ جو حج کے متعلق بمقابلہ ان لوگوں کے لکھا گیا ہے جو کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو جب تک نجدی حکومت وہاں باقی رہے حج کے لئے جانا نہیں چاہیئے، بھیجتا ہوں انشاء اللہ اس کو دیکھ کر تمام خیالات فاسدہ رفع ہو جاویں گے۔

امن کی حالت بحمد اللہ بدستور قابل اطمینان ہے ہر روز دو۔ دو۔ چار۔ چار۔ اونٹ مکہ مکرمہ سے آتے جاتے ہیں اور جدہ سے بھی لوگ آجا رہے ہیں۔ اور کسی قسم کا واقعہ اشتباہ کے درجہ میں بھی پیدا نہیں ہوتا۔

میرے خیال میں حجاز میں جس قدر امن ہے دنیا بھر کی بڑی بڑی سلطنتیں ہوں یا ایشیائی اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ حالانکہ راستوں میں نہ فوج و سپاہ ہے نہ پولیس کی چوکیاں ہیں نہ کسی قسم کا ظاہری سامانِ حفاظت ہے۔ تاہم وہ بدو جن کی گھٹی میں ڈاکہ زنی پڑی ہوئی تھی۔ آج وہ گویا ایسے مقدس بزرگ ہیں کہ دوسروں کے مال کو خمر و خنزیر سے بھی زیادہ مکروہ سمجھتے ہیں۔

اُس تحریر میں میں نے مکوس یعنی محصولات اور کوشافات کے متعلق مجملاً کچھ لکھا تھا اس کے بعد میں نے غور کیا اور بعض احباب سے تحقیق کیا تو یہ معلوم ہوا کہ محصولات ان تجارتی اشیاء پر لگایا گیا ہے جن کی درآمد رعایا کیلئے ضرر رساں ہے جیسے تمباکو،

چونکہ حسب قوانین بین الاقوامی ایسی چیزوں کی تجارت بند نہیں ہو سکتی اسلئے ان کی درآمد کو روکا نہیں گیا۔ البتہ ان پر محصول زیادہ عائد کیا گیا ہے تاکہ اس کی درآمد تدریجاً خود بند ہو جائے۔ ہے

علاوہ ازیں اگر کسی طریق سے درآمد بند بھی کی جاتی تو رعایا کے جو لوگ اسکے نہایت عادی ہو چکے تھے ان کے لئے گویا یہ موت کا سامان تھا۔

لہٰذا حکومت نے بنظر شفقت اسکے اوپر کچھ محصول بڑھا دیا تاکہ اس کی درآمد تدریجاً بند ہو کر لوگوں کی عادت چھوٹ جائے اور وہ روپیہ بھی خزانہ عامرہ میں داخل نہیں ہوتا بلکہ رعایائے حجاز کی بہبودی ہی میں صرف کیا جاتا ہے۔

اسی طرح کوشاں کی رقم جو اونٹوں پر کرایہ داروں سے لیا جاتا ہے اس کی اصل یہ ہے کہ حج کے زمانہ میں ہر قسم کی تجارت کی چیزوں پر قیمت کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حجازیوں کو حجاز میں کسی قسم کی آمدنی نہیں تو اس زمانے میں حکومت نے حجازیوں کی بہبودی کے لئے اس کی ممانعت نہیں کی کہ کچھ قلیل قیمتوں کا اضافہ تاجر کر دیا کریں تاکہ ان کا گذارا سال بھر تک ہوتا رہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے حجاز کا سفر کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو چیز اہل بلد کو ایک روپیہ میں ملتی ہے وہ حاجیوں کو سوا اور ڈیڑھ میں تقریباً ملتی ہوگی

چونکہ اونٹوں کا کرایہ جدہ سے مکہ مکرمہ تک اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک بہت بڑی رقم کا مصرف ہے اسلئے حکومت نے اس کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہے کہ بیچارے حجاج سے بدو اگر بطور خود معاملہ کریں تو ایسا نہ ہو کہ ان سے بہت زیادہ وصول کر لیں۔ اسلئے کرایہ کی مقدار حکومت کی طرف سے مقرر ہوتی ہے اور وہ رقم جو کرایہ کے لئے معین کیجاتی ہے اسمیں کا کوئی جزو بدوؤں کے کرایہ میں سے جو مقرر کیا گیا ہے حکومت لیتی ہے۔ اور وہ رقم معلوم ہوا ہے کہ بدوؤں ہی میں امن طریق وغیرہ کے مصارف پر صرف کرنے کیلئے لیجاتی ہے

گذشتہ زمانے میں ہم نے خود لوگوں سے سنا ہے اور خود بھی ہم نے اپنے زیادہ

سے کہا ہے کہ اگر حکومت خود ہم سے امن طریق کیلئے زیادہ لے لیا کرے تو ہم نہایت خوشی کے ساتھ دینے کیلئے طیار ہیں۔

اب اگر حکومت نے امن طریق کر کے ہم سے نہیں بلکہ اپنے بدوؤں کے کرایہ میں سے کچھ لے لیا تو ہم کو شکایت کا کیا موقعہ ہے بلکہ شکر گذار ہونا چاہیئے۔

حجاج کو حجاز میں اگر دو ہی چیز کی ضرورت ہے امن طریق اور اشیائے ضروریہ کی ارزانی، سو بحمداللہ دونوں باتیں حاصل ہیں۔

علاوہ ان سب باتوں کے محصولات اور کوشاں کوئی نئی بات نہیں بلکہ سلطنت ترکیہ سے برابر اسی طرح چلی آتی ہے۔ تو ایسی حالت میں شکوہ نامناسب ہے۔ بلکہ شکر گذاری اور طیب خاطر سے ادا کرنا چاہیئے۔" فقط والسلام:

خلیل احمد، مدینہ طیبہ"

سلسلہ مکاتیب نمبر (۲)

مکتوبات

اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری ؒ

نوراللہ مرقدہٗ

مکتوب نمبر (۱۰)

المخدوم المکرم حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب مد فیوضہم

از احقر عبد الرحیم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ آپ سے ملنے کی غرض سے بہٹ آنے کو بہت جی چاہتا رہا۔ مگر اول تو سواری اختیاری نہیں ہے۔ دوم یہ کہ شاہ صاحب کو احقر کے جانے پر اوپر کا کمرہ خالی کرنا پڑتا ہے کہ جس میں وہ خود تشریف رکھتے ہیں۔

بہٹ اگر آپ کا تشریف لانا طمانیت کا ہو تو مطلع فرمادیں تاکہ بہٹ حاضر ہونیکا قصد کروں ایسا تو ہو نہیں کہ آپ جمعرات کو تشریف لاویں اور جمعہ کو واپس ہونے لگیں۔ اس صورت میں تو مجھے آنے جانے کی ہی تکلیف ہوگی۔ طمانیت سے ٹھہرنا ہو تو تشریف لاویں۔

راقم۔ عبد الرحیم از رائے پور۔ ۵ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ؁

مکتوب نمبر (۱۱)

برخوردار مولوی زکریا سلمہ'۔

از احقر عبد الرحیم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ تمھارے دو خط مولوی عبد القادر صاحب کے نام آئے۔ میری معذوری جو باعث تاخیر جواب ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ اب مختصراً عرض کرتا ہوں۔ پہلے خواب کی تعبیر۔ ہر جز کی تعبیر کی ضرورت نہیں۔ فقط ایک جملہ خلاصہ ہے اس کی تعبیر جو اپنے خیال میں آئی وہ عرض کرتا ہوں۔ وہ صرف یہ ہے کہ کافیہ، شافیہ اور مقامات، امانت کہ معیشۃ کافیہ، وحالت شافیہ ومقامات السلوک والوصول۔ یہ تینوں بشارتیں حق تعالیٰ نے تمھاری طبیعت میں ودیعت رکھی ہیں جو اپنے اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوں گی۔

دوسرے خواب کی تعبیر کی ضرورت نہیں ہے۔ سب قصہ ہی دنیا کا چند روزہ ہے خصوصاً عالم آخرت کے مقابلہ میں تو ساری دنیا کی عمر بھی کچھ نہیں۔

تنخواہ پیشگی کے بارہ میں جو تم نے تحریر کیا ہے اسمیں تم اول مہتمم صاحب سے کہو۔

مہتمم صاحب کے لکھنے پر میرا مشورہ دینا ٹھیک ہوگا۔ اپنی طرف سے ہدایت کرنا مصلحت کے خلاف ہے جس کی تفصیل میں تم سے زبانی تو کہہ سکتا ہوں مگر تحریر نہیں کر سکتا۔ والدۂ مکرمہ کی خدمت میں سلام، برخورداری عائشہ سلمہا کو دعوات: زیادہ والسلام:

عبدالرحیم، از رائے پور۔ بروز بدھ (۲۸ ذالحجہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۶ء)

مکتوب نمبر (۱۲)

برخورداری مولوی زکریا سلمہٗ۔

از احقر عبدالرحیم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، اس وقت گیارہ بجکر بیس منٹ پر تار جو بہٹ شاہ صاحب کے پاس آیا تھا بندہ کے پاس حاجی غلام محمد صاحب لیکر آئے، جس سے اچانک اس حادثۂ عظیمہ انتقال مولانا محمد یحییٰ صاحب مرحوم کی خبر معلوم ہو کر سکتہ کی حالت ہوگئی۔ طبیعت پر ایک ایسی حیرت ہے جو تحریر میں نہیں آسکتی:

مشیت ایزدی میں کسی کو دخل نہیں وہ مالک مختار ہے وہ اپنی ملک میں جو چاہے تصرف کرے۔ اس سے جلدی اطلاع دو کہ کیا مرض پیش آیا۔ اس فوری حادثہ سے ایک سخت حیرت ہے، میں اسی وقت یہاں سے چلدیتا۔ مگر اپنی حالت کیوجہ سے سخت مجبور ہوں۔ اس سے زیادہ کیا لکھوں:

راقم عبدالرحیم از رائے پور۔ بروز شنبہ۔ بوقت گیارہ بجکر بیس منٹ:

مکتوب نمبر (۱۳) (بسلسلۂ تعزیت حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ)

برخورداری مولوی محمد زکریا سلمہ اللہ تعالیٰ:

از احقر عبدالرحیم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

یہ حادثہ ایسا ہے کہ جس نے طبیعت کو بہت مضمحل کر دیا۔ مجھ کو تو صدمہ ہونا ہی چاہیئے تھا۔ مگر یہاں پر مرد وعورت جس کسی نے سنا سب کو صدمہ ہے، بجز صدمہ اٹھانیکے اور کوئی کیا کر سکتا ہے۔ طبیعت بے اختیار ہے اور تمھارے پاس آنے کو طبیعت چاہتی ہے۔ مگر اس وجہ سے فوراً حاضر نہیں ہو سکا کہ ضعف اس درجہ ہو گیا کہ کھڑے ہوتے ہوئے چکر آتا ہے۔

اندیشہ گرنیکا ہوتا ہے۔ مسجد تک جانے میں مغرب اور عشاء، اور صبح کو بغیر دوسرے شخص کے پکڑے جا نہیں سکتا ہوں۔ ادھر شاہ صاحب چلنے پھرنے سے معذور ہیں۔ ان کی صحت کی حالت میں سواری کا انتظام بسہولت ہو جاتا تھا۔ اب ایسی سواری دستیاب نہیں کہ جس میں رائے پور سے بہٹ تک پہنچوں۔ عنقریب ارادہ کر رہا ہوں کہ کوئی سواری کا انتظام ہو جائے تو انشاء اللہ حاضر ہونگا۔ بیل گاڑی کی حرکت سے دماغ پر ایک ایسا اثر پہنچتا ہے کہ جس کی تاب نہیں لا سکتا ہوں۔

اگرچہ یہ صدمہ تو ایسا ہے کہ تم کو کچھ لکھنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ مگر آخر مشیت ایزدی پر صبر کرنا اور راضی برضاء رہنا اس کے سچے بندوں کا کام ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ تمھاری یہی حالت ہوگی۔

اپنی والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ صاحبہ کی جہانتک ہوسکے تسلی کرو۔ اور صبر اور راضی برضاء ہونیکا اجر ان کو سناؤ۔ اگرچہ عنوان اس صدمہ کا بہت وجوہ سے بہت بڑھا ہوا ہے مگر آخر ہمیں تمھیں سب کو پس و پیش یہی راہ طے کرنا ہے۔ مالکِ حقیقی اپنے جو چاہے کرے کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ رضاء و تسلیم بندوں کا کام ہے۔

زیادہ کیا عرض کروں۔ یہ نہیں معلوم ہوا کہ کیا مرض پیش آیا اور کس وقت انتقال ہوا عائشہ کو بہت بہت دعا اور اپنی والدہ مکرمہ کی خدمت میں سلام و دعا عرض کردو۔
از جناب مولوی عبد القادر صاحب و ملا نجیب صاحب و مولوی رستم علی صاحب و مولوی سراج الحق صاحب بعد سلام مسنون، مضمون واحد ہے۔

راقم عبد الرحیم از رائے پور۔ بروز اتوار۔

مکتوب نمبر (۱۴)

برخوردار مولوی زکریا سلمہ اللہ تعالیٰ۔

از عبد الرحیم۔ بعد سلام مسنون و دعا۔ تمھارا خط پہنچا۔ مضمون معلوم ہوا جو سبب

شروع ماہِ مبارک میں عدم قیام کا ہے۔ وہ آخیر ماہ میں بھی موجود ہے۔ باقی تم اور تمہارے اباجان زبردست ہو۔ ہم غریبوں کی کیا چل سکے۔ یہ تمہاری زبردستی ہے کہ جو اس وقت ماہِ مبارک میں تم کو جواب لکھ رہا ہوں

باقی جو ذکر و شغل حضرت مولانا سلمہٗ نے تلقین فرمایا ہے وہی کرنا چاہیئے تھا، عائشہ کو دعا۔ تمہاری والدہ مکرمہ کی خدمت میں سلام۔

بخدمت جناب مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب، السلام علیکم۔

راقم عبدالرحیم از رائے پور۔

از محمد اشفاق عفی عنہ۔ بخدمت آنجناب و جناب مولانا مدظلہٗ و جنابہ والدہ مکرمہ۔ السلام علیکم۔ واقع میں ہو زبردست اسمیں کچھ شک نہیں۔ حصن حصین پہنچی، اس کی جلد کے کیا دام ہیں۔

سلسلہ مکاتیب نمبر (۳)

مکتوبات

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی[۳۶]

نور اللہ مرقدہ

مکتوب نمبر (۱۵) (بنام حضرت شیخ زاد مجدہ)

محترم المقام زید مجدکم ۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

کل بروز جمعہ شام کو آپ کا ایک بڑا وفد بوقت مغرب پہنچا ۔ جس کے ہمراہ کچھ آم اور پھیپیاں تھیں ۔ ان اشیاء کے ارسال پر مجھ کو سخت اعتراض ہے ۔ جن لوگوں نے آپ کو پیش کیا ہے انھوں نے اباحت کی تھی یا تملیک ۔ اگر ثانی تسلیم کی جائے تو ان کا مقصد آپ کا کھانا تھا یا ہم جیسوں کا ۔ جن کا کھانا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ نہ پاپ ہے نہ پُن ۔ میں امید وار ہوں کہ آئندہ اس قسم کی فضول خرچیوں سے پرہیز فرماتے رہیں گے ۔

دعا کا ارشاد فرمایا گیا ہے ۔ بالخصوص مولانا یوسف صاحب کی طرف سے ۔ اگر میری دعا کوئی درجہ رکھتی ہے تو یقین جانیئے کہ میں اس کو عمل میں لا رہا ہوں ۔ اس کا توقف ان اشیاء کے ارسال پر نہیں ہے ۔

آپ کا وفود کو اس زمانہ رمضان ، برسات ، سخت گرمی میں بھیجنا میرے نزدیک غیر مناسب ہے ۔ رمضان بعد پر محمول کرنا انسب ہوگا ۔ جو کچھ میواتی مسلمانوں کے ساتھ کیا جا رہا ہے نہایت ہی دل خراش ہے ۔ مگر لیثبت بادل قادرۃ کسرت فی الاسلام دعا کرتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے اور ہر قسم کی مصیبتوں سے انکو محفوظ رکھے ۔ آمین دعوات صالحہ کا سخت محتاج ہوں ۔ مولانا یوسف صاحب اور حاضرین مجلس اور متعلقین سے سلام مسنون کہدیں ۔ فقط : ننگ اسلاف ، حسین احمد غفرلہٗ از حسین آباد ۔

روز شنبہ ۱۲ ؍ رمضان ۱۳۶۶ھ ۔

مکتوب نمبر (۱۶) (بسلسلۂ تعزیت حضرت دہلوی)

جناب مولانا محمد یوسف صاحب زید مجدہم صاحبزادہ مولانا محمد الیاس صاحب مرحوم ۔

وما کان قیس هلکہ هلک واحد ولکنہ ارکان قوم تہدما

میرے عزیز محترم سلمکم اللہ تعالیٰ ووفقکم علی اعلیٰ درجات الرضوان والقرب، آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جب کہ میرا قلب ان آرزوں اور امیدوں سے بھرا ہوا تھا جن کو ہیں مولانا محمد الیاس صاحب کی ملاقات سے حاصل کرنیکا شرف حاصل کرتا اور احوال حاضرہ ان کی تقریب کی خوشخبری دے رہے تھے۔ ناگاہ مایوسی اور حزن وملال سے اخبار انصاری نے یکایک مبدل کر دیا۔ دل پر سخت چوٹ لگی۔ یقیناً مولانا مرحوم کیلئے تو شادمانی کا سامان ہے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی حبیبہ[۳۹]۔ ان اولیاء اللہ لا یموتون بل من دار الی دار ینتقلون[۴۰]۔

آج مرحوم کیلئے تو حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سماں ہے جو کہ فرماتے ہیں غداً نلقی الاحبۃ، محمداً وحزبہ[۴۱]۔ مگر ہم ناکاروں کیلئے ایسے ظل رحمانی کا اٹھ جانا سخت سے سخت جان کاہی کا موجب ہے۔

جب کہ ہم اجانب اور دور افتادوں کا یہ حال ہے تو مرحوم کے متوسلین اور خصوصی اعزہ اور اشبال کرام کا کیا نہ ہوگا۔

مگر میرے عزیز حضرات! ہم کو ہر قدم پر قرآنی ہدایات اور سنن نبوی اور اسلاف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے طرق کا اتباع کرنا اشد ضروری ہے۔ قدرت کی آنکھیں ہم سے اسی کی طلبگار ہیں۔ ونبلوکم بالشر والخیر فتنہ۔ ولنبلونکم بشیئٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس۔ الآیۃ[۴۲]

مجھ کو قوی امید ہے کہ آپ اور دوسرے اعزہ و احباب اس امتحان میں نہ صرف پاس ہونگے بلکہ اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگری حاصل کرینگے۔

مرحوم ہمارے درمیان میں ودائع خداوندیہ میں سے عزیز ترین ودیعت تھے۔ مالک نے ہم سے واپس لے لیا اسلئے شکریہ کا موقعہ ہے نہ کہ حزن وملال کا۔ ۵

وما المال والاھلون الا ودیعۃ ولا بد یوما ان ترد الودائع[۴۳]

میرے عزیزو! اگرچہ ہمارے لئے اسلاف کرام نے منہاج قدیم پہلے سے مشعل کے طور پر مہیا کر دیا تھا۔ مگر مرحوم نے اس کی تجدید اور بہترین تجدید کر دی ہے۔ ہماری جد وجہد اور ہمارا نصب العین وہی ہونا چاہیئے اور آپ کو بعزم راسخ ثبت الجبال میدان میں ڈٹے رہنا چاہیئے۔ اور نعم الخلف کا طرۂ امتیاز حاصل کرنا چاہیئے۔ فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا کا مظاہرہ قول وعمل سے ہمیشہ کرتے رہنا چاہیئے۔ وفقکم اللہ تعالیٰ وایانا جمیعا لما یحب ویرضیٰ۔

میں جانتا ہوں کہ میرا کچھ عرض کرنا حکمت بلقمان آموختن اور مشعل با فتاب نمودن کے مرادف ہے اور ممکن ہے کہ خدام بارگاہ کو ناگوار خاطر بھی گذرے۔ مگر حسب ارشاد وذکر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین تذکیر کی جسارت کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب ادام اللہ ظلہٗ علینا اور اہلیہ محترمہ اور دیگر اعزہ واحباب کی خدمات عالیہ میں بھی بتاکید صبر وشکر مع سلام مسنون اور استدعاء دعوات صالحہ پہنچا دیں۔ والسلام عظم اللہ اجرکم وغفر میتکم وخلف علیکم بخیر۔ آمین۔

دور افتادہ۔ نیاز مند قدیم۔ چراغ محمد غفرلہٗ۔ ۲۷ رجب ۱۳۶۳ھ

مکتوب نمبر (۱۷)

محترم المقام جناب مولانا محمد الیاس صاحب زید مجدہم۔ نظام الدین دہلی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف۔ غیر متوقع طور پر والا نامہ باعث عزت افزائی ہوا۔ یاد آوری کا شکریہ کس طرح ادا کروں۔ آپ کی بیماری اور ضعف کی حالت معلوم کر کے بہت تشویش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور قوت عطا فرمائے۔ اور اپنی رضا جوئی کی توفیق عطا فرماتا ہوا رضاء کامل ودائم سے نوازیں۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے آپ کو اس نعمت بے بہا والی اسکیم میں کامیاب فرمایا۔ لان یھدی اللہ بک رجلا خیر من ان تکون لک حمر النعم وفی

روایۃ خیرلک من الدنیا وما فیہا۔ ~

ھنیئاً للارباب النعیم نعیمھم
وللعاجز المسکین ما یتجرع۔

اللہ تعالیٰ مزید اخلاص اور کامیابی نصیب فرماویں۔

میرے محترم آپ نے لوگوں میں سے جن حضرات کو توجہ دلانیکا حکم فرماتے ہیں ان کے نام ذکر نہیں فرماتے۔ میں اس گوشۂ تنہائی میں کوئی رائے قائم نہیں کرسکتا جب کہ خیر القرون میں ارشاد ہے۔ الناس کالابل المائۃ لا تکاد تجد فیھا راحلۃ۔ تو اب چودھویں صدی میں کیا امید کی جاسکتی ہے۔

بہرحال کسی شخص کے متعلق موجودہ احوال میں کوئی رائے قائم نہیں کرسکتا۔ آپ کے سامنے میدان موجود ہے۔ میں تو اس وقت فقط وظائف دعاگوئی ہی کو انجام دے سکتا ہوں اگر زندگی باقی ہے تو انشاء اللہ جلد شرف لقا سے سرفرازی ہوگی۔ ~

وقد یجمع اللہ الشتیتین بعدما
یظنان کل الظن ان لا تلاقیا۔

محترمی مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث اور صاحبزادہ والا شان اور دیگر حضرات واقفین پرسان حال سے سلام مسنون عرض کردیں۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرماویں والسلام۔ دعاگوئے قدیم۔ ننگ اسلاف محمد عفرلہٗ۔ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ

مکتوب نمبر (۱۸) (بنام حضرت اقدس سہارنپوری)

سیدی ومولائی ثقتی ورجائی متع اللہ المسلمین بطول بقاکم۔ آمین

ننگ اکابر حسین احمد عفرلہٗ۔ آداب فدویانہ وسنن اسلامانہ وغایۃ اشتیاق قدم بوسی عرض کرتا ہوا ورود مشرفنامہ کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ بعض وجوہ سے اس مرتبہ والا نامہ ملنے میں تاخیر ہوئی۔ یعنی گیارہ ذیقعدہ کو ملا۔ اس وجہ سے عریضہ ادب پیش کرنے میں تاخیر ہوئی۔

جناب کبھی بھی تشریف لانیکا قصد نہ فرمائیں۔ جناب کا دعا اور ہمت سے اپنے ناکارہ اور نالائق غلاموں کو یاد فرمالینا ہی بڑی نعمت ہے۔ علاوہ ازیں ملاقات میں قانونی

تنگیاں بہت ہیں۔ اگر خدا کو منظور ہے تو بہت جلد قدمبوسی ہونگی عزت خدام کو حاصل ہوگی۔

مجھ کو امید تو یہی تھی کہ کم از کم نصف ابوداؤد کی شرح تو ہو گئی ہوگی۔ مگر پانچ پارہ کی خبر سے افسوس ہوا۔ ہر چند آپ کو ضعف ہے مگر جناب عالی اس کے اتمام کی طرف توجہ فرمائیں۔ اس کو ناتمام چھوڑنا تو خوب نہیں کم از کم احکام کی شرح تو نہایت ضروری ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا صحیح کردہ نسخہ عبدالاحد سے منگوالیا تھا۔ دیوبند میں غالباً مل جائیگا۔ اگر ضرورت خیال کی جائے تو اس کو منگالیا جائے۔ فقط

صد ادب۔ حسین احمد غفرلہ ۲۴، ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۰ھ

مکتوب نمبر (۱۹)

محترم المقام مولوی زکریا صاحب قبلہ۔ اعلی اللہ درجتکم فی العلیین۔

السلام علیکم وعلی من لدیکم۔ مزاج شریف۔ والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ آپ کی قدردانی اور قدر افزائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور دوسرا شکریہ کتاب کے بھیجنے کا۔ اور تیسرا اس کے مجلد ہونیکا اور چوتھا اسکے خوش طبع ہونیکا اور پانچواں اسکے رجسٹری ہونیکا اور چھٹا فہرست کا وہلم جرا۔

غنیمت ہے آپ مولوی عزیز گل صاحب کو اطلاع دیدیں وہ بھیجدینگے۔ بے فائدہ آپ ربوا کے گناہ میں کیوں مبتلا ہوتے ہیں۔

اپنے کھوسٹ چچا کی خدمت میں سلام و نیاز میری طرف سے دست بستہ عرض کر دیجیے عزیزہ عائشہ اور اپنی اہلیہ کی خدمت میں بھی سلام مسنون کہدیں۔ مولانا ثابت علی صاحب مولانا عنایت الہی صاحب، حاجی مقبول احمد صاحب، مولانا عبداللطیف صاحب، اور دیگر واقفین، مدرسین اور طلبا خصوصاً حضار جلسہ کی خدمت میں بھی سلام عرض کردیں۔

مولانا و بالفضل و الکرم اولانا حافظ محمد یوسف صاحب (مہذب جلالہم) کی خدمت میں بھی سلام عرض کردیں اور گستاخی کی معافی کی خواستگاری۔ والسلام، حسین احمد غفرلہ

۲۲، ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۰ھ

مکتوب نمبر (۲۰) (بنام حضرت شیخ زاد مجدہٗ)

سیدنا المحترم زادت معالیکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ اس عنایت اور مہربانی کا شکریہ کس دل اور کس زبان سے ادا کروں کہ ایام اوقاتِ اجابت میں اس دورافتادہ نالائق کو دعواتِ صالحہ سے یاد فرماتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مقاصدِ دارین میں کامیاب فرمائے۔ ان دعوات سے بڑھکر اسلامی نقطۂ نظر سے بھی اور واقعیت کے لحاظ سے بھی اور کوئی احسان کیا ہو سکتا ہے۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

فضل خداوندی سے امید قوی ہے کہ یہ دعواتِ صالحہ رائیگاں نہ جائیں گی۔

میں بفضلہٖ تعالیٰ نہایت صحت وعافیت سے ہوں۔ بہت زیادہ مطمئن الخاطر ہوں۔ رمضان شریف بھی نہایت اچھی حالت اور اطمینان سے گذرا۔ کاش اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازے:

حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ قدس اللہ سرہ العزیز کو خواب میں دومرتبہ خلاف معمول نہایت شفقت اور محبت سے دیکھ چکا ہوں۔ میری نالائقی ہرگز ایسی عنایت کو مقتضی نہ تھی۔

حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کئی مرتبہ دیکھا۔ کیا عجب ہے کہ ان اکابر کی توجہ روحانی سے میری کچھ اصلاح ہو جائے۔

حضرت مولانا عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ صاحب اور ناظم رحمۃ اللہ علیہ صاحب سے خصوصی طور پر سلام مسنون عرض کر دیجئے اور دعاء استقامت ورضائے خصوصی عزوجل کی استدعا پیش کر دیجئے۔

والسلام۔ ۱۷، ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ۔

مکتوب نمبر (۲۱) (بنام حضرت شیخ زاد مجدہٗ)

محترم المقام زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! مزاج مبارک، مولوی محمود صاحب کے ذریعہ سے والا نامہ، ٹوکری میوہ جات، ٹوکری شیرینہائے مختلفہ باعث سرفرازی ہوئے۔ وہ خصوصی

شربت نہایت لذیذ ہے اس کو وہاں ہی خرچ کرنا مناسب تر تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ مجھ کو کس وجہ سے اس کا مستحق تر جملہ حاضرین بارگاہ سے قرار دیا گیا۔ کوئی خصوصیت کیوجہ معلوم نہ ہو سکی۔

یہ زمانہ بارش کا ہے جو کہ ہلال رمضان سے پہلے ہی اتنی قوت سے جلوہ افروز ہو چکی ہے کہ شربت کو اس نے اٹھا دیا۔ اگرچہ ابھی تک ایسا غلبہ برودت اور رطوبت کا نہیں ہوا ہے کہ اس کے استعمال کو مضر قرار دیا جائے۔ مگر اتنا ضرور ہو گیا ہے کہ اس کی طرف رغبت باقی نہیں رہی۔ پھر کیوں نہ اسی ایک بوتل پر قناعت کر لی گئی۔ فتوحات کے مستحق وہاں کے حضرات تھے۔ اتنی دور کا آدمی غیر مستحق ہے۔ نااہل کو عطا کرنا علامات ساعۃ میں سے قرار دیا گیا ہے۔ بہر حال میں صمیم قلب سے ان جملہ عنایات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میں نے چاہا تھا کہ حتی الوسع اختفار عمل میں لا کر کچھ کام تالیف کا کرونگا۔ مگر دیکھتا ہوں کہ تمام سعی بیکار جا رہی ہے۔ نہ اختفار مکانی ہوا نہ زمانی نہ کام ہی کچھ ہو سکا۔ میں اپنے آپ کو بالکل ہی لایعنی اور بیکار پا رہا ہوں۔ نہ کچھ کرتا ہوں نہ کر سکتا ہوں نہ کیا ہے۔ اور عمر ختم ہوتی جاتی ہے۔ البتہ ضعف روز افزوں ہے۔

ع
در چیرم کہ دہقان بچہ کار کشت مارا[۶۸] نہ شگوفہ ام نہ برگم نہ ثمر نہ سایہ دارم

صاحبزادی سلمہا[۶۹] کی شدت بیماری سے رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفاء کامل عطا فرمائے آمین۔ حسب ارشاد ان کی صحت اور ان مقاصد عالیہ کیلئے جن کا مولانا محمد یوسف صاحب تذکرہ فرما رہے ہیں۔ دعا کرتا ہوں۔ امتثال حکم کر رہا ہوں۔ اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ اپنی گری ہوئی اور زبوں حالت مایوس کن ہے۔ عمر ستر کو پہنچ گئی۔ اور کسی قابل نہ ہوئے۔

ع سودہ گشت از سجدۂ راہ بتاں پیشانیم
چند برخود تہمت دین مسلمانی نہم۔ ع

یہ نعمت تو ضرور حاصل ہوئی کہ ان ہستیوں تک رسائی کا شرف حاصل ہوا جو

کہ زمانہ کے لئے فخر اور عالم انسانی کے لئے حیات تھیں۔ مگر۔

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را۔ ۱ھ

مولانا محمد یوسف صاحب کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔ ہرگز ہرگز یہاں تکلیف کر کے آنا موزوں نہ تھا۔ میں اپنی ٹوٹی پھوٹی دعا سے غافل نہیں ہوں۔ مگر محترما جس زمانہ میں ہم موجود ہیں وہ حسب تصریحات احادیث اسلام کے ادبار اور تنزل کا زمانہ ہے۔ آج مسلمان "ضربت علیہم الذلۃ۔ الآیۃ" کے مظہر ہو رہے ہیں اور لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر و ذراعا بذراع الحدیث کے مصداق ہوتے ہیں سوائے اس طائفہ کے اور کس کو کہا جا سکتا ہے۔

بہر حال احوال مایوس کن ہیں۔ مگر مایوس ہونا آپ جیسے باہمت لوگوں کے لئے ناجائز ہے۔ ہمت بلند رکھیئے۔ استقلال سے کام جاری رکھیئے۔ نتائج خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ ہمت ہرگز مت ہاریئے۔"

ننگ اسلاف۔ حسین احمد غفرلہٗ۔

مکتوب نمبر (۲۲) (بنام حضرت شیخ مدظلہٗ)

مولائی المحترم زیدت معالیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

تشرفت بمکتوبکم المنیف المحرر فی اوائل جمادی الثانی فسررت جدا وشکرت اللہ تعالیٰ علی صحتکم وصحتہ من یلوذ بکم جزاکم اللہ احسن الجزاء حیث لم تبعدونی عن الخاطر۔

وانما الاعتماد علی دعوات الاحباب والصالحین وظنونہم الحسنۃ فان الاعمال والاحوال مولیسۃ وانما الرجاء علی فضلہ تعالیٰ وکرمہ۔

مولای المحترم! التمیرات وصلت فی اواخر رمضان المبارک وماضاع

منها الأحبات قليلة فكنت كتبت الى سيادتكم سند الوصول طى عريضة قدمتها فكنت اتيقن انها تشرفت بالانظار السامية ولما اطلعت على هذا المكتوب اطلعت على عدم الوصول تحزنت جدا۔

والمرجو من حسن اخلاقكم انكم كلما ارسلتم مكتوبا الى المدينة المنورة اكتبوا سلامى على محمود سلمه وابنه ومن يلوذ بهم والاحباب السائلين وطمنوا خواطرهم من جهتى ۔

واما تولد الابن لحبيب سلمهما الله فقد كنت اطلعت عليه فى مراد آباد بارك الله فى عمره وعمر ابيه وجاه ۔

واذا لقيتم حضرت مولانا عبد القادر صاحب تسلموا على حضرته واستدعوا لنا دعواته الصالحة . هذا وان الداعى بكل خير وسلامة وطمانينة كاملة لا يزعجنى بفضله تعالى قلق ولا اضطراب ولا ينقصنى شيئ من المعاشيات فلله الفضل والمنة : والسلام۔

۲۴ جمادى الثانى ۱۳۶۳ھ

داعيكم ۔ چراغ محمد غفرله من سجن اله آباد ۔ ۵۲ھ

سلسلہ مکاتیب نمبر (۴)

مکتوبات

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری ؒ

نور اللہ مرقدہٗ

مکتوب نمبر (۲۴۳) (بنام حضرت شیخ زاد مجدہٗ)

سیدی و مولائی حضرت اقدس دامت برکاتہم۔

از احقر عبد القادر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

حضرت کا والا نامہ شرف صدور ہوا۔ کیفیت وخیریت معلوم ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ہے کہ مالک الملک نے حضرت کو ہمت اور توفیق عنایت فرمائی۔ باوجود اس ضعف اور گرمی کی شدت کے واقعی یہ حضرت ہی کا حصہ ہے۔ باقی یہ احقر بفضلہٖ بخیریت ہے۔ یہاں کا موسم بفضلہ بہت اچھا ہے۔ آج بارش بھی تھوڑی سی ہوگئی ہے۔ ابر تو روز آنہ ہی تقریبا رہتا ہے جس کیوجہ سے بہت کافی آرام رہتا ہے۔ بارش بھی تقریبا روز آنہ ہو ہی جاتی ہے۔ آج گیارھواں روزہ ہے۔ ابتک تو خیریت سے گذری۔ اب آئندہ بھی یہ امید ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم عاجزوں پر اپنا فضل وکرم ہی فرمادینگے۔ باقی والدہؒ ماجدہ طلو سلمہا کی طبیعت کے رو بصحت ہونیسے خوشی ہوئی۔ البتہ احتیاط اور پرہیز ضروری ہے۔

ام ہارونؒ سلمہا کیواسطے بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے صحت بخشے مولانا محمد یوسف صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں سلام مسنون فرمادیجئے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مدد فرمائے وہ بفضلہ تعالیٰ خود ہی کافی ہیں۔ سب کے سب پڑے چلے جاؤ ان کو کسی کی پرواہ نہیں۔ حضرت اقدس دہلوی نور اللہ مرقدہٗ نے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بہت تیز مصالحہ لگایا ہے۔ یہ تو ان سے بھی ماشاء اللہ تعالیٰ تیز ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نصرت اور اعانت فرماوے۔ اس سے زیادہ احقر اور کیا عرض کرسکتا ہے۔

یہاں سب کی طرف سے سلام مسنون: فقط والسلام۔

از رائے پور، ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ (مطابق یکم اگست ۱۹۴۷ء)

مکتوب نمبر (۲۴۴) (بنام حضرت شیخ مدظلہٗ)

سیدی ومولائی حضرت اقدس دامت برکاتہم:

از احقر عبد القادر، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

حضرت کا والا نامہ شرف صدور ہو کر باعث افتخار خاکسار ہوا۔ مولانا مولوی[۹] انعام الحسن صاحب کی بیماری کے متعلق دعا ہے کہ اگر ظاہر ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ شفا عنایت فرمادیں اور اگر کوئی روحانی مرض ہے تو اسکا نتیجہ خدا کریگا تو اچھا نکل آویگا۔

اس سے پہلے پانچ عدد ۶ عریضے جناب والا کی خدمت میں لکھے جا چکے۔ معلوم نہیں کیوں حاضر خدمت نہیں ہوتے۔ بندہ جنوری کے بعد یہاں سے چلنے کا ارادہ کرنیکا خیال ہے۔ آگے جیسے خدا تعالیٰ کو منظور ہوا، ہو جائیگا۔

بھائی محمد خلیل، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، مولوی عبد[۲] الوحید، بھائی الطاف[۳] و دیگر سب کی طرف سے سلام مسنون سب کو قبول ہو۔ فقط والسلام

۲۹ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ (مہر ڈاکخانہ ۲۶ دسمبر ۱۹۴۶ء)

مکتوب نمبر (۲۵) (بنام حضرت شیخ زاد مجدہٗ)

سیدی و مولائی حضرت اقدس دامت برکاتہم۔

از احقر عبد القادر، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضرت کا والا نامہ اٹھارہ شوال کا تحریر فرمودہ بیست[۲] شوال کو ملا۔ خیریت معلوم ہو کر خوشی ہوئی۔ باقی فسادات اور گڑبڑ کا حال معلوم ہو کر بہت ہی افسوس ہوا۔ ہر چہار طرف سے جو خبر آتی ہے ایسی ہی پریشان کن آتی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا فضل وکرم فرمادیں۔

تمام وسائل سفر مسدود ہو چکے ہیں۔ پنجاب کے بہت سے حضرات اسی وجہ سے رُکے ہوئے ہیں۔ اگر فسادات نہ ہوتے تو خیال تھا کہ حضرت کی خدمت میں نظام الدین ہی حاضر ہو جاتا۔ مگر اب تو کسی طرف سے بھی راستہ تسلی بخش نہیں ہے۔ یہاں گرد و نواح میں کافی خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے۔ تقریباً تمام قصبوں میں رات کو پہرہ دینا لازمی سا ہو گیا ہے یہاں بھی باغ میں رات کو پہرہ دیتے ہیں۔ باقی حضرت سے دعا کی درخواست ہے کہ حضرت والا

ضرور اپنی دعاؤں سے ہم گنہ گاروں کی معافی کی درخواست پیش کیا کریں۔

والدہ مشہ ہارون کی حالت کا حال معلوم ہو کر بہت ہی تشویش ہوئی۔ اس مرض میں ایسی ہی حالت ہوا کرتی ہے۔ کبھی تو امید بندھ جاتی ہے اور کبھی بالکل یاس ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو شفا ہو ہی جائے گی۔ بظاہر تو مرض سخت ہوتا ہے بالخصوص یہ موسم اس مرض کے واسطے بہت خطرناک ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنا فضل و کرم فرمادیں۔

کل مولانا لطیف الرحمٰن مشہ صاحب کا والا نامہ کاندھلہ سے آیا تھا اس میں عزیز مولوی سعید مشہ سلمہ کی حالت کا بہت نازک تذکرہ لکھا ہوا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فضل و کرم فرمادیں اور صحت بخشیں۔ فقط والسلام۔

از رائے پور، ۲۱ر شوال ۱۳۶۶ھ۔ (مہر ڈاکخانہ ۱۱ر ستمبر ۱۹۴۷ء)

مکتوب نمبر (۲۶) (بنام حضرت شیخ مدظلہٗ)

سیدی و مولائی حضرت اقدس دامت برکاتہم:

از احقر عبد القادر۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مزاج سامی۔

سفر سے واپسی کے بعد سے احقر کو کچھ گردوں کے مقام پر درد سا محسوس ہوتا ہے اور پیچش کا اثر بھی ہو رہا ہے اور ضعف بھی ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے اب یہ خیال ہے کہ جلسہ کے موقعہ پر چونکہ مجمع زیادہ ہوتا ہے اور ہر ایک سے ملنا بڑا مرحلہ معلوم ہوتا ہے اس ضعف کی حالت میں تو بالخصوص بہت ہی گراں ہو گا۔ بدیں وجہ عرض ہے کہ حضرت جلسہ کے موقعہ پر حاضری سے معذور تصور فرما کر موجب تشکر و امتنان ہوں۔ اس سے زائد کیا عرض کر سکتا ہوں: فقط والسلام، از رائے پور، ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ:

مکتوب نمبر (۲۷)

سیدی و مولائی حضرت مولانا مولوی محمد زکریا صاحب سلمہٗ۔

از احقر عبد القادر۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ والا نامہ شرف صدور ہوا۔

اللہ تعالیٰ جناب کو صحت عاجلہ عطا فرما دیں۔ جناب کا خط حضرت اقدس مدظلہ سلمہٗ کو سنانے لگا۔ بس اس قدر ہنسی آئی کہ پورا نہ سنا سکا۔ دو دفعہ کرکے بمشکل سنایا۔ ارشاد فرمایا کہ کوئی خط مولوی زکریا کا میرے پاس نہیں آیا۔ البتہ مولوی الیاس صاحب کا خط آیا تھا اس کا جواب بھی لکھوا دیا گیا۔ باقی ویسا خط مولوی زکریا کو اس وجہ سے نہیں لکھا کہ اکثر آدمی آتے جاتے رہتے ہیں۔ ان سے خبر ملتی رہتی ہے اور یہاں سے بھی پوچھ لیا گیا (یعنی یہاں سے بھی خیریت دریافت کر لی گئی) چنانچہ مولوی عاشق الٰہی صاحب ابھی گئے ہیں ان کے ہاتھ سلام وغیرہ کہلا بھیجا گیا۔

حضرت اقدس سلمہٗ کو بھی کئی روز سے بخار آ رہا ہے۔ اور ضعف بہت ہے۔ نماز میں بھی قیام بتکلف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب کو جلد صحت عطا فرما دیں۔ جناب کی زیارت کو جی چاہتا ہے، دیکھئے کب ہو۔

آج کل ڈاک کے مدار المہام مخدوم مکرم حضرت ملاجی صاحب سلمہ ہیں۔ واقعی جناب نے خوب پوچھا، بزرگ تو بہت بڑے ہیں۔ خطوط بھجوانے کی کچھ زیادہ حاجت نہیں سمجھتے جس کسی کو کچھ کہنا ہو خود آ کر بالمواجہ کہو۔ دور دور سے تیر چلانا کچھ حضرت میاں جی صاحب کو بھاتا نہیں؛ فقط۔ از رائے پور۔

مکتوب نمبر (۲۸) (بنام حضرت شیخ دام مجدہٗ)

سیدی و مولائی حضرت دام مجدکم۔

از احقر عبد القادر، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ والا نامہ شرف صدور ہو کر باعثِ افتخار خاکسار ہوا۔ حضرت اقدس مدظلہ سلمہ کی خدمت شریف میں عرض کیا بلکہ کچھ بلفظ پڑھ کر سنایا۔ یہی جی چاہا اور اپنے نزدیک یہی مناسب سمجھا وقت بھی مناسب ملا۔ یہ ارشاد فرمایا۔ کہ یوں خدمت والا میں لکھ دے کہ بندہ کی تو سعادت ہے یا سعادت جانتا ہے غرض حضرت اقدس سلمہٗ نے اس کا ئے ہیں جو یہاں آنجناب والا صفات بوساطت شاہ

صاحب ارسال فرمادینگے۔ ایک حصہ کی شرکت قبول بخوشی فرمائی۔

اب احقر عرض پرداز ہے کہ حضور پرنور نے اس کی تفصیل نہ تحریر فرمائی۔ کیا وہ حصہ حضور انور اپنی طرف سے حضرت اقدس سلمہ کو عطا فرما رہے ہیں یا قیمتاً حضرت سلمہ خرید ینگے۔

یہ آپ کا غلام غبی بہت ہے پوری بات نہیں سمجھتا۔ حضور خفا نہ ہوں اور دعا سے فراموش بھی نہ کیا جاؤں۔ آخر آپ ہی کا ہوں جیسا بھی ہوں۔ حضرت سلام فرماتے ہیں اور طبیعت بدستور سابق ہی ہے۔ تین چار روز سے شب کو کسی قدر حرارت زیادہ ہوتی ہے"

فقط (مہر ڈاکخانہ ۶ ستمبر ۱۹۱۸ء)

مکتوب نمبر (۲۹) (بنام حضرت شیخ مدظلہ)

سیدی و مولائی حضرت اقدس۔

از احقر عبد القادر، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ والا نامہ شرف صدور ہو کر باعث شرف ہوا۔ حضرت تعجب کی کیا بات ہے۔ مجھ جیسوں کو پوچھتا ہی کون ہے۔ کون لکھتا ہے۔ جناب بھی بوجہ اس تعلق کے جو حضرت مرحوم و مغفور علیہ کے ساتھ تھا یاد فرماتے ہیں جس کا یہ ناکارہ نہایت ممنون ہے اور باعث سعادت دارین سمجھتا ہے۔

نصف اخیر خط کا پورا جواب حضرت اقدس کو سنایا اور دوبارہ جناب کو جواب لکھوانے کی یاددہانی بھی کردی۔ یہ کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ جناب کو جواب کب لکھوایا جائیگا۔ تعبیر تو جو حضرت اقدس لکھوائیں گے وہ ہوگی۔ اپنا خیال یہ ہے کہ آنجناب پریشان نہ ہوا کریں۔ محض یہ ہے کہ حضرت مرحوم کی روحانیت متوجہ ہے جس کی بہت بڑی خوشی ہے۔ چونکہ وہ یقیناً مصفّی اور کثافت سے بالکل مبرا ہے۔ یہ جو کچھ آپ دیکھتے ہیں یا جواب ملتا ہے وہ جناب کے خیالات اور تفکرات کا عکس ہے۔ جیسا کہ خود آدمی اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتا۔ آئینہ دکھلاتا ہے ویسے ہی یہ بات ہے۔

اصل بات تو وہ ہوگی جو کہ حضرت قبلہ لکھوائیں گے۔ بس اتنی سی عرض ہے کہ احقر کو

ایک نالائق خادم سمجھا کیجئے۔ اور کچھ نہیں ہوں۔ فقط آپ لوگوں کا سہارا ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور حضرت قبلہ[۹۵] مدظلہ العالی کو دست بستہ سلام عرض ہے۔

راقم عبدالقادر از رائے پور، ضلع سہارنپور۔

مکتوب نمبر (۳۰) (بنام حضرت شیخ زادمجدہٗ)

سیدی و مولائی حضرت اقدس مدظلہ العالی

از احقر عبدالقادر، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت کیا عرض کروں۔ حضرت معلوم نہیں کیا سمجھ رہے ہیں۔ معلوم نہیں کیا دنیا سے الگ ہو رہا ہے۔ احقر میں نہ عقل ہے نہ سمجھ ہے نہ دیانت ہے نہ خلوص۔ ملفوف میں جو حضرت نے بھیجا ہے اس کو خوب غور سے پڑھا۔ اگر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تو خود حضرت سے ہی پوچھتا۔ میں تو بہت ہی کودن ہوں۔ میں تو ہمیشہ ان بچوں کو دیکھ کر یہ پڑھا کرتا ہوں۔

هنيأ للارباب النعيم نعيمهم ولِلعاشق المسكين ما يتجرع[۹۶]

بچوں کو اور آپ کو دیکھ کر سرسری خیال میں جو گذرا ہے وہ عرض ہے۔

یہ حالات آثار ذکر معلوم ہوتے ہیں اور بہت مبارک۔ مگر چونکہ اعضاء بہت ضعیف ہیں اس وجہ سے وہ مرض کی صورت پر آگئے ہیں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ ان کو اپنے شیوخ سے واقعی محبت ہے اور اسکی یہ کیفیت ہے۔ اور دونوں نسبتوں کا فرق وہ خود محسوس کر رہے ہیں۔ مبارک ہو ان کو باقی احقر کے خیال میں تو یہی ہے۔ اگر اعضاء طاقتور ہوتے تو سنبھال لیتے۔ باقی علاج سے غفلت نہ ہو۔ علاج ضرور کرنا چاہیئے۔

حضرت! کیا عرض کروں مجھے تو بہت شرم آوے کہ حضرت مجھ سے دریافت فرماویں میں تو اپنا اسی شعر کا مصداق ہوں۔

ان حضرات کی خدمت میں بھی بہت بہت سلام عرض کر دیجئے گا۔ یعنی مولوی انعام مولوی یوسف صاحب، اگر مولانا اکرام الحسن[۹۷] صاحب ہوں تو ان سے بھی۔ حضرت اقدس

مدنی مدظلہ العالی بھی جناب کے یہاں تشریف لاتے رہتے ہیں. کبھی اس دور افتادہ کا بھی سلام عرض کردیجئے گا. بشرطیکہ یاد رہے:۔ فقط والسلام۔

ازرائےپور۔ ۲۹ جمادی الثانی ۶۵ھ۔

مکتوب نمبر (۳۱)

سیدی ومولائی حضرت شیخ الحدیث مدظلہ۔

ازاحقر عبدالقادر، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والانامہ ایک ڈاک میں دوسرا دستی موصول ہوا حضرت اقدس دہلوی مدظلہ کا قصد مبارک معلوم ہوکر بہت ہی فرحت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ یہ سفر موجب رضاحق اور ازدیاد ترقی قرب بنائے

توبہ توبہ میں تو ادنیٰ کمینہ ترین آپ حضرات کا غلام ہوں۔ اجازت کیا، غلام کا کام دعا کا ہے۔ دعا کرتا رہونگا۔ احقر کو بھی اپنا ادنیٰ غلام سمجھ کر اس مبارک سفر میں دعا سے نہ فراموش فرماویں۔

حاضری کا پورا قصد کرلیا تھا۔ تیار ہوکر چل بھی دیا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کوٹھی تک پہنچ بھی گیا تھا۔ مگر سب حضرات کا مشورہ یہی ہوا کہ اس وقت بوجہ سردی جانا مناسب نہیں۔ داہنے ہاتھ اور چھاتی میں درد بھی اپنے کو لگ گیا۔ اس وجہ سے احقر کو بھی یہ خیال ہوا کہ خدانخواستہ راستہ میں بوجہ سردی تکلیف زیادہ نہ ہوجائے۔ ورنہ جی تو بہت ہی چاہ رہا تھا کہ ایسے وقت میں حضرت کی زیارت سے مشرف ہوں۔

جب سے حضرت کا سفر مبارک کا قصد معلوم ہوا ہے۔ بے ساختہ زبان پر بار بار یہ شعر آتا ہے۔ ؎

هنيئاً لارباب النعيم نعيمهم وللعاشق المسكين ما يتجرع

بہت بہت حضرت کی خدمت اقدس میں نیازمندانہ السلام علیکم۔

فقط والسلام۔ (مہر ڈاکخانہ ۲۹ نومبر ۱۹۳۲ء)۔

مکتوب نمبر (۳۲) (بنام حضرت شیخ مدظلہ)

سیدی ومولائی حضرت اقدس دامت محاسنکم وبرکاتکم۔

از احقر عبد القادر، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: حضرت کا والانامہ دستی حضرت مولانا اکرام الحسن صاحب کی وساطت سے کل بروز جمعہ شرف صدور لاکر باعث افتخار و اعزاز ہوا۔ احقر حضرت والا کی اس تکلیف فرمائی کا بیحد شکریہ ادا کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت اقدس کو جو نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں ان کا خیال کر کے تو رشک ہوتا ہے۔ مالک الملک اور زائد ترقیات ظاہری و باطنی عطا فرما دیں۔

جناب والا کی خیریت وکیفیت کے معلوم کرنے کیلئے تو بہت دنوں سے انتظار تھا۔ مگر ڈاک کے سلسلہ کی بندش کی وجہ سے مجبوری تھی۔ لہٰذا اجرات نہ کر سکا۔ اب خیر یہ مجبوری بھی دور ہوگئی ہے۔ خیریت مزاج وہاج اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ومولانا انعام صاحب سلمہما کی و دیگر متعلقین کی معلوم کر کے بہت ہی خوشی ہوئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ حضرات کو ہر قسم کے ضرر سے محفوظ رکھیں۔ اور اپنی حفاظت اور امن میں رکھیں۔ جناب والا کے درجات عالیہ میں اور ترقیات عطا فرما دیں اور اپنی رضا اور زائد قرب سے نوازیں امید ہے کہ حضرت والا اپنے خادموں کو دعا میں نہیں بھولیں گے۔

احقر دعا کرتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس تبلیغی کام میں اور برکتیں اور سہولتیں عطا فرما دیں۔

جناب کے نظام الاوقات کے متعلق معلوم کر کے بہت ہی خوشی ہوئی۔ یہاں تو ایسی خلوت نصیب بھی نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مثمر برکات وخیرات بنا دیں۔ احقر اس سے زائد سوائے درخواست دعا کے اور کیا عرض کر سکتا ہے۔"

فقط والسلام۔ از رائے پور۔ ۱۹ ار رمضان ۱۳۶۵ھ۔"

مکتوب نمبر (۳۳)

سیدی ومولائی حضرت اقدس دام مجدہم ۔

ازاحقر عبد القادر ۔ السلام علیکم ۔ والانامہ شرف صدور ہوکر موجب افتخار خاکسار ہوا مولوی احمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال سن کر بہت صدمہ ہوا ۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عنایت فرماوے ۔

کیا عرض کروں اپنا مقام فنا ہے چل چلاؤ کا مقام ہے ۔ احقر ان کی علالتِ طبع سن کر متردد ہی تھا ۔ بہت مجبوری تھی ورنہ جی چاہتا تھا کہ حاضر ہوں ۔ ابھی تک مکان پر نہیں پہنچا ۔ وہاں بھی انتظار بہت ہو رہا ہے ۔ تین آدمی لینے کیلئے آئے ہوئے ہیں ۔ بہت سی مشکلات کا سامنا ہے ۔

مولانا مولوی عبد العزیز صاحب اللہ کرے وہیں رائے پور رہی ہوں ۔ اب تو انکو رائے پور ہی کا خیال رکھنا چاہیئے ۔ انشاء اللہ امید یہی ہے کہ وہاں کے حضرات نے اچھی طرح خدمت کی ہوگی ۔ حضرت اقدس سے احقر بھی دعا کا متمنی ہے ۔ فقط ۔

ازلاہور (مہر ڈاک خانہ ۲۷ دسمبر سنہ ۱۹۴۰ء)

مکتوب نمبر (۳۴) (بنام حضرت شیخ مدظلہٗ)

سیدی مولائی حضرت اقدس دام مجدہٗ ۔

ازاحقر عبد القادر ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ حضرت کا والانامہ شرف صدور ہوکر موجب افتخار ہوا ۔ راشدہ اور شاہدہ کے بیمار ہونیسے بہت افسوس ہوا ۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرماوے ۔ آمین ۔

اب چونکہ سردی آگئی ہے ۔ تجربہ کار لوگ یہی کہتے ہیں کہ علاج کرلینا چاہیئے ۔ ورنہ یہ بخار تھوڑا تھوڑا لگا ہی رہتا ہے ۔ مگر آنحضرت کے ہاں علاج معالجہ کا دروازہ تو بند ہے محض توکل ہی توکل پر گذر ہے ۔ مگر یہ نہیں سمجھ میں آتا کہ جب گرمی معلوم ہو تو بزرگوں کے

ہاں سیروں برف اڑجاوے اور علاج کے وقت میں توکل اور کاہلی آڑ بن جائے۔ یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ ہماری سمجھ اس سے کمتر ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ جی چاہتا تھا کہ راشدہ کی عیادت کرتا۔ مگر پھر مہینوں کیلئے سفر پیچھے لگ جائیگا۔ لہذا اب خط کے ذریعہ عیادت پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور راشدہ کی خدمت میں سلام مسنون پہنچا دیجئے۔ اور احقر کی طرف سے پوچھیئے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے جلد صحت عطا فرمائے۔ تاکہ حضرت کی زیارت جلد نصیب ہو سکے۔

یہاں کے سب خدام نام بنام سلام مسنون عرض کرتے ہیں" والسلام۔

از باغ رائے پور ضلع سہارنپور۔ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۳۶ء۔

مکتوب نمبر (۳۵)

سیدی ومولائی حضرت اقدس مولانا شیخ الحدیث صاحب دام مجدکم۔

از احقر عبدالقادر۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی مشیت کہ سیدی ومولائی حضرت منشی صاحب ؒ آج کی شب دو بجے اس دار فانی سے رحلت فرماکر جوار حق کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مشیت حق عزاسمہ اسی طرح تھی جسمیں سوائے صبر کے اور کیا چارہ ہو سکتا ہے .... دعاء خاصہ سے یاد فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص قرب و ترقی سے نوازیں"

جی تو یہ چاہ رہا تھا کہ حضرت والا کی شرکت جنازہ ہو جائے اور تار دیدیا جائے۔ مگر کوئی گاڑی سہارنپور سے روانہ ہونے والی دن میں پہنچنے والی قبل از غروب نہ معلوم ہوئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعد از نماز ظہر خیال فراغت دفن وغیرہ سے پالینے کا ہے۔

فقط۔ ۲۰ جمادی الاخری ۱۳۵۵ھ۔ یوم یکشنبہ۔ از جالندھر (مہر ڈاکخانہ ۴ر۱۲ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

مکتوب نمبر (۳۶) (بنام حضرت شیخ آپا جی مدظلہ)

سیدی ومولائی حضرت اقدس دام مجدکم۔

از احقر عبد القادر۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اس وقت باعث گذارش یہ ہے کہ برخوردار ی مولوی محمد اشفاق سلّمہٗ کا عقد ہے اور حضرت سے نہایت ہی الحاد و لجاجت کے ساتھ استدعا ہے کہ حضرت اسمیں شرکت فرماکر ہم خدام کی عزت افزائی فرمادیں۔

پرسوں بروز منگل مورخہ چار ربیع الاول ۵۵ھ آٹھ بجے صبح حضرت کو پل پر سواری ملے گی۔ اور راؤ یعقوب علی خاں صاحب اگر ان کا کچھ حرج نہ ہو اور حضرت قبلہ ناظم صاحب مدظلہ اگر قدم رنجہ فرمادیں تو نہایت ہی شفقت اور عنایت ہو۔

کل یکم شنبہ سے بارات آئی ہوئی ہے اور جناب کے انتظار میں ٹھہری ہوئی ہے بارات کی جس قدر خرچ خوراک کی زیرباری ہو گی وہ آنجناب ہی کے ذمہ رہیگی۔

نوٹ:۔ بخدمت شریف جناب راؤ یعقوب علی صاحب عرض ہے کہ جناب کو تکلیف دینے کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ آنجناب بھی ہماری بارات کو دیکھ لیں اور اس سے سبق لیں، ہماری بارات میں ننانوے کم سو آدمی ہیں۔ والسلام:۔ ۲، ربیع الاول ۵۵ھ

مکتوب نمبر (۳۷)

سیدی ومولائی حضرت شیخ الحدیث صاحب وحضرت ناظم صاحب دام مجدہم۔

از احقر عبد القادر۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج اکیس ۲۱ شوال بوقت پانچ بجے صبح شاہ سکندر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دار فانی سے طرف دار بقا چند روزہ اتفاقیہ سخت علیل ہوکر رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون:

طبیعت تو چاہتی تھی کہ حضرت والا کی شرکت ہو جائے مگر کبھی یاس اور کبھی امید ہی میں وقت گذرتا رہا، آج رخصت ہی ہو گئے۔ حضرت دعا مغفرت وترقی درجات کی کیجئے اور ایصال ثواب میں یاد فرمائیے۔ عجیب ہی شخص تھے اور عجیب ہی حالات نصیب ہوئے اللہ تعالیٰ قبول فرمادیں:۔ فقط۔ ۲۱ شوال ۵۴ھ یوم یکشنبہ

(مہر ڈاک خانہ ۲۰ جون ۱۹۳۵ء)

مکتوب نمبر (۳۸) (بنام حضرت شیخ اباجی مدظلہٗ)

سیدی و مولائی دامت برکاتہم۔

از احقر عبد القادر۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت کا والانامہ چوبیس[۲۴] ربیع الاول کا روانہ کیا ہوا ملا۔ حضرت کی دعاؤں کے بغیر میں کچھ نہیں۔ یہاں نہ اخلاص ہے نہ لیاقت ہے۔ باقی گیند کی طرح لڑھکتا پھرتا ہوں۔ حضرات کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ تصور کرتا ہوں۔

حضرت دہلوی کی جلالی شان سے خوف بھی آتا ہے مگر قلب میں انکا اخلاص گھر کئے ہوئے ہے۔ لیکن چونکہ اپنے میں کچھ لیاقت نہیں کہ ان کی خدمت کرسکوں اسلئے حجاب بھی ہے۔ بغیر حضرت کے ارشاد کے احقر کی ہمیشہ خواہش رہتی ہے کہ روزآنہ خط لکھوں۔ لیکن بھول بہت واقع ہوتی ہے۔ فقط۔

مکتوب نمبر (۳۹)

بخدمت شریف المخدوم المکرم جناب حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب و سیدی حضرت شیخ الحدیث صاحب ادام اللہ فیوضہم۔

از احقر عبد القادر و محمد اشفاق[۱۲]۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ باعث تصدیعہ یہ ہے کہ امید ہے آپ حضرات کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ جلسہ قادیان کے متعلق مرزا محمود[۱۳] لعنۃ اللہ علی الکاذبین نے اپنی جد وجہد سے گورنمنٹ پنجاب کو اسپر آمادہ کر کے کہ اس جلسہ اور اس کے مقررین کا منشا ہمارے خیال و مذہب کی توہین ہے۔ اسلئے ان مخصوص مقررین و ذمہ دار ہستیوں کے خلاف جو اس کے بانی مبانی ہیں مقدمات قائم کر کے سزایاب کیا جاوے۔ چنانچہ ظاہر طور پر گورنمنٹ نے اس کی اس بدخواہش کو منظور کر کے بصورت الزام (نفرت پھیلانے درمیان دو فرقوں کے) گرفتاریاں شروع کر دی ہیں جن میں اول گرفتاری حضرت مولانا سید عطاء اللہ[۱۴] شاہ صاحب بخاری کی دہرہ دون میں عمل میں آئی

وہ بمشکل ضمانت پر رہا ہو کر امرتسر جیل کو روانہ ہوئے ہیں۔

اسلئے جملہ علماء کرام سے التماس ہے کہ گورنمنٹ کی اس حرکت پر صدائے نفریں بلند کریں۔ اور بہت جلد ہر جگہ ہر طبقہ سے جلسے کر کے گورنر پنجاب اور وائسرائے کو تار دیئے جاویں۔ اگر خدانخواستہ گورنمنٹ مسلمانوں کی غفلت دقادیانیوں کی معاونت کے سلسلے میں مقدمہ سزایاب کر دے تو علماء کو سمجھ لینا چاہیئے کہ آقائے دوجہاں سردار اولین وآخرین ختم المرسلین کی صداقت وختم نبوت کی تبلیغ و مدعیان نبوت کی تکذیب کا سلسلہ بالکل ختم ہو جاویگا۔

آپ حضرات اس کی اہمیت خوب جانتے ہیں، بہت ہمت و توجہ سے کام لینا چاہیئے اور جمعیۃ علماء کا خاص اجلاس بہت جلد منعقد کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ممکن ہے کہ اور خاص خاص گرفتاریاں بھی عمل میں آویں۔

مولوی ظفر علی خاں ایڈیٹر اخبار زمیندار کی سالہا سال سے اور اب اس سال میں متعدد مرتبہ قادیانیوں کے سلسلہ میں ضمانتیں ضبط ہو چکی ہیں۔ اپنے کارروائی جلسوں میں اس کا بھی اظہار کرنا چاہیئے۔ فقط والسلام۔

از رائے پور۔ ۳۔ رمضان المبارک ۵۳ھ۔

مکتوب نمبر (۴۰) (بنام حضرت اباجی مدظلہ)

سیدی ومولائی حضرت اقدس دام مجدکم۔

از احقر عبد القادر۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دستی والانامہ شرف صدور ہو کر بہت فکر ہوا مگر خیر الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔

اگر بجائے نکسیر کے کسی رگ سے پھٹ کر خون بہتا تو اسی کا نام فالج ہے اور یہ بہت خطرناک ہے۔ اور یہ وہی بات ہے جو ڈاکٹر عبد الغفور صاحب نے فرمائی تھی کہ خوف ہے کہ کبھی فالج کا اثر نہ ہو جائے۔

اب عرض کرنا ہے تو گستاخی چھوٹا منہ بڑی بات۔ اگر چند روز کے لئے حضرت والا یہاں تشریف لاویں تو بہت ہی بہتر ہو۔ تکان بھی اترے ضعف میں بھی کمی ہو اسوقت دماغی کام کرنا مناسب نہیں۔ اگر حضرت تشریف لاویں تو اس کی لِم (وجہ اور سبب) بھی عرض کروں کہ اسمیں کیا کیا حکمتیں مستتر ہیں اور بہانہ خود حضرات بھی اگر ساتھ ہی تشریف لے آویں تو بہت ہی اچھا ہو۔ بہت ہی مبارک ہو۔ زیادہ عرض کرنا گستاخی ہے: فقط۔

مکتوب نمبر (۴۱) (بنام شیخ اباجی مدظلہٗ)

سیدی و مولائی حضرت اقدس دام مجدکم۔

از احقر عبد القادر، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

تو کہ کیمیا فروشی نظرے بسوئے ما کن
کہ بضاعتے نداریم فگندہ ایم دامے
عجب از وفائے جاناں کہ تفقدے نفرمود
نہ بنامۂ ویامے نہ پیام وسلامے والسلام۔

مکتوب نمبر (۴۲) (بنام شیخ اباجی مدظلہ)

سیدی و مولائی حضرت اقدس دام مجدکم۔

از احقر عبد القادر، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ چہ خوش حضرت نے ماشاء اللہ مولویانہ اور مقابلانہ طرز برتا۔ احقر نے تو اپنی عرضداشت نہایت عجز سے کی تھی اس کا جواب نہایت ترکی بترکی دیا۔

اور شب و روز انتظار حضرت کا کر رہا تھا اور اب بھی مایوس نہیں ہوا۔

زیادہ والسلام۔

مکتوب نمبر (۴۳)

سیدی ومولائی حضرت شیخ الحدیث صاحب ادام اللہ فیوضکم وزاد اللہ عمرکم۔

از احقر عبد القادر۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ والا نامہ شرف صدور ہوکر موجب عزت افزائی خاکسار ہوا۔ خیریت وکیفیت معلوم ہوکر اطمینان ہوا۔

احقر آپ حضرات کا خادم ہے۔ آپ حضرات کیلئے دعا کیواسطے ہر وقت حاضر ہے۔ اور کرتا ہی ہے۔ بلکہ درحقیقت اپنے لئے سعادت وذخیرۂ آخرت وذریعۂ نجات خیال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما دیں۔

آپ چند حضرات ہی ایسی ہستیاں باقی ہیں اللہ تعالیٰ تادیر قائم رکھیں کہ اپنے اکابر کی نشانیاں ہیں۔ احقر آپ حضرات کی توجہ ودعا کا محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رضا ومحبت سے ہم سب کو نوازے۔ آمین۔ ثم آمین۔

حضرت دہلوی کی خدمت میں مودبانہ السلام علیکم واستدعار دعار کی درخواست اپنی کسی تحریر میں کر دیجئے۔ اور یہ کہ آپ حضرات کیلئے تو خادم دعا کرتا ہی ہے۔ جس کو اپنے لئے سعادتِ دارین وذخیرہ ونجات آخروی کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

مبلغ دس ۱۰/ روپے ارسال ہیں۔ یہ قلیل ہدیہ حضرت والا کی خدمت کے لائق تو نہیں۔ صاحبزادوں کی نذر ہو جاویں۔ ویسے حضرت مالک ہیں۔" فقط

۲۷، رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ یوم دوشنبہ۔"

سلسلہ مکاتیب نمبر (۵)

مکتوبات

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

نور اللہ مرقدہ

مکتوب نمبر (۴۴) (بنام حضرت شیخ زاد مجدہٗ)

ستارۂ نیرمن عزیزی سلمکم اللہ۔

السلام علیکم۔ کئی روز ہوئے عزیزہ نو دا زادہ ثمرہ فواد فلذۃ الکبد کی رخصت بالخصوص اچانک موجب تاسف ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان للہ ما اعطی ولہ ما اخذ۔

خدائے پاک اجر اخروی وخیر بدل دنیوی سے عاجلا غیر آجل مشرف فرمادیں۔

لمحہ بھر کو خشیۂ خداوندی میسر ہو جانا جو من اجل نعم اللہ ہے۔ دلیل بہت بڑے اجر کی ہے فبارک اللہ فیکم وشارک فیہ الآخرین المحرومین القاسیۃ القلوب۔

میں خود آنے کا ارادہ کر رہا مگر بوجوہ نہ ہو سکا۔ عزیزہ ہمشیرہ وعزیزہ احتشام اور اسکی بہن کو سلام و دعا کہدیں۔ دلداریوں کو تم سے کیا کہنا۔ سب بچوں کو پیار۔

فقط والسلام۔

مکتوب نمبر (۴۵) (بنام شیخ ابا جی مدظلہٗ)

از بندہ حقیر فقیر ناکارۂ دوجہاں محمد الیاس عفرلہٗ۔

الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات۔ اللھم لک الحمد شکرا ولک المن فضلا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

میں آپ سے کن الفاظ کے ساتھ ظاہر کروں کہ میں آپ کو اس وقت کتنی بیکلی کے ساتھ خط لکھ رہا ہوں۔

میرے عزیز دوست بات یہ ہے کہ اس تحریک میں کھڑے ہونیسے جس قدر اللہ جل جلالہ کی رضا اور اسکا قرب اور اس کی نصرت اور اس کا فضل وکرم کھلا اور کثرت سے نظر آتا ہے وہیں مجھے یہ ڈر پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے اس قدر بڑے مہمان کے استقبال اور اکرام وتشریف اسکے مناسب نہ ہوکر موجب حرمان وخسران وبدنصیبی نہ ہو۔ ان ہی میں جتنے امور جلسوں میں پیش آتے ہیں۔ خصوصاً جو قریب ترین جلسوں اور اس کے دس میل کے

قریب رام گڈھ میں جو پیش آئے ہیں۔ وہ بھی انہی میں سے ہیں۔ اور اسی میں جو موجودہ اہم قابل تحریر ہے وہ یہ ہے کہ اس جمعہ کو طرفین کے میوؤں میں خاص تبلیغی غرض کے لئے پہاڑ گنج کی جماعتوں کی طرف سے انعقاد جلسہ قرار پاکر نہایت فضل عظیم یہ ہے کہ اس کی پہلی شب میں مولانا حسین احمد صاحب مبلغ، محرک، محرض، قرار پائے ہیں۔ خدا جانے کیوں میرے دل پر ان کی اس مقصد کیلئے تشریف آوری پہلی مرتبہ اور انوکھی ہونے کی بنار پر اثر عظیم کر رہی ہے۔ اور اسی اثر کی بنار پر سائل و طالب عاجز ہو کر آپ کی بارگاہ کی طرف ملتجی ہوں کہ اس جلسہ کے مقررین و سامعین کے باستقلال و طمانیت تامہ اس پر جمنے اور نہایت جمنے اور چالو ہونے کے لئے بارگاہ ایزدی میں ملتجی و داعی بخشوع و خضوع بہت استقلال سے رہیں۔ اور اس کے لئے پوری طرح صرف ہمت فرمادیں۔ اور بھی جس کو آپ مناسب سمجھیں اور موقعہ ہو تو اس کی کامیابی کی دعا و صرف ہمت میں مشغول رکھیں۔ نیز ظاہری کوئی تدبیر اس کی تثبیت تنشیط کی ذہن میں آوے اسمیں سعی کریں۔

گھر میں بچیوں کو اور سب ملنے والوں کو ما وجب۔ فقط والسلام۔

از کاتب الحروف انعام الحسن عفی عنہ بعد سلام مسنون گذارش دعار۔

۲ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ (مہر ڈاکخانہ ۲۱ جون ۱۹۳۹ء)

مکتوب نمبر (۴۶)

بخدمت عزیزی مولانا شیخ الحدیث صاحب زاد فیوضکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ غور فرمائیں گے تو آپ نہایت تصدیق فرمائیں گے۔ کہ میں آپ کی دعوات اور توجہات کا سخت ترین محتاج ہوں۔ حضرت رائے پوری کے یہاں بھی میری درخواست رمضان میں پہنچا دیجئے۔ حق تعالیٰ شانہ اس کار تبلیغ میں خلوص اور اپنی رضا کیساتھ کمال ایمان پر خاتمہ کو اپنے اوپر واجب فرما کر اس تبلیغ کی جڑوں کو محکم فرمادیں کہ اس کی

برکت سے ایمان کی جڑیں اور اس کی شاخیں تمام دنیا میں جمیں پھیلیں اور بار آور ہوویں۔

رمضان مبارک کے بعد تمنا ہے کہ ہزاروں آدمی تبلیغ کے لئے اللہ کی حفاظت کے ساتھ اور اسکی رحمت و نصرت کے ہمراہ نہینوں کیلئے دنیا میں پھریں۔

آپ اس کے لئے پوری دعا فرمادیں اور حضرت کو بھی لکھدیں اور دوستوں سے کروائیں۔ اہلیہ انعام الحسن نے بست رمضان میں دعا کیلئے خط لکھا۔ اس کی سعادت اور صلاحیت سے مسرت ہوئی۔ اللہ اس کو اپنے مقربین میں شامل فرمائے۔ میں اس کیلئے اور اپنے سب جگر گوشوں کیلئے دعا کرتا ہوں اور وہ سب بھی مجھے دعا میں شامل رکھیں۔ اس سے تاکید کردیں کہ میری تبلیغ کے نمبروں کا ہمیشہ دھیان رکھا کریں۔ اور اس کے واقفوں سے پوچھتی رہا کریں۔ اور ناواقفوں کو بتلاتی رہا کریں۔ اور خود ان کو سوچتی رہا کریں۔

میرا جی یوں چاہتا ہے کہ تبلیغ کے ہر نمبر کے متعلق ایک رسالہ آپ لکھدیں۔ اس سال میں نے حجرے میں مستورات کی صفوف کے مقدم ہونیکے خطرہ سے مستورات کو شریک جماعت نہیں کیا۔"

بندہ محمد الیاس عفی عنہ

مکتوب نمبر (۷۴)

بعالی خدمت مکرم محترم جناب مولانا عبد اللطیف صاحب دام مجدکم۔

وعزیز محترم زاد فضلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

میوات میں مدت سے آریہ لوگ عوام کو بری طرح شدھی کے جال میں لارہے ہیں۔ اسلئے شدید ضرورت تھی کہ ان سے علی الاعلان مناظرہ کیا جائے ورنہ سخت ارتداد کا خطرہ ہے۔ اکثر لوگ کچے ہوتے چلے جارہے ہیں۔ چنانچہ اب بہت لوگ شدھی ہونے کے بارہیں چشم براہ انجام مناظرہ ہیں۔ لہٰذا جلد سے جلد مولوی اسعد اللہ صاحب وغیرہ مناسب

اصحاب اور دیگر مناسب سامان روانہ فرمادیں۔ اور دعوات وختموں سے بھی غفلت نہ فرمادیں۔ انجام اللہ کے قبضہ میں ہے۔ کچھ خبر نہیں کیا ہو۔ ایک بڑی قوم کا اسلام موض خطر میں ہے۔

بخدمت مولوی نصیر الدین[۱۲۷] صاحب۔ بعد سلام مسنون آنکہ تمھاری پریشانیوں پر نظر کرتے ہوئے ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ مگر ضرورت سے مجبور ہو کر کہتا ہوں کہ اگر ہمت کر کے بیس[۱۲۸] روپے بندہ کو گھر کے اخراجات کے واسطے دیدو تو بڑی ہی عنایت ہوگی

فقط والسلام۔ بندہ محمد الیاس عفی عنہ

مکتوب نمبر (۴۸) (بنام شیخ اباجی مدظلہ)

عزیزی محترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا خط موصول ہوا۔ نہایت خوشی ہوئی۔ عین انتظار کے وقت پہنچا۔ اپنی نارسا ضعیف ہیچ در ہیچ بے ہمتی کے ساتھ میں آپ کی اور اپنے بیوی بچوں اور دوستوں کی طرف سے صلوٰۃ وسلام و دعامیں کمی نہیں چاہتا۔ آپ بھی میرے لئے دعا کریں اور جم کر کریں کہ حق تعالیٰ اپنی محبوبیت ومقبولیت کو اپنی شان کے مناسب توفیق بخشیں۔

بچی عطیہ[۱۲۹] اور اس کی والدہ[۱۳۰] کی کیفیت نے طبیعت پر بہت اثر کیا۔ کل جہاز کے چھوٹنے کی خبر ہے۔ میں نے یوسف، انعام سے جانے کو کہا تھی۔ بہر حال میں نہ آسکتا تو ان کو بھیجتا۔ میں ان دونوں کو اس قدر کمزور نہیں سمجھوں تھا۔

تم خیال کر کے دیکھو کہ دنیوی غرض کیوجہ سے لوگ اپنے اہل وعیال کو کتنی طویل مدت کے لئے چھوڑتے ہیں۔ خیال تو کر کے دیکھو کہ اس وقت بھی کفار کے لشکر میں ہزاروں مسلمان سر بکف جان خطر میں محض ایک پیٹ کے کارن ہر وقت سدا کو دنیا سے چلے جانیکے لیے موت کے کنارہ پر ہیں۔ ایسی کم ہمتی ہر گز نہیں چاہیئے۔ تم ہمت اور جواں مردی کے ساتھ خوشی سے دین کی خدمت کے لئے ہجر اور فرقت پر راضی ہو کر

چھوڑے رکھو تو خوشی کے بقدر اجر و ثواب میں شریک رہوگی۔ دنیا میں غنیمت سمجھو کہ تمہارے گھر والے دین کی خدمت کیلئے تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ شکر کرو۔ اس تکلیف کا جب اجر و ثواب ملیگا تو کبھی ختم نہ ہوگا۔ ایک ایک صدمہ باغ و بہار ہو کر ملیگا۔

کچھ عجب نہیں کہ اگلے جہاز میں آجاؤں۔ پکی خبر ہونے پر کراچی میں تبلیغی مناسب جماعت ہونی چاہیئے۔

مولوی .... صاحب! بھائی پیسہ ٹکا کہاں سے آیا تھا۔ ہمارے کام تو نبھا سکو تو بے ٹکوں کے کرو۔ ورنہ اللہ کی زمین واسع ہے۔

مولوی ..... کے متعلق تم نے کچھ نہ کہنے کا ارادہ کیا بہت اچھا کیا۔ کاش مسلمانوں کو غبطہ اور حسد، علم اور عمل میں کافی امتیاز نصیب ہو اور تعاون علی البر والتقویٰ کے رمز آشنا ہوں۔

کسی بھلے کام کرنے والے کی بھلائی میں اعانت کرتے ہوئے اور اس کے کام پر اس سے محبت کرکے المرء مع من احب کے مقتضیٰ کے موافق اس کے کام میں حکمی شریک ثواب ہوکر پھر اپنے بھی سبقت کی کوشش کریں۔ یہ شرافت اور مسلمانی کی بات ہے۔ خود سے ہو نہ سکے دوسروں کی راہ میں مانع ہیں۔ یہ مضمون ان کو سمجھانا چاہیئے۔

آپ کے سارے فقرے بہت قیمتی ہوتے ہیں۔ خط ضرور لکھتے رہا کریں۔

میوات کی تبلیغ سے بہت اطمینان ہوا۔ تم نے بہت ٹھیک لکھا۔ میرا دل دہلی اور میوات کی تبلیغ سے بہت مسرور ہے۔ حافظ صاحب بھی دہلی کی طرح میوات کی سرسبزی کو میری آنکھوں سے دیکھیں اور حسن ظن رکھیں۔ اور اپنی مردانہ ہمت کو ادھر بھی چلتا کریں۔ اللہ چاہے طرفین کو نفع ہوگا باقی آئندہ۔ وقت بہت تنگ ہے۔

جملہ مدرسین کو اظہار دعیٰنتؐ کو سلام فرمادیں۔ اچھا۔ السلام علیکم:

الیاس غفرلہ۔ بقلم انعام الحسن کاندھلوی۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ

مکتوب نمبر (۴۹)

بخدمت عزیز محترم جناب مولانا محمد زکریا صاحب زادت فیوضکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عربی کے طلبا میں شروع ہی سے دیکھ رہا ہوں کہ نہ نظام الدین میں جمتے ہیں نہ نوح میں نہ میوات میں کہیں۔ جس قدر مولانا عبد السبحان صاحب کے یہاں دل بستگی سے رہتے ہیں۔ ان بیچاروں نے شروع شروع میں میرے طلبا کو رکھنے سے بہت انکار کیا اور بغیر میرے پوچھے نہیں رکھا۔ لیکن میں نے میلان طلبہ کے خلاف سے روک کر ان کو رکھنے کی ہمیشہ تاکید کی۔ غالباً اس کی وجہ سے طلبا میں گرم جوشی کے ساتھ تعلیم میں محنت کرنا اور نہایت منکسر المزاجی کے ساتھ ان کے دکھ سے دکھ پانا اور ان کی خوشی سے خوش ہونا ہے۔

ان صفتوں میں یہ میرے بڑے بھائی مولوی محمد صاحب کا نمونہ ہیں اور ان کی محبت سے یہ بھرپور بھی ہیں یہ غالباً اسی کی برکت ہے۔ بس اسکا علاج بجز اخلاق اور مقامی مدرسین کی مسابقت کے کچھ نہیں، آدمی کو ہٹا دینا سہل ہے، ہٹے ہٹائے ہیں۔ ساری دنیا سے ہوسکے تو کوشش جمانے کی کرو۔ یہ مولوی ...... صاحب کے رکھنے کے بارہ میں ہے۔

مجھے آپ کے گرامی نامے صرف دو آنے یاد ہیں۔ جن میں کا دوسرا انتیس ذی الحجہ کو چلکر مدینہ منورہ کو ہوتا ہوا چھبیس محرم کو ملا ہے۔ اور پہلا حج کے متصل آیا تھا۔ مجھے آپکے اور حضرت حافظ صاحب کے خط کا خصوصیت سے انتظار رہتا ہے۔ کیونکہ اصل بنیاد تبلیغ کی آپ کے قلوب کی اہمیت آپ کی متانت اور استقلال پر دل تسلیم کیے ہوئے ہے باقی سب آپ کے قلوب کی کٹھ پتلی ہیں۔

مدینہ طیبہ کے متعلق ابھی کوئی رائے قائم نہیں ہوئی۔ جانا نہ جانا بھی طے نہیں۔ آپ بے تکلف مکہ کے پتہ سے خط بھیجتے رہیں۔

ہندوستان کی تبلیغ اور یہاں کی تبلیغ کے وزن پر ارادہ دائر ہے۔ کل کی کچھ خبر نہیں کہ ہندوستان سے کیا انداز پہنچتا ہے۔ اور یہاں کی کچھ خبر نہیں کہ کل کیا پیش آتا ہے۔

اس وقت تک الحمد للہ یہاں کے احوال سے تابانئیِ امید چمک رہی ہیں۔ مگر جم کر انہماک والے بہت کم ہیں بلکہ نہیں ہیں۔ پھر بھی بحمداللہ جو کچھ بھی ہے خلاف امید ہی ہے

اس سے پہلے خط میں بہت سے نمبر ہر جگہ کی تبلیغ میں کوشش کے لکھ چکا ہوں میرا جی چاہتا ہے کہ ان سب پر عمیق نظر اور طمانیت اور دل بستگی کی کوشش کے متعلق آپ دونوں صاحبوں کی کوئی آنکھوں کی ٹھنڈک دینے والی تحریر آجاوے تو سلسلہ تحریک جاری ہونے کی امید بندھے۔

اب میں نئی بات کیا لکھوں۔ شاید ایک بات میں نے کسی خط میں نہیں لکھی۔ جو بہت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ سنگار کے جانے میں اپنے جتنے دوست احباب ہیں ان کا اپنے ساتھ تعلق تو ہے پرانا اور ان لوگوں کا سلسلہ آمد و رفت و ملاقات کبھی ہوا نہیں۔ اس لئے وہاں کے احباب کی ہماری معاشرت سے ناواقفیت کی بدولت وہاں کی پبلک سے ایسا غلط برتاؤ ہے جو ساری دنیا میں اپنے معاصرین دنیوی سے ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہاں عناد کا راستہ فروغ پاتا رہتا ہے۔ اسلئے میرے نزدیک بہت ضرورت ہے کہ اپنے دوستوں کی جماعت سنگار کے جانے کی احباب کو اپنے طرز معاشرت پر پختہ کرنے اور ذہن نشینی اور سمجھانے میں بہت زیادہ سعی کریں وہاں خود بھی جائیں اور وہاں کے احباب کو اپنے ساتھ تبلیغ میں کثرت سے رکھیں۔

منجملہ سابق تحریر کردہ نمبروں کے اس نمبر کے سعی کے نتیجہ سے بھی مشرف فرمادیں بار بار پچھلے نمبر زبان پر آنے کیلئے تقاضہ طبیعت پر کرتے ہیں۔ مگر میں اپنی طبیعت کو بہت ضبط سے روکتا ہوں کہ تکرار سے کیا فائدہ۔ مگر آپ کو لکھتا ہوں کہ پچھلے خطوط کو دیکھ کر

سب نمبروں میں سعی کریں۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس جلسہ کو تمام جلسوں سے بڑا بنانا سراسر غلط ہے۔ دو چار برس سے جلسوں کی جو مقداریں نظر آرہی ہیں وہی ذہن میں رہے۔ سنگار کے بڑے بڑے جلسے یاد نہیں رہے۔ سنگار کی ناقدری کر کے غفلت سے زاویہ ذہول میں ڈھال رکھا ہے۔ کوشش سے وہاں کے لوگوں کو تبلیغ میں کھڑا کر دیا جائے تو کام کی کھونٹ ہے۔

جلسہ کی کامیابی کی کوشش کرنے والوں کو مژدہ سنا دو کہ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ جب کہ باہمی جدال کے منظر کو اعلاء کلمۃ اللہ کی مجلس سے بدلنے کی کوشش کی ہے تو انشاء اللہ قیامت کے دن اس بڑے مجمع میں جس میں اولین وآخرین جن وانس اور سب مخلوق انبیاء و ملائکہ کی جماعتیں ہوں گی تو یہ کارنامہ انشاء اللہ برسرِ منبر مذکور ہوگا۔ اللہ اس دن کی نیک نامی کیلئے ہمیں جانوں کا دینا اور مرمٹنا نصیب فرما دیں۔ جو جانی ہیں یوں نہیں تو ووں جائیں گی۔

مولوی قاری محمد طیب صاحب[۱۳۸] ومولانا ظفر احمد صاحب[۱۳۹] کی عدم شرکت سے افسوس ہے۔ دونوں کی خدمت میں میری طرف سے بلجاجت لکھ دیں کہ میرے جلسہ کی خود خبر رکھتے ہوئے شرکت کو ضروری سمجھا کریں۔ اس کو میرا جلسہ کہنا غلط ہے۔ آپ کا اس طرح خبر گیری نہ کرنا تغافل اور عدم تعاون ہے۔ لہٰذا الحذر، الحذر۔"

مولانا! میں سچ عرض کر رہا ہوں۔ اس تحریک کی اہمیت کو دیکھیے اور میرے ضعف اور تنہائیت کو دیکھیے۔ جب آپ کا بھی فریضہ ہے تو آپ کیوں خبر نہ لیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ جو تھا مجھے نام لکھنا مشکل ہے، مگر الحمد للہ میرے قلب پر لکھے ہوئے ہیں۔ آپ نے تین تجویز فرمالیے آپ کا کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے کارنامہ کو قبول فرما دیں اور اپنے ساتھ ایسی وابستگی فرما دیں کہ طبائع بڑھنے کیلئے اسی کے اوپر کی نظر کافی ہو اور اسکے علاوہ کی تحسین و ذم میں برابر ہو۔ وجود و عدم۔ اللّٰھم آمین۔"

میرے دوستوں کا قدم بڑھتا ہی رہیگا۔ آفرینی کی لائن اور تحسین کی قدر اپنے یہاں یقیناً زائد کردو۔

اللہ تعالیٰ سید رضا حسن کو اپنے خلوص اور قوتِ ایمان کے ساتھ تبلیغ کے تمام اصول کی پابندی نصیب فرمادیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ان کو اور ان کی قوم کو جو اس تحریک کے اصل اہل ہیں، کمرِ ہمت مضبوط کر کے متانت سے کھڑا کردیں۔ ان کی ہمت سے جوش آوے وہ ہم کوتاہوں کی نظروں میں گو عالی ہوں مگر ان کی ہمت سے بہت کم۔

ان کو سادات کے متوجہ کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہیں، تعلیم میں بھی اور تبلیغ میں بھی اور یہ یاد رکھیں اور سمجھتے رہیں کہ جو لوگ جس قدر زیادہ اہل ہیں ان کے اصلی مرکز تک پہنچنے میں نزاکتیں بھی بہت زیادہ ہیں۔ بس میں اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ نزاکتیں ہیں اور شدید نزاکتیں ہیں۔ ان کو متوجہ کرنا نہایت استقلال اور نہایت متانت اور عمیق توجہ اور بڑی بصیرت کو چاہتا ہے اللھم ارزقنا حبھم کما ینبغی لنا ولھم ——— بڑی پاک قوم ہے۔"

حافظ حبیب اللہ صاحب ہمیشہ سے قابل قدر کام کرنے والے ہیں۔ ان کی جانفشانی قابلِ رشک ہے۔ اسی طرح محراب خاں کے خلوص اور مساعی کا کیا ذکر ہے۔ اللہ دونوں کو اپنی شان کے موافق جزا دیں۔ لیکن دونوں کو ذکر وفکر کی طرف توجہ کی زیادہ ضرورت ہے۔

مظاہر علوم کے جلسہ کا ضرور خیال ہے۔ مدرسہ کی خیر چاہو تو تبلیغ میں جس قدر ہوسکے مدرسین کو لگادیں۔ اس کی برکات سوچو اور قوت سے متوجہ کرو۔ اور انشاء اللہ مطمئن رہو کچھ نہیں ہوگا اور اس کے نتیجہ سے مجھے مطلع کرو۔

میری بڑھیا کو بہت بہت سلام۔ عرب میں سب کچھ ہے مگر وہ نہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ برکات کے ساتھ اور باقی رہتے ہوئے شوق کے ساتھ جو اس دیار میں

قدم رکھتے ہوئے روز بروز بڑھتے ہوئے حتیٰ کہ واپسی کے وقت آنے کے وقت سے زیادہ شوق کے ساتھ رفاقت نصیب کرے۔

حقیقت میں اس سفر کا یہی حق ہے کہ بڑے ادب اور بڑی متانت اور بڑی استقامت کے ساتھ بڑھتے ہوئے شوق کے ساتھ یہاں کا زمانہ گذر جاوے۔ اللہ تعالیٰ ایسی طرح کی اعانت وہم سفری نصیب کریں۔ حق تعالیٰ سے تو یہ تبلیغی اصول کے ساتھ ہر غریب آدمی سے تواضع وخدمت گذاری کے ساتھ پیش آتے رہنے سے ایسے سفر کا مقدر فرمادینا سہل نظر آتا ہے۔ حق تعالیٰ تبلیغ کو دنیا میں سب سے زیادہ پسند فرماتے ہیں۔

بچی شاہدہ[144] کو ان کی ڈھم ڈھم ڈھم کا بہت بہت پیار کر دیں۔ راشدہ[145] وشاکرہ[146] کے پڑھنے کا حال لکھیں۔

زکیہ[147] ذاکرہ[148]۔ عطیہ[149] کو اپنے قرآن شریف اور اپنے چھوٹوں کے صحیح کرنے میں کوشش چاہیئے اور ہر وارد وصادر سے تبلیغی اصول پر خود پابند رہتے ہوئے جم کر تذکرہ کرنا چاہیئے۔ میرے خطوط میں سے مناسب مضمون دادے محمد حسن[150] صاحب کی اولاد کو بھی قرابت لکھتے رہا کیجئے۔

مصباح الحسن[151] وحاجی محمد محسن[152] صاحب کو خصوصاً نیز عزیزی مولوی اکرام الحسن[153] کو بھی خصوصاً اور دیگر اہل کاندھلہ کو تبلیغ پر متوجہ کرنے کو عموماً لکھتے رہا کیجئے۔ گنگوہ میں حضرت صاحبزادی[154] صاحبہ کی خدمت میں سلام کے بعد تبلیغ کے لئے دعا کی سفارش کو لکھ دیں۔

عین الحسن[155] کا خط آیا جس میں تبلیغ کا ذکر نہیں تھا بھلا کیا دیکھا جاتا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ بچوں کو ہمارے استقلال وعلو ہمت سادگی علم وعمل کی پیراستگی اخلاق کا زیور استقامت کا مہار انصیب فرمادیں۔

آج کل جوہر انسانیت ناپید ہوتا چلا جارہا ہے جس کا باعث ہوا وہوس شہوات

کے اثر کا بڑھ جانا ہے۔ اللہ اس سے محفوظ رکھے اور اپنے راستہ پر چلنا اور قرآن شریف سے اثرات لینے کی اہلیت محمدی زندگی سے سبق لینے کی قابلیت ہمارے بچوں کو دوستوں کو نصیب کرے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کو ہمارے لئے مفید کریں۔ انکی آمد کو رائیگاں اور غفلت کی زندگی سے بچادیں۔ بس یہی میرے سب دوستوں کے لئے ہے یہی اظہار کیلئے ہے۔ اور یہی ملنے والے پوچھنے والے کیلئے ہے۔ میوات میں مدرسین کی تعطیل کا زمانہ ہے۔ جس قدر جلد سے جلد اور جتنے کثیر طرق سے ممکن ہو۔ منشیوں کی جماعت اصول کی پابندی کے ساتھ تبلیغ میں کوشش کریں۔

بندہ محمد الیاس عفرلہٗ۔ بقلم انعام الحسن اٹھائیس محرم الحرام یوم سہ شنبہ۔

از کاتب الحروف انعام الحسن۔ بعد سلام مسنون۔ خدمت عالیہ میں گذارش ہے۔ کہ جملہ متعلقین بخیر وعافیت ہیں۔ کوئی خاص بات قابل تحریر نہیں۔ بجی شاہدہ کو بندہ کی جانب سے بہت بہت پیار۔ نیز راشدہ و شاکرہ کو بھی فرمادیں۔ کہ انشاء اللہ تمھارے لئے دعا نہیں کرینگے تو پھر کس کیلئے کرینگے:

پرسان حال کو ما وجب۔ فقط۔

مکتوب نمبر (۵۰)

بعزیز محترم شیخ الحدیث صاحب زادت محاسنکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

میرے عزیز اس تبلیغ کے بوجھ کو بھاری سمجھتے ہوئے بطور اضطرار کے آپ کی خدمت میں دعا اور ہمت کا سائل ہوکر یہ خط لکھ رہا ہوں۔

میرے عزیز۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کی ہر طرح کی ہمت اور ہر طرح کی شرکت اسکے فروغ کا سبب ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے یہ تبلیغ کی نہایت فائدہ بخش اور اصول اسلام کو حاوی نہایت سہل اور نہایت عظیم صورت اس ناچیز کو عنایت فرمائی ہے۔ یہ ناچیز اس نعمت

عظیمہ وجلیلہ کی قدردانی اور شکر گذاری اور تواضع میں اپنے نفس کو بہت ہی کمزور پاکر اس نعمت کے کفران سے بہت خائف ہے۔ نیز تمھاری اس ہمت کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ بندۂ ناچیز کو اس تبلیغ کے اصول قرار دینے میں آپ کی صحبت کو بہت زیادہ دخل ہے۔ حق تعالیٰ مجھے آپ کے شکر کی توفیق بخشیں۔

اللہ کو منظور ہوا اور جیسے کہ آثار ہیں۔ یہ تبلیغ فروغ پکڑیگی تو انشاء اللہ تمھاری تصانیف اور فیوض ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عرب وعجم کو سیرآب کرینگے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں جزائے خیر دیں۔ میری اسمیں دعا سے ضرور ہی مدد کیجیو۔ اور میں بھی دعا کرتا ہوں۔

فقط والسلام۔ بندہ محمد الیاس عفی عنہ

(مہر ڈاکخانہ ۹ نومبر ۱۹۳۹ء مطابق ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ)

مکتوب نمبر (۵۱) (بنام حضرت شیخ اباجی مدظلہ)

بخدمت شریف عزیز محترم گرامی قدر ادام اللہ فیوضکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ گرامی نامہ موجب مسرت وعزت ہوا۔ آنعزیز کی تشریف آوری کا بیحد اشتیاق ہے۔

اگر بقول آپکے میں حضرت ہوں تو آپ تو ماشاء اللہ حضرت گر ہیں۔ مجھ نکمے اور ناکارہ کو کون پوچھتا۔ اگر آپ کی توجہ اور کرم نہ ہوتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سب سے پہلے آپ ہی نے الطاف واکرام فرمایا۔ یا پھر شیخ جی نے اظہار تعلق کیا اور یہ سب آپ ہی حضرت کا طفیل ہے۔

آپ کی تشریف آوری کا جس قدر اشتیاق ہے اسی قدر خیال ہے کہ سامنے ہونے سے میری گندگیاں اور ظاہر ہوگیں۔ مگر اس امید پر جی چاہتا ہے کہ آپ جیسوں کی مجالست اور ہم نشینی سے شاید اپنی بھی کچھ اصلاح ہوجائے۔ فقط والسلام۔

بندہ محمد الیاس عفی عنہ۔ (مہر ڈاک خانہ ۵ فروری ۱۹۳۱ء)

مکتوب نمبر (۵۲) (بنام حضرت اقدس سہارنپوری)

بعالی خدمت سیدی، سندی، مولائی، مرشدی، وسیلۃ یومی وغدی ملجائی ومعتمدی مجمع انوار الٰہیہ منبع فیوضات قدسیہ مصدر اسرار صمدیہ مہبط السکینۃ مورد الطمانیۃ مسکن القلوب الکسیرۃ اٰنا ومولا ادام اللہ ظلہ الممدید الظلیل :

یا خلیل اللہ بابک لی | من عساد الغموم ملتحدی
املی منك ومطمعی منکم | لذت فیکم فمن لنا الحمد ﷲ

یہ ناکارہ جاودانی سر تا پا تحسر وندامت اول اہم مقاصد عرض گذار ہے کہ افسوس یہ فدوی خدمت خدام اقدس کا ذرا بھی اہل نہیں۔ کبھی کوئی خدمت میسر نہ ہوئی۔ نہ حق ادب کا کوئی ذرہ ادا ہوا۔ نہایت ہی ندامت سے اس سخت ترین تقصیر کو خدمت اقدس میں پیش کرتا ہوں۔ حضرت ہی کا لطف اس کی چارہ جوئی کر سکتا ہے۔

یہ ظاہر اور یقینی ہے کہ کامیابی دو ہی امر سے وابستہ ہے۔ اول حضرت والا کا لطف وتوجہ رافۃ ورحم، دوسرے خدام کا ادب وتعظیم۔ یہاں صرف حضرت اقدس کا لطف وکرم ہی سب دستگیری کر رہا ہے۔

اس ادون خدام سے کوئی حق ادب کبھی ادا نہ ہوا۔ ذات والا کو قدرت ایزدی نے رفعت شان ہی وہ عنایت فرمائی جس کی شایان شان حق ادب بڑوں بڑوں سے دشوار مجھ جیسے ضعیف وناتواں سے بھلا کیا ادا ہو سکتا تھا۔ اس تقصیر سے بسا اوقات افسوس اور حسرت وندامت وخجالت ہوتی ہے۔ آج جرأت کر کے خدام والا میں عرض ہے (کیونکہ اپنے ہر عیب وتقصیر پر نظر کرنے کے وقت اپنا مفزع حضرت اقدس مدظلہ ہی کی ذات والا ہے) کہ حضرت کے جود وکرم لطف وعنایات سے اس حق کا عفو تو ظاہر اور یقینی ہے۔ ورنہ اب تک ہلاک ہو چکا ہوتا۔ مگر امید کے ساتھ درخواست اس کی ہے (اللہ جل شانہ

نا دہین کے سیئات کو حسنات سے مبدل فرما دیتے ہیں) حضرت والا کے یہاں میرے سیئات حسنات کا جلوہ دیں۔ بحکم تخلقوا بِاَخلاق اللہ[۱۶۵] یا اللہ اس میزاب رحمت، مشکوٰۃِ نبوت کا میرے قلب غافل سے صحیح صحیح تقابل فرما۔ اللّٰھم آمین۔

ایک قابل گذارش اپنا وردیہ ہے کہ حضور والا کے جو تینوں کی برکت اور نظر والا کا اثر رحمت ونعمت الٰہیہ یعنی تعلق مع اللہ کی ایک دائمی کیفیت قلب میں فرحت بخش رہتی ہے۔ فالحمد للہ ثم الحمد للہ کہ وہ تو اپنے ہر وقت کیلئے موجب بقاء حیات ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور دوسری مست و بیخود کنندہ کیفیت جو عموماً قرآنِ پاک کی تنہارات کو توجہ تام کے ساتھ تلاوت کرنیسے پیدا ہوتی ہے۔ کبھی شاذ و نادر دوسرے امور جزئیہ سے بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس کے مبادی کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ کبھی حلاوت فی التلاوت ترقی کرتے کرتے سکون کے ساتھ کبھی قلب پر ایک لرزہ سا پیدا ہوکر تمام بدن میں بلکہ رونگٹا رونگٹا میں سرایت کر کے کبھی قلب میں ایک سوراخ سا پیدا ہو کر اس سوراخ سے کیفیات عجیبہ پیدا ہو کر نہایت بے خودی اور مستی سے خوف و اخبات و انابت کا لطف آکر قلب شاہد ہوتا ہے کہ حقیقت احسان کی راہ یہ ہے۔

یہ کیفیت نازک ولطیف اس قدر ہے کہ شاذ و نادر تو پیدا ہوتی ہے اور خارجی ذرا سی آہٹ سے رفع ہوجاتی ہے۔

الغرض مقصود اس معروض سے یہ ہے کہ حضرت والا رات کو اٹھنے کی مداومت کے لئے اور سکون وطمانیت اور ہمت سے مصروف کار ہونے کیلئے دعا رو توجہ بھی فرما دیں اور کوئی شغل ایسا ارشاد فرما دیں جس سے اسمیں قوت اور ترقی پیدا ہو کر رات کو سویرے اُٹھنے کی طبیعت ہوجاوے کہ اسی کیفیت میں دیر ہونیسے بے چینی بڑھتے بڑھتے اکثر بیمار ہوجاتا ہوں۔ کئی مرتبہ اس طرح بیماری کی نوبت آچکی ہے اور غور سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ بیماری اسی نوع کا نفع پہنچاتی ہے جو اس تلاوتِ سحر سے ہوتا تھا۔ اور طبیعت کو

چین اور سکون ہو جاتا ہے جس سے مرض مغتنم اور محبوب ہو جاتا ہے۔ اس بے چینی کے وقت اگر یہ مرض نفع رساں نہ ہو تو مہلکہ شدیدہ عظیمہ کا خطرہ تو یہ ہوگا۔

چنانچہ اس مرتبہ کی بیماری سے کئی ہفتہ پہلے مشاہدۂ جمال کو دیر ہونے سے ایک بے چینی شروع ہوئی۔ ہر چند رات کو اٹھنے کی کوشش کی۔ مگر خاطر خواہ سویرے اٹھنا نہ ہوا۔ اگر ہوا تو کسی درد سر وغیرہ سے مصروفیت مقدر نہ ہوئی۔

خدمتِ والا میں عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ شدتِ اضطراب سے مجبور ہو کر عزم مصمم عرض حال کا کیا تو گنگ لسانی کی بدولت الفاظ نے یاوری نہ کی۔ حاضری کا اشتیاق پیدا ہوا (اشتیاق کیا پیدا ہوا زیارت کے سوا اس درد کا علاج نظر نہ آیا۔ کیونکہ ایسے دردوں کو حضرت کی پر لطف نظروں سے شفا ہونیکا کئی مرتبہ ایسے ایسے موقعوں میں تجربہ ہو چکا تھا) لیکن اشتیاق کو اس خیال سے دبایا کہ عرض حال ضروری اور زبانی ادا نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا جو کچھ بھی گذرے تحریر احوال سے قبل ہر گز جانا نہ چاہیے۔ بالآخر حسب دستور بیمار ہو گیا۔ اور بیماری میں عجیب بات پیش آئی۔ کہ سماع کی طرف نہایت شوق ہوا۔ مگر الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ حضور کے طفیل اس کی ظلمات خوب محسوس ہوئیں اور حافظ مقبول حسن[166] سے قرآن شریف کا پارہ سن کر دل کو سکون ہو گیا۔

تطویل سے ندامت ہے پر کیا کروں ادائیگی مضمون آتی نہیں للہ لطف فرمادیں دستگیری فرمادیں، سخت دردمند ہوں۔

ایک ضروری دیرینہ آرزو یہ ہے کہ اہل کاندھلہ اس وقت سخت خطرہ میں ہیں مگر خدا جانے ان کو کچھ تنبہ ہے کہ نہیں۔ وہ یہ ہے کہ بندہ کا خیال ہے کہ میاں ظہیر الحسن[167] فنا فی السر رشید[168] ہیں اور باقی با شبلی[169] ہیں

ان کی طرح وہ اہل وطن کی محبت میں کاندھلہ کی ترقی کے ہر وقت جویا ہیں۔
چنانچہ انھوں نے ہر شخص کو اس کے خیالات کے موافق امور کی امیدیں دلا کر ایک مدرسہ

کی بنیاد ڈالی ہے جس میں مقصود صرف انگریزی اور اپنے خیالات کی ترویج ہے۔ اور لوگوں کی آرزوؤں کی سرسبزی سے آراستہ کر رکھا ہے۔ اس کے خطرات ظاہر ہیں۔

چنانچہ پہلی بسم اللہ یہ ہے کہ ایک قادیانی مدرس زیرِ تجویز ہے۔ سو اس کیواسطے اول تو حضرت سے بکمال لجاجت استدعا دعوات ہے۔ جس سے بہتر کوئی علاج نہیں۔ انشاء اللہ حضرت کی دعا تیر بہدف ہوگی۔ اللہ پاک کبھی کسی کی دعا رد نہیں فرماتے۔ پھر اپنے مقبولین کی۔ للہ دعا فرمادیں کہ کاندھلہ میں ہر ایک دل نور ایمان سے منور ہو۔ سنن سید موجودات کا شائق وساعی اور ہر مکروہ خداوندی سے متنفر۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

دوسرے برائے کرام جناب مولانا عبد اللطیف صاحب کو کاندھلہ روانہ فرمادیں اگر کوئی ظاہری وجہ ومحرک تشریف لے جانیکا نہ ہو تو ظریف احمد سے ملنے کا حیلہ کھڑا کر کے تشریف لیجاویں۔ ضرور اور جلد میاں زکریا بھی ضرور ہمراہ ہوں۔ کہ وہ ذی تدبیر ہیں اور وہاں کے راز گھاٹ سے واقف بھی ہیں۔ حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب کا کاندھلہ میں سب کے قلوب پر اثر ہے۔

تیسرے اگر حضرت والا بھائی جلیل اور میاں ریاض کو اور مولوی رضی الحسن صاحب کو بچنے فرمادیں تو انشاء اللہ بہت نافع ہوگا۔

فدوی کو بخار آکر آٹھ نو روز کے بعد موقوف ہوا۔ حافظ صاحب کی واپسی کے دو چار روز بعد پھر عود کیا۔ اب الحمد للہ دو روز سے بخار موقوف ہوگیا، ضعف باقی ہے۔

حاضری خدمت اقدس کی ابھی حکیم صاحب نے بوجہ ضعف اجازت نہیں دی۔ حاضری کا قصد گو عنقریب ہے۔ مگر تحریر جواب کا بھی خواہاں ہوں۔ تاکہ آئندہ کو بھی بوقت ضرورت ہدایت کا کام دے۔

بحضرت عالیہ جنابہ صاحبزادی صاحبہ بعد سلام مسنون۔ گذارش ہے کہ خدمت

عالیہ کے سلام کا مدت سے اشتیاق تھا۔ الحمد للہ کہ حضرت عالیہ سہارنپور میں رونق افروز ہیں۔ افسوس مرض کی وجہ سے حاضری میں تاخیر ہو رہی ہے۔ فقط والسلام۔

زیادہ حد ادب خاکسار الیاس (بقلم خود)

۲۵ صفر المظفر یوم سہ شنبہ۔ (مہر ڈاکخانہ ۱۶ ستمبر ۱۹۲۵ء)

مکتوب نمبر (۵۳)

عزیز محترم جناب شیخ الحدیث صاحب دام مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

میرے محترم عزیز قابل وقعت وانتہا عزیز (کچھ خبر نہیں کہ میرے الفاظ کو واقعی اور حقیقی مدلول وضعی پر مخاطب حمل کرینگے یا نہیں بہرحال) میں جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پاک کو اپنی اس اسکیم کے زندہ ہوئے بغیر بے چین پا رہا ہوں۔ اور اسوقت دنیا میں مذہب کی تازگی اور تمام دنیا کی اسلامی مخلوق کی بلاؤں اور آفات کا دفعیہ مجھے کھلی آنکھوں اپنی اس تحریک کی تازگی میں منحصر نظر آرہا ہے۔ اور کچھ اللہ جل جلالہ' عم نوالہ کے ساتھ اس کی نصرت اور تائید کی کھلی آیات نظر آرہی ہیں۔ اور امیدیں بہت اچھی کامیابی کی سرسبزیوں سے شاداب ہیں۔ میں اس امر میں مبادرت و مسابقت کرنے والوں کیلئے خوش نصیبی اور سعادت کا بہت بڑا حصہ نمایاں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن کھلی رغبت کے ساتھ مبادرت و مسابقت کرنے والے بہت ہی کم ہیں ؛

بہرحال صرف اتنا کہنا تھا کہ پچیس مئی کو منعقد ہونے والا موضع گھاسیڑہ کا جلسہ اپنی نوعیت میں جہاں تک بظاہر امیدیں ہیں گو یا پہلا جلسہ ہے۔ کامیابی کی اور اللہ کے فضل و نصرت و رحمت کی اس جلسہ میں امیدیں بہت ہیں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ دوسری جانب کا احتمال خطرات بھی اس عالم میں لازمی ہے۔ امن کلی ممنوع شرعی ہے اسلئے اگر آپ اسمیں شرکت کی تکلیف کو گوارا فرما دیں تو آپ کی کلفت پر نظر کرتے ہوئے

ہمت تو بالکل نہیں پڑتی۔ لیکن ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

نمبرداد رحیم بخش کے عزیز صوفی عبدالحمید اور ان کی دل بستگی کے لوگوں کو بھی لے آویں تو ایک زیبا امر ہوگا۔

بہرحال اس کے لئے نہایت کامیاب ہو کر اور نہایت صحیح اصول کے ساتھ خود بھی مشغول رہیں اور دوستوں کو بھی مشغول رکھیں۔ والسلام۔

محمد الیاس عفی عنہ۔ (مہر ڈاکخانہ ۲۲ مئی سنہ ۱۹۴۰ء)

مطابق ۱۳ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۹ھ چہارشنبہ۔

مکتوب نمبر (۵۴)

(بنام شیخ اباجی مدظلہ)

؎ لنا ملک ینادی کل لیل لدوا للموت وابنوا للخراب

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ضرور دعائے مغفرت آپ بھی کریں اور جس سے ہو سکے ایصال ثواب بھی کروائیں اور دعا رخیر وخوبی بھی کریں۔ اور کرائیں۔ آج یکشنبہ اٹھائیس محرم الحرام سنہ ۱۳۵۳ھ کو میاں جی عبداللہ صاحب اپنے مدرسہ کی خدمات کا صلہ لینے کے لئے اپنے مولا کے پاس چلے گئے۔

مرحوم نے مدرسہ کی بہت خدمت کی، میرا دل اسکے خلوص کا معترف اور شاہد ہے۔ مدرسہ کے ایک بہت بڑے بوجھ سے مجھ کو سبکدوش کر رکھا تھا۔ حق تعالیٰ شانہ اپنی رحمت اور لطف اور فضل اور کرم اور غفران ورضوان کا بڑا حصہ نصیب فرمادیں اور اس کا نعم البدل ہم کو نصیب فرمادیں۔

مولوی امیر احمد صاحب کا انتظار ہے۔ صفر کی دس کو جمعہ واقع ہوگا۔ انہیں شیخ صاحب کا اور آپ کا تشریف لیجانا اور نوح کے معاملہ کو طے فرمانا ضروری ہے۔ یاد فرما کر ضرور تشریف لے آویں، سب کی خدمت میں سلام۔ فقط۔

از خاکسار، ذرہ بے مقدار، بندہ محمد انعام الحسن سلام واستدعا ر دعا۔
(مہر ڈاک خانہ ۱۴ مئی سنہ ۱۹۳۴ء)

مکتوب نمبر (۵۵) (بنام شیخ اباجی مدظلہ)

عزیز محترم زاد فضلکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اچھا ہوا اس طالب علم کی ضرورت سے لکھنا لابدمنہ ہوگیا۔ ورنہ امروز فردا کے بعد ٹل جاتا۔

میرے نزدیک ایک ادنیٰ مسلم کی رعایت و دلداری ہزار مسلم و بخاری کے پڑھانے سے ہزار درجہ افضل ہے۔ اور موجب قرب الٰہی ہے۔ بالخصوص جناب حافظ صاحب، سید استاذ، عالم باعمل، متقیہ لہٰذا اگر ان کے میل و تکدرِ خاطر اسباق بخاری کے معارض ہو تو بندہ کی رائے میں ادب کی برکت سے بڑی بڑی برکات کی امیدیں ہیں۔

ع از ادب پرنور گشت است ایں فلک

خواب ڈھونو کا ظاہر ہے۔ آپ بنام خدا جی میں آوے اس کو کچھ بتادیں۔ میرے خیال میں تعلیم بہ حضرت سیدنا زکریا علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیفیات و احوال پر نظر کرکے کچھ اس کو بتادینگے تو زیادہ مفید ہوگا۔ کیونکہ وہ حقیقی زکریا ہیں۔

جب سے تم گئے ہو تمہاری چچی کو زور سے بخار آرہا ہے۔ ایک روز چیخیں بھی لگ گئیں۔ سہارنپور کا ہر وقت سخت تقاضہ ہے۔ میرا بھی خیال ہے شاید تبدیل مکان مفید ہو۔ میرا دل چاہا کرتا ہے کہ تمہیں بیوات کے جز و کل کی تفصیلی خبر رہا کرے تاکہ تمہارے مشوروں سے استفادہ ہوتا رہے مگر کس طرح ممکن ہو۔ تم عدیم الفرصت جو خود خبر گیری کرسکو۔ مجھ سے نہ تحریر ممکن نہ تقریر۔ فقط والسلام۔ محمد الیاس۔

مکتوب نمبر (۵۶)

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسّلام کما ینبغی علی امام المرسلین وعلیٰ اخوانہ من النبیین وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

مخدوم مکرم محترم حضرت حافظ فخر الدین صاحب، دام مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

وبرکاتہٗ ـــــ پس از سلام و نیاز خادمانہ گذارش خدام اقدس میں یہ کمترین ناکارہ دوجہاں جناب کے الطاف و توجہاتِ کریمانہ کا ممنون اور احتیاج خواستگار رہتا ہوا الحمد للہ بخیر و عافیت ہے۔ نعم الٰہیہ کی بارشوں کا تو شکر کیا ہو سکتا ہے۔ خدا توفیق شکر دے دولتِ ایمان میں تردد ڈالنے والی تقصیرات بھی کچھ کم نہیں۔ جس چیز کی تبلیغ کا دنیا میں یہ زور شہرہ ہے اور ہونا چاہیئے اور کرنا ضروری ہے۔ اپنی حالت پر نظر کرتے ہوئے موت تک بھی حصہ نصیب ہو جائے تو بہت نہ سمجھے۔ برائے خدا اطمانیت قلب کیساتھ پوری توجہ سے بندہ اور اس کے تمام متعلقین کو خالص اللہ کیلئے جیسا ہونا چاہیئے ہونے کو مانگ لیں اور حسب موقعہ میری دوسرے بزرگوں میں بھی سفارش فرمادیں کہ جس سے واقعی توجہ کبھی ہو جاوے۔ اللہ والوں سے کبھی کسی کو چارہ نہیں ہے "

میرے حضرت تبلیغ کے بارہ میں جناب کو توجہ دلاتا ہوں۔ اوروں کو توجہ دلانے کی سفارش کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء برائے کرم تبلیغ والوں پر امتحان کی نظر نہ فرمایئے۔ ہم غربا امتحان کے قابل نہیں۔ برائے عنایت حوصلہ افزائی اور تالیف کیواسطے بھی کچھ کام ہوئے۔

آفرین اور تحسین اور اللہ سے دعا ہمارے نزدیک تو بس یہ کافی ہے۔ اصولاً دوسروں کے محاسن اور اپنے عیوب کی تلاش کو فرماتے رہیں۔

بہر حال بہت مسرت ہوئی اور امید افزائی کی بات ہوئی کہ آں جناب کی امید میوات والوں اور دہلی والوں کی دونوں کے ساتھ تبلیغ کی رونق اور فروغ کی ہو گئی۔

صلحاء کا ظن اللہ کے ارادہ کے مقدمہ اور تباشیر ہے۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ظنوا بالمؤمنین خیرا[۵]۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات سید المرسلین ہونے پر شاہد عدل ہے۔

۵۔ باوجود تلاش کے یہ حدیث نہیں ملی۔

جناب عالی کا تعلیمی کاغذات کی طرف توجہ فرمانا باعثِ طمانیت و سرور ہوا۔ میرا ہر بار ہیں یہ خیال رہا کرتا ہے کہ ہر کسی کام کی قابلیت رکھنے والا اپنی نگرانی میں دوسرے سے کرائے تاکہ نگرانی متعدی ہو اور کام اپنی زندگی میں بھی بڑھے اور بعد میں پائداری کا سبب ہو اس بنا پر اپنی تعلیم کی نگرانی کیلئے ہمیشہ یہ جی چاہتا رہا کہ دہلی کی تبلیغ اتنی ہو جائے کہ اس میں سے تعلیم کے فروغ کے لئے جس میں امتحان بھی آگیا اور بہت سی چیزیں ہیں حفاظ کو چھانٹ کر ان کو اس کام پر مقرر کر دیا جائے۔ اور اس کام کے ہر پہلو کے فروغ اور نگرانی اس جماعتِ حفاظ کے متعلق ہو۔ حفاظ سے کام لینے والی جماعت اس سے عالی ہو جو علماء کی ہو۔

علماء کے متعلق بہت سے امور ذہن میں ہیں جسمیں سے جماعتِ حفاظ کی نگرانی بھی ہے۔ میری اصلی دلی رغبت اپنے لئے اور آپ اور آپ جیسے کیلئے جزوی اور شخصی حسی کسی کام میں لگنے کی ہرگز نہیں۔ صرف تبلیغ کے فروغ دینے کیلئے اس سنت کے زندہ کرنے کے اندر ہمتوں کی روح کی طرف اپنی ہمت اور توجہ کو مصروف رکھنے کی ہے۔ ہمتیں اٹھ جانیکے بعد جو قابو میں نہ آوے اس کو اس سطحی کام میں لگا دو۔ استغفر اللہ، استغفر اللہ، خدا جانے کیا کہہ رہا ہوں۔ مگر انشاء اللہ الحمد للہ بیان سے گو قاصر ہوں مگر مطلب بہت صحیح ہے:

حضرت حافظ۔ مجھے بہت غیرت آوے ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی عربیت کی استعداد کی جانچ کرنے والے اور کفار ہوں۔ استغفر اللہ۔

مولانا! میری تبلیغ علمی فروغ کو بڑی بیقراری سے عزم کو لئے ہوئے ہے۔ مگر جس قوم کی پستی کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے لفظوں سے بھی گر چکی ہو وہ ابتدا سے درستی کئے بغیر انتہاء کی درستی کے قابل کب ہو سکتی ہے۔ انتہا ابتدا کے درست ہوئے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اسلئے میں نے درمیانی اور انتہائی خیالات بالکل نکالدیئے۔ ابتدا درست ہو کر راستہ پر پڑ جائیں گے تو انتہاء پر خود بھی پہنچ جائیں گے۔ اور ابتدا کے بگڑے ہوئے انتہا کی درستی

کا خیال ہوس اور بوالہوسی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ہاں حضرت حافظ صاحب یہاں ایک سطحی نظر والوں کو ایک شبہ ہوتا ہے۔ اور اس کا جواب بہت لطیف ہے اور میرے نزدیک حق ہے قطعی ہے بالکل ٹھیک ہے وہ یہ کہ باوجود اتنی کوششوں کے اس کے اندر کی کوشش کو اہم نہ سمجھنا حقیقت میں اس کی عظمت سے انکار ہے۔ ورنہ آدمی ہمیشہ عظیم کام میں لگتا ہے۔ اور اس کا ترک دلیل انکار عظمت کی ہے۔ خط لکھواتے ہوئے میں حرم چلا گیا تھا۔ مضمون قریب قریب ختم ہو گیا اب دوسری ضروری بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ یہ مضمون جس کی اس وقت تبلیغ کے لئے یہ سفر ہوا ہے اول تو خود طبائع سے بہت بعید دوسرے ہماری ان ممالک میں اجنبیت تیسرے اپنے مسلک کے جتنے لوگ ہیں ان کے لئے بھی بوجہ زمانہ کی نزاکت کے اپنے سے بے اطمینانی۔ اسلئے چونکہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ العالی کے یہاں کے لوگوں سے ایک عظمت اور اطمینان کے تعلقات ہیں۔ لہٰذا حضرت موصوف سے ایک تحریر، براہ راست میرے پاس اور ایک خود برائے راست اپنے واقفوں میں ایسے مضمون کی روانہ ہو جائے جس میں میرے عقائد میرے خیالات میرے مسلک کے سلف کے موافق ہونیکے ساتھ ساتھ اس مضمون تبلیغ کی اہمیت اور شدت ضرورت اور نہایت تحسین کے ساتھ ساتھ میری نصرت اور مدد کرنے پر تاکیدی تحریض اور حوصلہ افزائی ہو تو یہ ایسی دو تحریریں ان سے روانہ کرا دیں تو بہت مناسب و بہتر ہو گا۔ جو حضرت موصوف کے مکہ میں ملنے والے ہوں ان کو بھی اور مدینہ میں بھائی شیخ سید محمود و دیگر تلامذہ کو دکھلا سکیں۔

کل محرم کی آخری پیر کی شب میں ایک جگہ جلسہ ہوا لوگوں نے غور سے سنا نہایت تحسین و ترحیب فرمائی۔ خود مقامی لوگوں نے قوم سے اس کی تاکید کی تقریر کی۔ مجمع کی مقدار پانچسو کے قریب تھی۔ بایں ہمہ گشت کے لئے جماعتوں کے پھرنے کی نوبت نہیں

آئی۔ اصل وجہ تو اس مضمون کا طبائع سے بعید اور وحشی ہونا ہی ہے۔ لیکن نام ونہاد کا ایک اضافہ حکومت کا خوف بھی ہوگیا۔ اور شیطان بڑا شریر ہے۔ جب ایک بہانہ سے کام چل گیا تو دوسرے بہانوں کو سامنے کیوں لادے۔

اپنے اہل وعیال اور دوستوں میں سب میں دعا کی مداومت کو فرمادیں۔ دعا کا سخت محتاج ہوں۔ صاحبزادیوں سے خصوصیت سے سلام۔ اور صاحبزادے کو یاد رکھنا۔ اور دعا کرنا۔ فرض عین ہے۔ خدا خوش وخرم رکھے۔ کدورتوں کو سلامتی اور چین سے مبدل فرمادیں: فقط والسلام۔ بندہ محمد الیاس عفرلہٗ۔ بقلم انعام۔

مکتوب نمبر (۵۷)

بخدمت شریف مکرم ومحترم بندہ جناب الحاج الحافظ جناب مولانا عبداللطیف صاحب وگرامی قدر عزیز محترم منبع الاخلاق وشمیم معدن جود وکرم مخزن فضل وعلم مولانا شیخ الحافظ الحاج شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب ودیگر در مسندات دین متین حاملان علم النبی الامین حضرات مدرسین جعلنا اللہ وایاکم بحبل اللہ المعتصمین وعلی الاعتصام مجتمعین لا متفرقین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ حضرات کی برکات اور آپ کی خوبی اعانت اور پرخلوص دستگیری سے یہ امر تبلیغ جس مقدار پہنچ گیا ہے وہ الحمد للہ ثم الحمد للہ کیفا یعنی قلوب میں عظمت اور قدر کے اعتبار سے بہت کچھ ہے۔ یہ چیز تو صاف صاف بمنزلہ عالمگیر ہے۔ حضرات عالی کی اس بارے میں سعی کا قدم ذرا عملی ظہور پذیر ہو تو انشاء اللہ وہ قدر عملی جامہ میں مضبوطی کا راستہ پکڑلے۔

حضرات اگر ان کی آمد کو اپنی کوشش کا ذریعہ اور اپنا ہاتھ پاؤں بنادیں۔ یعنی اپنی نگرانی سے ان کے ذریعہ اپنے زیر اثر محلوں میں اس طرز زندگی کی دعوات کیلئے پنچائتیں کرانے کی کچھ عملی حرکت شروع فرمادیں تو اس قوم (میو) میں خصوصاً۔ اور اس ضمن میں اطراف عالم دین کے جو نسبے شعبہ کی کوشش کریں گے وہ اسمیں پھیل سکتے ہے

اس جمعہ کو کچھ جماعتیں تھانہ بھون بھی پہنچی ہوئی ہوں گی۔ انشاء اللہ العزیز وہ جگہ بہت نازک ہے۔ اگر کچھ یہاں سے اپنے حضرات چلے جائیں تو وہ حضرت (تھانوی) کی زیارت بھی کرلیں گے۔ اور ان کی تسلی کا بھی باعث ہونگے۔ اور حضرت عالی کی بارگاہ کیلئے ان غربا کے واسطے حسن وساطت کا بھی باعث ہوں گے۔

میرے خیال میں مولوی زکریا صاحب قدوسی اور جناب ہمارے مولانا اسعد اللہ صاحب بہت مناسب رہیں گے" فقط والسلام۔

بندۂ ناچیز خاکسار ناکارۂ دوجہاں آپ کا خادم محمد الیاس عفی عنہ

۱۰ محرم الحرام ۱۳۶۱ھ۔

مکتوب نمبر (۵۸)

عزیزی الحاج شیخ الحدیث صاحب رفع اللہ درجاتکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

شعبان کے سارے مہینہ کے ہر جمعہ کو میوات جانا ہوا۔ میرے جو خیال میں ایک بات ہے وہ میری قابلیت میری حیثیت سے اونچی بہت ہے۔ عمل میں لانا تو درکنار فہم ودکار کی رسائی سے بہت عالی ہے۔ لیکن بایں ہمہ میری طبیعت اس امر میں کوشش کرنے سے اور اس خیال میں رہنے سے ہٹتی نہیں ہے۔ اسلئے بوجہ نہایت فوق الطاقۃ ہونے کے اپنے نہایت اعلیٰ اور نازک اور لطیف اور دین کی اشاعت اور ترقی کا محض واحد مدار ہونیکے باعث آپ حبیبوں کی ہمت اور توجہ اور دعا کا نہایت مستحق ہے۔ اسلئے اپنی پوری دعوات سے میری مدد فرمانے میں دریغ نہ فرمادیں۔ حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ سے کسی مطلوب کا ملنا بعید نہیں ہے۔ آپ دعا وہمت اور توجہ کیساتھ طلب میں کمی نہ فرماویں۔

میرے دل کی تمنا ہے کہ کم ازکم میرا دماغ اور خیال اور وقت اور ہر قوت اس

امر کے سوا ہر چیز سے فارغ رہے۔ خیر بس زیادہ کیا لکھوں۔ مطلب یہ کہ آپ بھی دعا سے مدد فرمادیں اور بھی سب بزرگوں کے یہاں جہاں تک ہو سکے ان سے دعا کرانے اور ہمت کو متوجہ کرنے میں آپ وسیلہ اور شفیع و ساعی بنیں۔

فضائل رمضان کا مژدہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی وفیوض کو مقبول وعام وتام فرمادیں۔ سوائے احتیاج دعوات کے اور کچھ نہیں" فقط۔ محمد الیاس۔

مکتوب نمبر (۵۹)

(بنام شیخ اباجی زاد شرفہ و مولانا محمد یوسف صاحب)

عزیزم سرمایہ فخر دالانعام و نور چشمی عالی مرام سلمکما اللہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ومغفرتہ ورحمتہ ورضوانہ،

اللہ تعالیٰ شانہ تم دونوں کو اپنے حفظ وامان میں اور مقاصد خیر کے اندر مواظب و مداوم اور مستقیم و متمکن رکھے۔ آپ دونوں صاحبوں نے مجھ غریب کو یاد فرمایا حق تعالیٰ آپ دونوں کو جزائے خیر دے۔

بظاہر مرض کچھ نہیں۔ نہ کھانسی ہے اگر ہے تو نہایت معمولی ہے۔ اور نہ بخار ہے اگر ہو تو نا معلوم۔ لیکن ضعف اور اضمحلال اسقدر شدید ہے کہ اس نے بڑے مرضوں کو طاق میں بٹھا رکھا ہے۔ اسقدر ضعف ہے کہ خلاف طبع الجھی ہوئی بات سے اختلاج اور خفقان ہوتا ہے۔ اور آرام کے ساتھ موٹر کی دہلی تک کی سواری سے بخار آتا ہے۔

اسپر الحمدللہ ثم الحمدللہ ایک مہینہ کی مسافت کیلئے میوات کی سخت زمین باد سموم اور نہایت جہال کی باتوں کے الجھاؤ کا نشانہ بن کر موت کیلئے اپنی جان کو پیش کرنے کی نیت سے اس سفر کو کارزار کا میدان تصور کرتے ہوئے مصمم ارادہ سفر ہے۔ گویا یہ سفر جہاد ہے مگر اپنے ضعف سے اور اپنی مجرب کم ہمتی سے نہایت خوف ہے۔

نہ معلوم کس جگہ یہ نفس شریر کرب و شدائد کے مقابلہ سے فرار سے ہو کر نامردی

کے ساتھ واپس ہوگا۔ دعا کرو کہ جان کے جانے تک تحمل حق تعالیٰ شانہ شدائد کرب کا نصیب کریں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ یا کام کو پورا کر کے سلامتی کے ساتھ بہ غنیمت عود نصیب فرمادیں۔

حضرت جمیل ہر ہر کمالات کے در فرید، سم در گروہ رشید نہایت استقلال وطمانیت کے ساتھ تہجد کی نماز معہود وقت سے پہلے ادا کر کے اور اس کے بعد نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ آنکھوں کو ساون بھادوں کی لڑیاں بنا کر اور آدھ گھنٹے آرام فرما کر ڈھائی بجے شب کے ملاء اعلیٰ میں جا پہنچے۔

ایسے استقلال وطمانیت کی موت اللہ ہر کسی کو نصیب کرے۔ آمین

اپنے اس سفر کو اہم فریضہ اور صحت کی رعایت کو سنگین ترین معصیت سمجھ کر اپنی زندگی سے مایوس ہو کر سفر کر رہا ہوں۔"

بندہ محمد الیاس عفی عنہ (مہر ڈاکخانہ ۱۶ مئی ۱۹۳۶ء)

مکتوب نمبر (۶۰)

عزیزی محترمی مولانا شیخ الحدیث صاحب۔ دامت فیوضکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی شامت اعمال پر گرفت نہیں فرما رکھی ہے۔ اور اپنی ہر طرح کی نعمت سے نواز رکھا ہے۔ فلہ الحمد ولہ الشکر کما ھو اھلہ۔

زکیہ کی علالت کی وجہ سے اس کے دیکھنے کیلئے جی چاہتا ہے کہ جلد سے جلد آؤں لیکن یہاں بیچاری عطیہ کئی دن سے نمونیہ میں مبتلا ہے۔ اسلئے مجھے یہاں سے جدا ہونا مناسب نہیں۔ رہا بزرگوں کے یہاں کی حاضری سو اول تو تمہارا ملنا میرا ہی ملنا تھا۔ لیکن جس قدر تمہارے اندر اپنے کمالات کی وجہ سے صبر واستقلال آگیا ہے۔ وہتی مقدار کے جبر کیلئے عزیز یوسف تمہارے پاس آویگا۔ اس پیوند کو لگا کر بس آپ ہی میری

طرف سے سب بزرگوں سے ملتے رہیں۔

اور بھائی اصلی بات تو یہ ہے کہ جو لوگ اپنے سے فارغ ہیں اور خدائی دولتوں سے سرمایہ دار ہیں۔ ان فارغ دولت مندوں کو چلنا پھرنا سفر کرنا زیبا ہے۔

محمد الیاس عفی عنہ بقلم محمد یوسف۔

۲۸، رمضان المعظم سہ شنبہ (مہر ڈاکخانہ ۱۷ جنوری ۱۹۳۴ء)

مکتوب نمبر (۶۱) (بنام اباجی مدظلہ)

عزیز محترم ذوالمجد والکرم سلمکم اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کل عشاء سے پہلے آپ کے خط سے اور عشاء کے بعد مولوی محمود سے خوشی کی خبریں موصول ہوئی ہیں۔ اور سچی بات یہ ہے کہ اللہ کی ہر بات خوش کن ہے۔ کوئی چیز غم اور خوشی کے حاوی ہونے سے خالی نہیں ہوتی۔ ظاہر کا رخ کوئی سا اگر ہو تو دوسرا باطنی رخ یقیناً دوسری جانب کا ہے۔ لہٰذا سمجھدار کیلئے ظاہر کی غم وخوشی اگر نظر دور بین ہے تو یکساں ہے۔

اگر منگل کی شب میں نووارد مہمان راہی ملک عدم ہو چکا تو انشاء اللہ ایسے موقعوں کیلئے جتنی مواعید قرآن واحادیث میں وارد ہیں اس ذخیرہ کی امید دلاتا ہو اگیا ہے۔ زندگی کے خطرات سے مامون بھی کر گیا۔ حق تعالیٰ شانہ مولوی انعام الحسن صاحب کے فرزند کو بعجلت سعید ورشید کریں۔ اور حق تعالیٰ شانہ بہترین تربیت کے نتیجہ خیز سامان فرمادیں اور اپنے فضل سے خاندان کا چمکتا ہوا چراغ کریں۔ اپنے خاندان کی دینی خصوصیات میں مخصوص فرمادیں۔ حق تعالیٰ دارین کی کرامات سے مکرم فرمادیں۔

بخدمت شریف حضرت ناظم صاحب و دیگر حضرات اساتذہ بعد سلام مسنون۔

مضمون واحد" فقط والسلام۔ بندہ محمد الیاس عفی عنہ۔ بقلم انعام الحسن۔

مکتوب نمبر (۶۲)

بحضرت السامی حضرت ناظم صاحب[۱۹۸] وحضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب[۱۹۹] وحضرت شیخ الحدیث صاحب وحضرت مولانا اسعد اللہ صاحب[۲۰۰]، دامت فیوضہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید کہ آپ حضرات بخیریت ہوں گے۔ بندہ بفضلہ بعافیت ہے:

عرصہ سے میرا اپنا یہ خیال ہے کہ جب تک علمی طبقہ کے حضرات اشاعۃ دین کیلئے خود جاکر عوام کے دروازوں کو نہ کھٹکائیں، اور عوام کی طرح یہ بھی گاؤں، گاؤں، اور شہر، شہر اس کام کیلئے گشت نہ کریں۔ اسی وقت تک یہ کام درجہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ عوام پر جو اثر اہل علم کے عمل وحرکت سے ہوگا۔ وہ ان کی دھواں دار تقریروں سے نہیں ہوسکتا۔ اپنے اسلاف کی زندگی سے بھی یہی نمایاں ہے جو کہ آپ حضرات اہل علم پر بخوبی روشن ہے:

میں اپنے اسی نظریہ کے ماتحت ہمیشہ عزیزم مولوی یوسف صاحب کو اس سلسلہ میں باہر نکلنے کے لئے کہتا رہا ہوں۔ جس کے نتیجہ میں وہ کل بروز جمعرات چودہ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ بہمراہی عزیزم مولوی انعام الحسن[۲۰۱] وعزیزم مولوی عین الحسن[۲۰۲] صاحبان وغیرہ بلورے ایک ماہ کے گشت کے لئے میوات تشریف لیگئے ہیں۔

غرض اسی عریضہ سے یہ ہے کہ اس قسم کے مواقع مزلۃ الاقدام بھی ہوجایا کرتے ہیں۔ اور اہل خیر کو خصوصی چیز سے وحشت پیدا کرنے کیلئے اور اس کام سے انس پیدا ہونے سے بچانے کیلئے شیطان کو موقعہ ہاتھ آجاتا ہے۔

خدمت حدیث جو کہ فی الحال مولوی یوسف صاحب کا موضوع زندگی ہے۔ اپنی بے شمار عظمت وخوبیوں کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ان کا یہ سفر باعث اس امر کا نہ ہوجائے کہ تبلیغ سے تو پوری دلچسپی پیدا نہ ہو اور اس مقدس خدمت سے

دل بستگی نذر ہے۔ لہٰذا آپ حضرات اہل خیر و برکت کی خدمت عالیہ میں گذارش ہے کہ اپنے اس برخوردار کیلئے جناب باری میں خصوصیت سے دعا فرمادیں کہ اس کی وابستگی و دل بستگی ان ہر دو خدمات سے عملی حسب المقدر پوری پوری قائم رہے۔ حق تعالیٰ آپ حضرات کا بابرکت سایہ مجھ پر تا دیر قائم رکھے۔" والسلام۔

بندہ محمد الیاس عفی عنہ۔ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ)

مکتوب نمبر (۶۳)

بخدمت عزیزی مولوی محمد زکریا صاحب دام فضلکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ رمضان المبارک کی دل بستگی اور اس پاک ماہ کی برکات اور انوارات سے استفاضہ اہل دل کو مبارک ہو۔ حق تعالیٰ شانہٗ آں عزیز کو مزید توفیق و کمالات رضا سے اللہ پاک کامیاب و فائز المرام کریں۔ اور روز افزوں ترقیات و قرب سے بہرہ اندوز رکھیں۔

ہم جیسے ضعفا کا کچھ حال نہ پوچھو۔ بس جوانان تیز رفتار کی دعا و ہمتوں سے حق تعالیٰ اس ضعیف و مسکین کا بھی بیڑہ پار فرمادیں۔ ؎

بچوں با حبیب نشینی و بادہ پیمائی

بیاد آر حریفان بادہ پیما را۔ شعر

اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس کے احسانات سے ہر ہر رونگٹا ہزار ہزار احسان کے ساتھ بھرا ہوا ہے۔ لیکن لطف و بے لطفی کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ خیر رمضان گذر ہی رہے ہیں۔ حق تعالیٰ اپنے لطف اور اپنے فضل کو بس اپنے لطف و فضل ہی سے شامل حال رکھے۔

عزیزہ خالدہ بخلد بریں رسیدہ کا رنج و قلق ہوا۔ میری طرف سے امۃ المتین سلمہا کو سلام و دعا کے بعد فرمادیں کہ بھی اگر اس عزیزہ کے انتقال پر صدمہ اسباب پر نظر

کرو تو واقع میں اس کا انتقال ایک بڑے صدمہ کی چیز ہے۔

کیونکہ اب تک تو جو لڑکا ہوتا تھا وہ گو زندہ نہیں رہتا تھا مگر لڑکیاں زندگی کی ہوں تھیں۔ مگر اب افسوس کہ بچیوں پر بھی لگا لگ گیا۔ اللہ بہتر کرے۔ لیکن مسلمانی اور خدا کی بندگی کا مقتضیٰ یہ ہے کہ رنج کے اسباب پر نظر نہ کرو بلکہ تنہائیوں میں بیٹھ کر تین چیزوں کا تصور کرو۔"

اول یہ کہ تمھیں مرنے کے بعد کتنے درجات کی حاجت ہے۔ کوئی سے درجہ کے بعد دوسرا درجہ حق تعالیٰ اس سے اعلیٰ دینے لگیں تو کیا تم دوسرے درجہ کے لینے سے انکار کر دوگی؟

دوسرے کیا حق تعالیٰ کا اس موجودہ صدمہ کے اوپر اجر کا وعدہ حق اور سچا نہیں ہے؟

تیسرے اپنی زندگی کتنی دیر تک کی یقینی ہے۔ اور اپنی موت کے وقت وہاں پہنچکر اپنی اولاد کا پاس ہونا زیادہ آنکھ کی ٹھنڈک کا باعث ہے یا پیچھے چھوڑ جانا۔

غرض حق تعالیٰ شانہ ہر رنج کا بشرطا امید اور طلب کے اور یقین کرتے کے ہر رنج کا اجر اس رنج کی حیثیت کے برابر مرحمت فرماتے ہیں۔ میں تمھارے لئے دعا کرتا ہوں اور تمھارے سے دعا چاہتا بھی ہوں۔ تم بھی میرے لئے قرآن اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے تخلق کی دعا کرتی رہا کرو۔

عزیزہ زکیہ کی بیماری سے قلق ہے۔ یہاں مجھ جیسے ناواقف کو بھی نہایت خطرناک معلوم رہی۔ اس کے علاج میں اللہ کا فریضہ سمجھ کر ہرگز تساہل نہ کرو۔ اور نہایت بیدار مغزی سے دوا و غذا و پرہیز ہر ہر پہلو پر نظر کر کے دھیان رکھو۔

مولوی صاحب! آپ سے بھی ایک بات کہنی ہے۔ آپ اہل علم ہیں۔ اہل فضل ہیں۔ آپ کی رائے دین میں بحمد اللہ اپنے سے بہتر اور افضل اور واجب التسلیم

ہے . لیکن اپنا خیال بھی کہدینا بہت ضروری ہے . مجھے خالدہ کی حیات میں جو ایک خط آپ نے لکھا تھا (جو مجھے نوح میں ملا) اسمیں اپنی اہلیہ کی خوابیں تحریر فرمائی تھیں . میرے نزدیک ان کو محض شیطانی خیالات قرار دینا لازمی اور واجب ہے . اس کا کوئی محمل تجویز کرنیکا خیال کرنا میرے خیال میں عقیدہ کو سست کر کے مفضی الی الشرک ہونے کو محتمل ہے .

لہٰذا ایسے خوابوں کو وساوس شیطانیہ اور خیالات باطلہ کی طرح لاحول کے ساتھ دفع کرتے کو لازم سمجھیں . مجھ قلیل البضاعۃ ناسمجھ کی سمجھ کے مطابق شرکیہ خیالات کی ابتدا ایسے ایسے ہی خیالات اور خوابیں ہوتی ہیں . میاں یوسف کے اندر الحمد للہ ثم الحمد للہ تمہارے فیض صحبت کا اثر صاف نظر آتا ہے اور میرے نزدیک جس بڑی دولت سے وہ اس وقت سرمایہ دار ہے وہ تمھاری محبت سے لبریز ہونا ہے . اللہ تعالیٰ اس کے لئے اور تمھارے لئے بلکہ ہم سب کیلئے مبارک کریں .

ایک بات میں آپ سے اور جرأت کرنی رہ گئی . خالدہ کے متعلق والے خط میں جو آپ نے یوسف کو تحریر لکھی اس سے آپ کے رنج کا نہونا ٹپکتا ہے . یہ شرعاً منکر ہے . رنج کی باتوں سے فی الواقع رنجیدہ ہونا یہ توانشاء اللہ تمھیں ضرور ہوگا . لیکن رنج سے متاثر ہونیکا اظہار بھی ضروری ہے .

حق تعالیٰ جیسے حالات بھیجیں اس کے مناسب تاثر اور اس کا اظہار آپ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ ضروری ہے : فقط والسلام .

بندہ محمد الیاس عفی عنہ . ۱۰ . رمضان المبارک .

مکتوب نمبر (۶۴)

عزیز محترم مولانا الحاج شیخ الحدیث مولوی محمد زکریا صاحب متعنا اللہ بطول حیاتکم .
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ . مولانا عبدالعزیز صاحب گمتھلوی آپ کے

پاس سے چلکر درمیان میں تبلیغی تذکرہ کرتے ہوئے ریل کے چھوٹنے تک میرے ساتھ رہے موصوف کی رغبت اور دلی خواہش اور جذبات تبلیغ کی طرف بہت مائل ہوتے نظر آتے ہیں لیکن جس قدر اندر سے جذبات ابھرتے ہیں اتنی ہی ایک نہایت سخت ٹکر سے ٹکرا کر رہ جاتے ہیں۔ اور یہ حقیقت میں ایک عام کلیہ کے ماتحت ایک عالمگیر غلطی ہے۔ اور وہ غلطی ایک اور قاعدہ کے ماتحت ہے اور وہ یہ ہے کہ جتنے بھی اصول و کلیات جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے ہیں جہالت کے علوم اور حقائق شریعت سے ناواقف ہونے کی بدولت ہم سے ہمارا دشمن یہ ابلیس لعین صراط مستقیم سے پھسلانے کا کام لیتا ہے اور لغزش کراتا ہے۔ لہٰذا وہ قوانین شریعت بجائے استقامت کے کام دینے کے پھسلنے کا کام دے رہے ہیں۔ لہٰذا العلم حجاب الاکبر کے قانون کے موافق وہ علوم راہ روی کے بجائے تقاعد اور کم ہمتی اور دین سے پھسلنے کا کام دے رہے ہیں۔

یہ ایک ایسا عام قاعدہ ہے کہ آپ جیسے مبصر سے مخفی نہیں۔ اسی میں سے ایک اس وقت کی گفتگو جس شبہ پر مبنی تھی وہ شبہ بھی ان ہی قواعد طریقت سے ہے وہ توحید مطلب ہے۔

میں اس وقت اگر تحریر میں صاف نہ کرسکوں تو گفتگو میں کسی وقت اس کے صاف کرنیکا آپ ارادہ رکھیں۔

عام سالکین کے ذہن میں یہ ہے کہ تبلیغ میں مشغول ہوجانا توحید مطلب کیخلاف ہے۔ اور توحید مطلب طریقت کا ایک ایسا اہم کلیہ ہے جس کے التزام سے سالک کو ہرگز چارہ نہیں۔ اور اس سے غفلت شقاوت ازلیہ ہے۔ لیکن میری اس تحریک میں مصروف ہونے کو اس سے ٹکرانیکا شبہ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ طریقت کے ایک مسئلہ کو شریعت کے خلاف سمجھنا ہے۔

یہ خیال سراسر غلط ہے۔ میں اس شبہ میں عام طور پر عامۂ خلائق کو مبتلا پاتا ہوں یہ توحید مطلب دراصل فرمودۂ شیخ کے بجائے کسی اور چیز کو اسکے قائم مقام بنالینا ہے۔

اس (تبلیغ) ہیں یہ بات ہرگز نہیں، یہ اس کے ساتھ وہی نسبت رکھتی ہے۔ جیساکہ ایک سالک کے دیگر تعلقات اپنی معاشرت وتجارت کے یا زراعت وملازمت کے ہیں۔ آپ اس فرق کی طرف توجہ کر کے قابو پاکر اور اس غلطی پر سالکین طریقت کو متنبہ کرنے پر آپ تیار ہو جائیں تو ایک دقیق غلطی کا ازالہ ہوجائیگا۔ اور تبلیغ کا ایک بہت بڑا روڑا درمیان ہیں سے ہٹ کر ایک مبارک جماعت کے اسمیں لگ جانیکا سبب ہوگا۔

یہ میری تبلیغ سالک کے لئے بمنزلہ اس چیز کے ہے جس کو مشائخ سلوک طریقت سے پہلے اس کے پابند ہونکو لازم بتایا کرتے ہیں اور اس کے التزام کو واجب رکھتے ہیں۔

العاقل تکفیہ الاشارہ آپ میرے دماغ سے زیادہ سمجھنے کا ارادہ کریں۔ یقین ہے کہ آپ اس سے زیادہ سمجھ سکیں گے۔

بس زیادہ کیا لکھوں۔ الور کی لائن کے واقعات اب تک خوش گوار اور قابو میں آنے والے نہیں۔ اور درحقیقت جو کچھ بھی پیش آوے خوشگوار ہی ہے۔

میاں[۲۰۹] سلیم کے تقاضوں پر نکاح کی شرکت کا ارادہ کر رہا ہوں۔ بہت افسوس ہے کہ مسلمانوں کی صحیح اجتماع کی صورتیں فوت ہو کر یہ غلط صورتیں رہ گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فقط والسلام۔

بندہ محمد الیاس، بقلم انعام الحسن از دہلی۔

مکتوب نمبر (۶۵)

عزیزم الشیخ زاد مجدہٗ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

دو امر کے واسطے میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ اول یہ کہ مولوی یوسف کی طرف اپنی نظر کو اس طرح وافر رکھیں کہ ظاہری تدبیر کی بھی حفاظت رکھتے ہوئے (یعنی معالجین کو اپنی نگرانی میں دکھلانیکا اہتمام کرتے ہوئے) اپنی ہمت اور دعا کو اللہ سے اس کے

مانگنے کے واسطے متعلق رکھیں۔

دوسرے مولوی انعام الحسن کے متعلق مجھے عرض کرنا ہے۔ میں عزیز موصوف کو ایک گراں مایہ پونجی سمجھ رہا ہوں۔ جس کیلئے اس وقت کی ابتداء اگر خراب ہوئی تو یہ سدا کیلئے ابتداء ہے ویسی ہی انتہا ہوگی۔

میں نہ ان کے رتی بھر ضیاع پر تیار اور نہ تمہارے اس انشراح صدر والی صورت کے علاوہ ذرہ بھر بھی خیر کا احتمال سمجھتا ہوں۔ الخ

لہٰذا آپ ان کیلئے جو کچھ بھی طے فرما دیں میں بلا پس و پیش اسکے ماننے کو تیار ہوں۔ علم کے فروغ اور ترقی کے بقدر اور علم ہی کے فروغ اور ترقی کے ماتحت دین پاک فروغ اور ترقی پا سکتا ہے۔ میری تحریک سے علم کو ذرا بھی ٹھیس پہنچے، یہ میرے لئے خسران عظیم ہے۔ میرا مطلب تبلیغ سے علم کی طرف ترقی کرنے والوں کو ذرا بھی روکنا یا نقصان پہنچانا نہیں ہے بلکہ اس سے بہت زیادہ ترقیات کی ضرورت ہے۔ اور موجودہ جہاں تک ترقی کر رہے ہیں یہ بہت ناکافی ہے: فقط والسلام:

بندہ محمد الیاس عفی عنہ:

مکتوب نمبر (۶۶) (بنام الحاج محمد نسیم خان صاحب دہلوی)

عنایت فرمایم دام مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اللہ جل شانہ نے اپنے لطف و کرم سے جس میں سعی کو کچھ دخل نہیں ہے اور اپنی کوشش سے کبھی بھی پیش نہیں آسکتی۔ یہ رنگ اختیار فرمایا ہے کہ رمضان سے قبل تیس آدمی دو ماہ کے لئے نکلے اور رمضان کے بعد ڈیڑھ سو آدمی دو ماہ کے لئے نکلے۔

بندہ ناچیز کی رائے کے موافق ان کا پختہ ہونا بغیر اس کے ناممکن ہے کہ یہ کچھ دن بغیر میرے کام کریں۔ لہٰذا مجھے ان سے دور ہو جانا ان کے فروغ پانے کے لئے

نہایت ضروری ہو جس کے لئے اللہ نے یہ صورت ذہن میں القا فرمائی۔ کہ میں آٹھ دس آدمیوں کا وفد لیکر امسال عرب کی تبلیغ کی نیت سے چھ ماہ رہ آؤں۔ اسمیں ہندوستان میں کام کرنیوالے مبلغین کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونیکے علاوہ دوسری اقلیموں میں نکلنے کی بنیاد پڑے گی۔ اس امر عظیم میں شرکت کے لئے جس قدر سعی ہو سکے دل و جان سے کرنا نہایت ضروری ہے۔

جو دس آدمی عرب کی تبلیغ کیلئے تجویز کئے گئے ہیں ان میں سے تقریباً پانچ پہلے سے حج کیئے ہوئے ہیں۔ ان کیلئے آپ کی نظر میں کوئی حج بدل ہو تو سعی فرمادیں۔ آپ کے یہاں ہو یا کسی اور کے یہاں۔ باقیوں کے ایک یا دو یا کم و بیش کے بھیجنے میں آپ شریک ہو جائیں تو ایسا امر عظیم دنیا میں کسی اور جگہ ملنا نہایت دشوار ہے۔

اگر آپ نے اس وقت ابتدا، فرمادی تو بنیاد پڑ کر ہمیشہ کے لئے وفود باہر جانے لگیں گے جن کا ثواب اس وقت ابتدا کرنے والوں کو ہوتا رہیگا۔

اس امر کی عظمت کو پہچانیں اور جس قدر شرکت کا قصد ہو اس سے جلد مطلع سے مطمئن فرمادیں۔ والسلام۔

بندہ محمد الیاس عفی عنہ۔ بقلم اظہار غفرلہٗ۔

سلسلہ مکاتیب نمبر (۶)

مکتوباتِ

حضرت مولانا شاہ محمد یوسف صاحب ۱۳۸۴ھ

نور اللہ مرقدہٗ

مکتوب نمبر (۶۷)

مخدوم و مکرم معظم و محترم جناب حضرت الشیخ الاستاذ ادام اللہ مجدکم۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

حق تعالیٰ شانہ کے لطف و کرم و فضل سے رات بارہ بجے میوات کے جلسہ سے واپسی ہوئی۔ ظہر کے وقت وہاں سے چلنا ہوا۔ راستہ میں جگہ جگہ گاڑیاں بگڑتی رہیں اور بعض طلوع آفتاب کے وقت پہنچیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے فضل سے پوری حفاظت و عافیت کے ساتھ پہنچا دیا۔ اور ساٹھ ستر کا یہ وفد خیریت کیساتھ صبح تک پہنچ گیا۔ اور بیس پچیس جماعتیں ابھی ابھی میوات کے علاقہ میں گشت کر رہی ہیں۔ حوصلہ بلند جذبات عالی ہیں۔ مولا جاٹ برادری کے چودھری و علما بھی گشت میں شریک ہیں۔ بھوپال و بمبئی کی جماعتیں بھی گشت کر رہی ہیں۔ راتوں کو خدا کا ذکر و دعائیں۔ دنوں میں دوسروں کے خیر کیلئے کھینچنے کی دعوت و جد و جہد و محنت و تعلیم کی فضائیں انشاء اللہ العزیز زبردست خیروں کے دروازوں کے کھلنے کی کنجیاں ہیں۔

حضرت عالی! اس سب کے ان نصرت و رحمت کے عمومی دروازوں کے کھل جانے کا ذریعہ بننے کیلئے پوری دعا و توجہ فرما دیں جن کے کھلوانے کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین بن کر تشریف لائے۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے فضل سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ان تمناؤں کے پورا ہونے کی صورتوں کا دروازہ کھولا جن کی اس سے پہلے تصور کی گنجائش نہیں تھی۔ انتہائی مشغولیت اور فصل کی کٹائی کے موقعہ پر اس طرح جوق در جوق شوق ذوق کے ساتھ اس طرح آ رہے تھے جس طرح کبھی فرصت کے زمانے میں بھی نہیں آتے تھے۔ تین سو چار سو کی مقدار میں نقد جمعرات و ہفتہ میں آنے کے امید افزا وعدے ہوئے۔ اور ہزاروں کی مقدار

میں اول فرصت میں تقریباً بیس[۲۰] پچیس[۲۵] روز کے بعد کے وعدے ہوئے۔

حج کے لئے سو کے قریب آدمیوں نے نام لکھوائے اور سال بھر عرب میں رہنے کے لئے بھی نام آنے شروع ہوئے۔ منشی بشیر مولوی سلیمان وانیس وغیرہ احباب کوٹ کے چالیس[۴۰] آدمیوں کی نقد جماعت نکالکر کل جمعرات کے روز انشاء اللہ العزیز آجائیں گے۔

کلکتہ کی جماعت کا خیریت کا خط کل کی ڈاک سے آیا تھا ماشاء اللہ پناہ گزینوں اور شہروں میں اچھا کام ہو رہا ہے۔ ایک جماعت ٹانڈہ ایک کانپور ایک ریاست بیکانیر ایک آگرہ ایک بہار ایک ضلع بجنور ایک مرادآباد اور بھی قرب وجوار کے یوپی کے اضلاع میں جماعتیں گشت کر رہی ہیں۔

حضرت عالی! دعاء فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ شانہ ان سب میں اس امانت کا درد پیدا ہونے اور اس درد کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی شکلوں پر پڑنے کی پوری صورتیں پیدا فرمادیں اور سارے عالم ومخلوقات کیلئے اس حرکت کو خیر ورحمت فرمادیں۔

ہارون کو بہت پیار فرمادیں۔ طلحہ[۲۱۵] وفرید[۲۱۶] ومعاذ[۲۱۷] وصفیہ[۲۱۸] وخولہ[۲۱۹] وسلمان[۲۲۰] کو بھی اور گھر میں اور حضار مجلس کو بھی سلام فرمادیں۔

حاجی[۲۲۱] نسیم صاحب کا اتوار کے روز آنیکا ارادہ ہے اور ہمراہ واپسی ہے۔ اگر اس وقت کوئی خصوصی مانع نہ ہوا تو شاید حاضر ہو جاؤں"۔

بندہ محمد یوسف غفرلہ۔ ۲۵ جمادی الاول ۱۳۶۹ھ چہارشنبہ۔

مکتوب نمبر (۶۸) (بنام شیخ اباجی مدظلہ)

از بندہ محمد یوسف غفرلہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اماں[۲۲۲] جی صاحبہ مرحومہ کے انتقال سے صدمہ ہوا۔ اپنے اکابر کی یادگار اور ان کی برکات کی حامل

اور ہمارے لئے باعث رحمت تھیں۔ اور اس امانت تبلیغ سے متاثر اور داعیہ و متوجہ تھیں۔ حق تعالیٰ شانہ ان سے پہنچنے والے منافع کا غیب سے تکفل فرمادیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ شانہ اعلیٰ مغفرت و درجات کو بلند فرمادیں۔ مصر کے احباب بخیر حجاز پہنچ گئے۔ بمبئی کے احباب کل بخیر مرادآباد سے آگئے ہیں۔ اور براہ احمد آباد پالن پور و سورت واپس ہو رہے ہیں؛ فقط۔

۱۶ رجمادی الاول ۱۳۶۹ھ (دہرڈاکخانہ، مارچ ۱۹۵۰ء)

مکتوب نمبر (۶۹) (بنام شیخ اباجی مدظلہ)

مخدوم و مکرم و معظم و محترم جناب حضرت بھائی صاحب دام مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ گذارش آنکہ عبدالحمید کے ہاتھ مدینہ اور بصرہ کی کھجوریں ارسال ہیں۔ اماں جی[۲۲۳] کا بخار بڑی شد و مد سے آنے کے بعد موقوف ہوگیا۔ اور روزہ بھی رکھنے شروع کر دیئے۔ بحمد اللہ گھر کا کام اچھی طرح چل رہا ہے۔ آپا جیم[۲۲۴] کی طبیعت کچھ خراب ہے۔ دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ ہر دو کو پوری پوری صحت عاجلہ و آجلہ نصیب فرمادیں۔

بندہ نے پہلا قرآن شریف گھر میں سنا کر دوسرا گھر پر شروع کر رکھا ہے۔ لکھائی بالکل نہیں ہو رہی ہے۔ تراویح کے بعد خصائص بلسیوطی ہوتی ہے۔ جس کا سلسلہ بارہ بجے تک رہتا ہے۔ سب معتکفین و بھائی حافظ جی[۲۲۵] و طلبا بھی شرکت کرتے ہیں۔ خاکساری[۲۲۶] فتنہ کے متعلق (حضرت جی نے) فرمایا کہ یہ اور اس سے بہت بڑے بڑے فتنے مجھے بہت دن سے نظر آرہے تھے۔ اسی کو دیکھ کر میں نے یہ تبلیغ شروع کی ہے۔ اور یہی اس کا علاج ہے۔ آپ نہایت اہتمام سے اس کیلئے دعا فرمادیں۔ بندہ کیلئے محض خدا کے لئے عفو سیئات، اقتصاد فی العمل و مداومت و شہادت حقیقہ و کتابت حدیث کی نہایت ہی اہتمام سے دعا فرمادیں تو بہت ہی احسان ہو۔

اِن اللہ لا یضیع اجر المحسنین "

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ۔ ۲۴ رمضان (۱۳۶۲ھ)

مکتوب نمبر (۷۰)

مکرم محترم مخدوم معظم حضرت الشیخ الاستاذ ادام اللہ مجدکم ومتعنا المسلمین بفیوضکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضرت عالی کی توجہات و برکات سے بخیر ہوں مزید توجہات کا طالب۔ حضرت عالی رائے پوری دام مجدہ کا قیام حضرت مولانا حبیب الرحمن کے یہاں ہے۔ آج کی شب حضرت حافظ[۲۲۷] مقبول احمد صاحب کے یہاں گذری۔ مولوی عبد المنان[۵] کے ولیمہ میں بندہ بھی حاضر تھا۔ شام کو واپس آگیا۔ آج مولانا علی[۲۲۸] وغیرہ کی آمد کی اطلاع ہے۔ تقریباً ہر ملاقات میں حضرت[۲۲۹] نے یہی ارشاد فرمایا۔ کہ ہماری ہمت تو نہیں پڑتی۔ یوسف اگر چاہے تو حضرت شیخ کی تشریف آوری ہو جائے۔ بندہ نے ہر دفعہ یہی خیال کیا کہ جب حضرت خود ہی حضرت عالی کی تکلیف کا خیال فرما رہے ہیں تو بندہ ہی کیا جرأت کرے۔

کل ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں بھائی ہی آپس میں کہہ سن لیتے ہیں۔ ہماری تو ہمت نہیں پڑتی۔ اس پر عاجز نے عرض کیا کہ حضرت عالی شیخ کے منصب و درجہ کو پہچانتے ہیں بندہ تو جہالت سے بول پڑتا ہے۔ یہ بھی بعض مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نظام الدین کا مزہ تو حضرت شیخ ہی کے ساتھ ہے۔ بندہ نے اشارتاً تو آمد کے لئے عرض کیا مگر صراحتہ سے عرض کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

بہر حال حضرت کا ایماء جہاں تک محسوس کیا بندہ نے وہ تو یہی ہے کہ جناب کی تشریف آوری کے بارہ میں عرض کروں۔ مگر میری کچھ ہمت نہیں پڑتی۔ تاہم یہ بات میرے لئے ہر وقت فکر و قلق کی ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جس عظیم امانت کو اپنے بعد چھوڑ کر گئے

---

[۵]۔ اس کا مصداق مولانا عبد المنان صاحب ابن مولانا عبد السبحان ہیں۔

اور اس کے فروغ کے آثار برابر بڑھتے چلے گئے اور مزید بڑھتے ہی جار ہے ہیں۔ اپنے میں اس کی اہلیت نہ پہلے تھی نہ اب ہے۔ تو لا اسپر اپنی بساط کے مطابق جمنے کی کوشش کی مگر عمل میں ان کی مشابہت کسی درجہ میں بھی حاصل نہ ہو سکی۔ آپ حضرات کی توجہات کے سہارے اب تک چلنا ہوتا رہا۔ اب اپنی گندگیں آخر رنگ لے ہی آئیں۔ جن کو معین ہوکر ایک نہج کو چلانا چاہیئے تھا۔ فضاؤں اور ماحولوں سے متاثر ہوکر اصل امانت سے بعید ہوتے چلے گئے۔ جزوی ذوقی چیز کے اشتراک سے کل کو نظر انداز کر دیا گیا۔ ادھر آنے والوں کے آنے میں اضافہ اُدھر اپنی نا اہلیت اور اکابر سے استفادہ میں کوتاہی حضرت عالی ہی کی توجہات سے فروغ کی صورتیں حضرت مرحوم[230] کے بعد ظہور پذیر ہوئیں۔ اور اب بھی آپ ہی کی توجہات سے اس مخمصہ سے خلاصی و خیر کی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔

جناب پر بار کسی طرح مقصود نہیں جس طرح گذرنا مقدر ہو گا گذر ہی جائیں گے۔ البتہ اگر انشراح قلب ہو تو تشریف آوری پر عرب کے بارے میں گفتگو ہو سکتی ہے نتائج اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہیں۔" فقط۔

محمد یوسف۔ (مہر ڈاکخانہ ۱۹ ردسمبر ۱۹۴۹ء)

مکتوب نمبر (۷۱)

مکرمہ و محترمہ جنابہ والدہ صاحبہ و ہمشیرگان و عزیزان طلحہ[231] و ہارون[232]۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ رب العزت کا شکر ہے میں بخیر ہوں۔ خدا کرے تم سب بہت ہی خیریت سے ہو۔ اب کے معمول کے خلاف تم سب خوب یاد آئے اللہ رب العزت اس جدائی میں دین کے فروغ کی خاصیت پیدا فرما دیں۔

حضرت والد مرحوم کی جان جھوک کر چالو کی ہوئی مایہ جو ہم سب کیلئے اپنی جانوں سے زیادہ مایہ ہے اضمحلال میں ہے۔ اس کے لئے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں بہت

ہی زیادہ دعاوزاری کی ضرورت ہے۔ زر اور زور تو وہاں بے قیمت ہے البتہ زاری بہت قیمتی ہے اور پیاری ہے۔ جو جتنے دکھے ہوئے دل کا ہو اور ضعیف ہو اس کیلئے یہ قیمتی مایہ بہت آسان ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درد کے لئے اس زاری کے استعمال کرنے سے اللہ رب العزت بہت ہی خوش ہوتے ہیں اور اس کے صلہ میں سخت سے سخت فضاؤں کو بدل دیتے ہیں۔ بہت سا اس کا مواد تو تمھارے پاس ہے۔ البتہ اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منتقل کرنے کے لئے کوشش کرنی ہوگی۔ ہمارا خیال تک نہ آئے اور اس کیلئے ہر وقت خیال رہے۔ ہمارے لئے ایک آنسو بھی نہ نکلے اور اس کے لئے ہر وقت آنسو بہتے رہیں۔ کیا عجب ہے تمھارے ایسا کرنے سے ایک امت چمک اٹھے۔

نہ معلوم ہارون وطلحہ تمھارا سبق اب کہاں تک پہنچ گیا۔ خدا کرے اب بہت سا پڑھ لیا ہو۔ اللہ تم دونوں کو بہت ہی سرسبز فرمادیں اور دین کا کام لے لیں۔

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ۔

مکتوب نمبر (۷۲)

مخدوم مکرم معظم محترم جناب حضرت الشیخ دام مجدہٗ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آج دوپہر جہاز سے روانگی طے ہوگئی ہے۔ میں اپنے لئے بہت خائف ہوں۔ آپ خصوصیت کے ساتھ دعا فرمادیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہر طرح کے رذائل اور کفر و معاصی کے اثرات سے حفاظت فرمادیں۔ اور اس سفر کو انتہائی بابرکت فرمائیں۔ علمائے سندھ کا تین دن کا اجتماع ہے۔ پرسوں وہ حضرات واپس ہوں گے اس لئے یہ صورت اختیار کرنی پڑی۔

حافظ مقبول حسن صاحب بھی تشریف لیجارہے ہیں۔ مولوی عبدالعزیز نظام الدین قیام فرمائیں گے۔ حضرت کی خدمت میں سلام مسنون اور درخواست دعا۔ فقط۔

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ۔ از دکان حاجی نسیم صاحب (مہر ڈاکخانہ ۱۰ مئی ۶۳ء)

مکتوب نمبر (۷۳)

مکرم محترم مخدوم معظم جناب حضرت الشیخ الاستاذ ادام اللہ مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:

حضرت عالی کا والانامہ موصول ہوا۔ شعبان کے بارہیں وعدوں کی خبر سے مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہی اپنے فضل سے اس کے ایفار کی شکلیں پیدا فرمادیں۔ ہر دو حضرات سے مشوروں کی یقیناً بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اور ان کے عدم تعاون سے کام میں ایک طرح کا نقص ہے۔ اپنے یہاں کی کام کی صورتوں میں تقیید نے اپنی سہارنپور تک کی حاضری میں باوجود ارادوں اور جی کے چاہتے رہنے کے دشواری پیدا کردی۔ ان حضرات کی بھی ادھر کی آمد بہت دنوں سے ملتوی ہوچکی۔ شعبان کی تشریف آوری پر اس کے بارے میں گفتگو کیجائے گی۔ پھر بندہ کے بارہیں جیسا جناب حکم فرمادیں گے تعمیل کی کوشش کی جائے گی۔ حجاج کے بارہیں اپنی بساط کے موافق جو کچھ ہورہا ہے وہ کیا جارہا ہے اب مزید کوشش کیجائیگی۔ وہ حضرات جو ان کے ذہن میں ہوں تحریر فرمادیں۔ اللہ رب العزت کے لطف سے ان حضرات نے حج میں کام ہونے کی ضرورت کا احساس فرمایا اس پر عمل کی راہیں بھی اللہ جل شانہٗ کشادہ فرمادیں۔

بندہ محمد یوسف عفرلہٗ۔

مکتوب نمبر (۷۴) (بنام کارکنان تبلیغ)

مکرم ومحترم بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ)

میرے بزرگ! یہ تبلیغ کا کام جو بار بار زبانوں پر آرہا ہے حق تعالیٰ کا ایک عطیۂ دینیہ ہے جس کو انھوں نے محض اپنے لطف وکرم سے ظاہر فرمایا ہے۔ جس کا خلاصہ امت مرحومہ میں اس دوڑ دھوپ کو زندہ کرنا ہے جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل انبیائے کرام اٹھائے جاتے تھے اور آپ کی تشریف آوری اسی

دوڑ دھوپ پر امت مرحومہ کو ڈالنے کے لئے ہوئی۔ بندگی کی زندگی کا وجود و بقا اسی پر موقوف ہے۔ اس کے احیاء کے بقدر روحانی زندگی وجود میں آتی ہے۔ اور اس کے وجود کے بقدر عالم انسانیت سے بلائیں ٹلتی ہیں۔

یہ جد و جہد کلی طور پر دین ہے اور بقیہ چیزیں صرف جزوی طور پر۔

اس دوڑ دھوپ کا اختلاط پورے دین کا اختلاط ہے۔ اسکے اندر کی سستی تمام معاصی کی جڑ ہے۔ اس کے اندر کی کوتاہی کی زد منشائے رسالت پر پڑتی ہے۔ آپ کی تشریف آوری کا مقصد یہی تو ہے کہ ہم آپ کی والی زندگی کے فروغ کے لئے آپ کی طرح جد و جہد کریں۔ یہی ہماری زندگی کا مقصود ہے اور اسی کے حقوق کی ادائیگی کے بقدر دین پر چلنے کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور غیبی مددیں مومنین کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔ اسی مبارک مقصد کیلئے اپنی ضروریات کے کھلنے کے بقدر ایمان کی قوت اور بوت کے پیدا کئے ہوئے اسباب سے وابستگی اور دین پر عمل کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حق تعالیٰ شانہ کے پیدا کیے ہوئے خواص سے انتفاع کا دروازہ کھلتا ہے۔ ابھی تک اس مبارک کام کو مقصود بنا کر جد و جہد کرنے والے خال خال ہیں اور اکثر و بیشتر احباب تابع کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ تاہم ابتک کام کرتے رہنے کی بناء پر حق تعالیٰ شانہ نے کام کے فروغ کی بہترین صورتیں پیدا فرما دیں۔ بہار، بنگال، دوآبہ، کراچی، دوران حج میں اور ملک عرب میں جو کام ہوا ہے اس نے نئے نئے حالات ایسے پیدا کر دیے ہیں کہ ان کو پوری طرح اخذ کر کے آپس کی مشاورت کے ذریعہ ان صورتوں کی تکمیل کے لئے مناسب اقدام اور مناسب جد و جہد نہ کی تو آئندہ یہ کام ترقی سے رک جائیگا۔

اس کیلئے بہت فکر کے بعد دس ۱۰ فروری جمعرات سے سترہ ۱۷ فروری تک کا اجتماع مقرر کیا گیا ہے۔ تاکہ مختلف مجلسوں میں کام کی اس وقت کی فضا سامنے آسکے۔

اس کیلئے آپ زیادہ سے زیادہ وقت فارغ کر کے اور اپنے پرانے کام کرنیوالے احباب کو ساتھ لیکر تشریف لائیں ورنہ کم ازکم ہفتہ عشرہ کے لئے تو ضرور ہی تشریف لائیے۔

فقط والسلام۔ بندہ محمد یوسف عفی عنہ۔

مکتوب نمبر (۷۵)

مخدوم مکرم معظم محترم جناب حضرت الشیخ الاستاذ ادام اللہ مجدکم و متعنا والمسلمین بفیوضکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حق تعالیٰ شانہ کے فضل سے جماعتوں کی نقل وحرکت احوال کے اعتبار سے ترقی پذیر ہے۔ کل ہی پالن پور سے میاں انیس سلمہ پینتیس (۳۵) آدمیوں کی جماعت چلہ کی لیکر آئے۔ مولوی سلیمان صاحب بریلی ریاست بھوپال سے بخیریت واپس آگئے مئی جون میں وہاں کے احباب کی آمد کے وعدے کثرت سے ہوئے۔ فریدی و منشی بشیر وغیرہ احباب علی گڈھ ہیں۔ وہاں سے مرادآباد و بریلی وغیرہ کا رخ کرینگے۔

مولوی یونس و حسن خاں و سلیمان وغیرہ آگرہ میں پناہ گزینوں میں کام کر رہے ہیں۔ عبدالوہاب اور مولوی عبدالستار وغیرہ بہار گئے ہوئے ہیں منشی بشیر خورد وغیرہ گورکھپور وغیرہ میں کام کر رہے ہیں۔ دہلی میں بھی پانچ چھ جماعتیں کام کر رہی ہیں، میوات میں بھی چار پانچ جماعتیں لگی ہوئی ہیں۔ پلڑہ وغیرہ کے علاقہ میں بھی جماعت لگی ہوئی ہے۔

قریب ہیں میوات سے کثرت سے احباب کے آنے کی توقعات ہیں، اسباب ظاہر یہ و مادیہ کے اعتبار سے اگرچہ یہاں کا مسئلہ بہت ہی انحطاط کا رخ اختیار کیئے ہوئے ہے مگر ایمان اور اس کی جد وجہد اور نقل وحرکت کی خبروں وعدوں کے راستہ سے بڑی بڑی توقعات اور امیدیں ہیں۔

حضرتِ عالی! ایسے وقت میں جب کہ ایمان کے راستہ کے احیار کے لئے عوام

اپنی بساط سے اونچی مقدار میں قربانیں دے رہے ہیں۔ اگر خواص کی توجہات بھی ان کے ساتھ ہوتیں اور ان کا ان اسباب کے ذریعہ اذعان ویقین اپنی شان کے مطابق ہوتا تو نہ معلوم ان مساعی و قربانی کی راہ سے کتنی مددوں کے ظہور کی صورتیں ظہور پذیر ہوتیں۔

حضرت عالی! خصوصیت کے ساتھ ان عالی اسباب کے راستہ سے غیبی نصرتوں اور مددوں کے دروازے کھلنے کے لئے پوری طرح دعا فرماویں۔ جن اسباب کے انحیا پر انبیاء کرام کے ہاتھوں انتہائی نامساعد و ناموافق ذلت وخوف وہراس و پریشانیوں کے منظروں کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنی شان خالقیت و ربوبیت سے مبدل فرمادیا۔

بندہ کی اپنی ذات کے ایمان و اعمال ایمانیہ پر استقامت و ترقی کے لئے بھی خصوصیت سے دعا فرمائیں۔

بندہ محمد یوسف عفرلہ۔ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ چہارشنبہ۔

مکتوب نمبر (۷۶)

مخدوم مکرم معظم محترم جناب حضرت الشیخ الاستاذ۔ ادام اللہ مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کراچی سے واپسی کے بعد ہی حاضری کا ارادہ تھا۔ پھر جناب عالی کی بیماری کے متعلق علم ہوا تو اور بھی فکر ہوا۔ اہلیہ کے متعلق معلوم ہو کر فکر ہوا۔ پہلے بھی تفکرات کچھ کم نہ تھے۔

یہاں کی فضائیں بھی بہت نامساعد ہوتی چلی جارہی ہیں۔ اہل میوات کی پریشانیاں بھی حد سے زیادہ ہیں۔ اس مبارک کام کے لئے حرکت بھی کم ہورہی ہے یہ مستقل ایک فکر ہے۔ سید رضا حسن پر فالج کا اثر ہے وہ دہلی کے شفاخانہ میں داخل ہو چکے۔ اسلئے آج باوجود ارادہ کے نہ آسکا۔ حضرت عالی کی تشریف آوری کو

موجودہ حالات میں کام کی موجودہ حرکت اپنے اہل لوگوں کے اجتماع اور وقتاً فوقتاً یہاں کے کچھ نہ کچھ قیام کی بہت متقاضی ہے کہ یہاں کے سب کام کرنیوالوں کے خلط ملط سے اپنوں کی بے عنوانیاں دور ہوں اور کام اہل لوگوں کے ہاتھوں میں رہے۔ یہ تو ہیں موجودہ تقاضے۔ باقی جیسے ارباب اہل فہم وبصیرت واصحاب حل وعقد کی آراء ہوں۔ جناب عالی اس سے مطلع فرمادیں: فقط والسلام۔

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ۔

مکتوب نمبر (۷۹)

مخدوم مکرم معظم جناب حضرت الشیخ الاستاذ ادام اللہ مجدکم ومتعنا والمسلمین بفیوضکم وطول بقائکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

گذارش آنکہ مولانا احتشام الحسن صاحب کا گرامی نامہ جمعرات کی دوپہر کے پہنچنے کا صادر ہوا تھا۔ مگر نہ معلوم کیا وجہ ہوئی کہ ابھی شنبہ کی دوپہر تک تشریف نہیں لائے۔ شاید اب تشریف لے آئیں۔

قریشی بھی پندرہ دن کیلئے کم ازکم کراچی جاچکے۔ اس سے پہلے ان کی واپسی نہیں ہوسکتی۔ اس کے بعد بھی اگر بلایا جائے تو آسکتے ہیں۔ حاجی نسیم بھی اتوار کے روز بمبئی جارہے ہیں۔ حافظ صاحب بھی نہیں ہونگے ایسے میں تو بالکل ہمت نہیں پڑتی کہ آنجناب کو تکلیف دوں۔ مگر میوات کے حالات برابر خطرناک ہوتے چلے جارہے ہیں۔ ایکطرف اگر کچھ سدھرتے ہیں تو دوسری طرف زور شروع ہوجاتا ہے۔ اس وقت کی بھی اطلاع ہے کہ بھرتپور کے راجہ نے علانیہ اہل میوات کے اپنے علاقہ والے دیہات کو جلانا شروع کردیا ہے۔ بہت سے دیہات جلائے جاچکے۔ اس وقت حاجی سائیمر کے گاؤں پر چڑھائی کی خبر ہے۔ اور داروغہ جی کے گاؤں پر تین دن سے لڑائی ہورہی ہے۔

اہل میوات کی حالت اس وقت انتہائی نازک اور قابل فکر ہے تبلیغ کے لئے نکلنے میں اس کا حقیقتاً انسداد ہے۔ مگر اس کیلئے جذبات بالکل نہیں ابھر رہے ہیں۔

حضرت عالی! اپنی پوری توجہ ان کے تبلیغ کیلئے نکلنے کی طرف فرمادیں۔ کراچی سے آئی ہوئی جماعت آگرہ بھوپال، بڑودہ جارہی ہے۔ بہار سے آئی ہوئی جماعت بٹالہ وغیرہ گئی ہوئی ہے۔ بہار بھی کچھ افراد گئے ہوئے ہیں۔ اچھے حالات کی اطلاع آئی ہے دہلی کے پناہ گزینوں میں بھی کام ہو رہا ہے۔

حضرت عالی! اس سب میں جان پڑنے کیلئے انتہائی دعا فرمادیں۔ کاموں کا کثرت سے ہجوم رفقار کی قلت معاونین کا اور جانے والوں کا بلاؤں میں گھر جانا اپنے ضعف و انحطاط کی وجہ سے سخت متفکر کرنے والی چیزیں ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ ہی اپنی شدت نصرت و کثرت رحمت سے جبر فرمادیں: بندہ محمد یوسف عفرلہٗ۔

مکتوب نمبر (۸۰) (بنام شیخ اباجی مدظلہٗ)

مخدوم مطاع شمع رشد و ہدایت آفتاب کرم و ارشاد۔

متعنا اللہ تعالیٰ شانہ بفیوضکم الوافرہ وبرکاتکم الکاثرہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج سامی!

حضرت عالی۔ کام اپنی رفتار کے اعتبار سے بڑھتا جارہا ہے۔ اور جماعتوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بہت کافی بڑھ رہا ہے۔ موجودین کی قلت اور کس مپرسی اور ضعف و احتیاج بھی اسی کے بقدر بڑھ رہی ہے۔ فتنے ہر طرف پورے زور لگا رہے ہیں، جو لوگ انداد اور کام کے صحیح رخ پر پڑتے رہنے کا ذریعہ بنتے اور کام کے اندر ہوتے ہوئے ذرا سی توجہ اور التفات سے نہ معلوم کتنی چیزوں کا ذریعہ بنتے اور ان کی تھوڑی تھوڑی قربانی سے نہ معلوم چیز کہاں سے کہاں پہنچتی۔ آج ان کی نظر التفات نہ جانے کہاں ہے اور وہ توجہ و قوت جو کام میں ہوتے ہوئے اس کو قوت و ترقی دیتی اور سمجھدار

اشخاص کے ذریعہ نہ جانے کتنی جماعتوں کے رخ کی تبدیلی اور فضا کے ہموار ہونے کا ذریعہ بنتی وہ نہ معلوم کدھر صرف ہو رہی ہے اور کیا نتائج ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔

اس وقت تبلیغ فتن و ترتیبات کے درمیان ہے۔ ایک طرف لوگوں کا اسطرف استقبال اور جماعتی نقل و حرکت اور نئے طبقات کا دفتری حضرات کا۔ پروانہ وار امنڈ آنا دوسری طرف اپنے آدمیوں کا بھیجنا جن سے ساری قوم کے بہنے کا خطرہ ہے تیسری طرف ہر فتنہ کا اپنے زوروں کے ساتھ کھڑا ہونا۔ ان کس مپرسوں پر جو کچھ گذرتی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب واقف ہے۔ تاہم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ کے بموجب اور حضرات عالی کی توجہات اور دعاؤں کی برکت سے کام میں کمی نہ کرتے ہوئے کثرت التفات کے ہم ضعفا بیحد متمنی ہیں۔

کراچی والی جماعت بھی اب ریاست بھاولپور میں داخل ہو کر بڑے جذب و شوق کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ جناب عالی اور حضرت رائے پوری مدظلہ العالی کے متعلقین اس علاقہ میں بکثرت رہتے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ اس علاقہ میں خود بھی اور حضرت اقدس مدظلہ العالی بھی نگاہ کرم ڈالکر ذرہ نوازی فرماتے اور احباب و وابستگان کو کام پر پڑنے کی تحریض فرماکر اس جماعت کا خصوصیت کے ساتھ استقبال و تعاون فرمانے کے ذریعہ ان کی ہمت افزائی اور شوق و جذب کی زیادتی اور غمخواروں کی وجہ سے تسلی کے افراد مہیا ہونے کی طرف توجہ خاص مبذول فرماتے۔

فقط والسلام۔ بندہ محمد یوسف غفرلہٗ

بقلم محمد عبید اللہ بلیاوی کان اللہ لہٗ۔

مکتوب نمبر (۸۱) (بنام حضرت شیخ زاد مجدہٗ)

مخدوم و مکرم و محترم بندہ دام مجدکم۔ السلام علیکم و علیٰ من لدیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔
اپنی ہزار گندگیوں کے ساتھ سرزمین مبارک میں قدم رکھدیا ہے۔ ظاہری صورت اپنے

لئے حجاب نہ بن جائے اور یہاں کی باطنی دولتوں سے حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل وکرم سے نواز دیں۔ اور اس دین کی سرسبزی عالمگیر صورت کے ساتھ ہو جائے۔ جس کیلئے آپ جیسوں کو چھوڑ کر یہاں آنا ہوا۔ یہ سب امور بانتہائی دعوت اور توجہات کے طالب ہیں۔ آپ خود بھی دعوات وتوجہات سے اعانت فرمائیں اور حضرت اقدس مولانا رائپوری دام مجدہ العالی سے بھی لجاجت کے ساتھ درخواست پیش فرما دیں۔ اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلیٰ من لدیکم عرض فرما دیں۔

بندہ محمد یوسف غفرلہ، طہران چہار شنبہ۔



حواشی

از قلم

محمد شاھد سہارنپوری

۱ے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹوی مہاجر مدنی

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی ولادت آخر صفر ۱۲۶۹ھ مطابق اوائل دسمبر ۱۸۵۲ء میں انبہٹہ ضلع سہارنپور میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ بی مبارک النساء مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کی حقیقی بہن اور استاذ الکل حضرت مولانا مملوک علی صاحب کی بیٹی تھیں۔ پانچ سال کی عمر میں آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا اور قاعدہ شروع کرایا گیا۔

فطرتاً ذہین وطباع ہونے کی بنا پر بہت جلد قرآن شریف ناظرہ ختم کیا۔ اس کے بعد اردو فارسی کی ابتدائی کتابیں انبہٹہ اور نانوتہ میں مختلف علماء سے پڑھکر اپنے چچا کے ہمراہ گوالیار تشریف لیگئے۔ وہاں پہونچکر میزان الصرف صرف میر اور پنج گنج سے پڑھائی شروع کی۔ کچھ عرصہ بعد آپ گوالیار سے واپس چلے آئے اور مولانا سخاوت علی صاحب کے پاس پڑھنا شروع کیا۔ کچھ عرصہ بعد جب دارالعلوم وجود میں آیا تو آپ وہاں اپنے ماموں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے پاس تشریف لیگئے اور کافیہ کی جماعت میں شامل ہوئے۔

دارالعلوم دیوبند کے قیام کے چھ ماہ بعد رجب ۱۲۸۳ھ میں مظاہر علوم کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ یہاں بھی آپ کے ماموں حضرت مولانا محمد مظہر صاحب اونچے مدرسین میں تھے۔ اس لئے آپ دارالعلوم سے مظاہر علوم میں منتقل ہو گئے۔ قدرت کو بھی یہی منظور تھا کہ جس مظاہر علوم کو آپ کے مبارک ہاتھوں پروان چڑھنا تھا اسی کے آپ فارغ اور خوشہ چیں ہوں۔ چنانچہ آخیر تک جملہ کتب تفسیر وفقہ حدیث مظاہر میں رہ کر پڑھیں۔

جب آپ ۱۲۸۸ھ میں مظاہر علوم سے فارغ ہو گئے تو یہیں تین روپے مشاہرہ پر معین مدرس مقرر ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک انیس ۱۹ سال کی تھی۔ کچھ عرصہ بعد آپ مولانا فیض الحسن صاحب کی خدمت میں لاہور تشریف لیگئے اور علوم ادبیہ حاصل کئے۔ چند ماہ بعد تشریف لائے تو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے ارشاد پر قاموس کا اردو ترجمہ کرنے کیلئے منصوری تشریف لیگئے

یہاں دو تین ماہ قیام رہا۔ اس کے بعد مدرسہ عربیہ منگلور میں صدر مدرس بن کر تشریف لائے۔ یہیں کے قیام میں حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی سے بطور مشورہ کے دریافت کیا کہ ہمارے نواح میں چند بزرگ ہیں۔ آپ ہیں، حضرت مولانا رشید احمد صاحب ہیں۔ مولانا شیخ محمد صاحب اور قاضی اسمٰعیل صاحب ہیں۔ میں کس سے بیعت ہوں۔ حضرت نانوتوی نے حضرت گنگوہی سے بیعت ہونیکا مشورہ دیا۔ چنانچہ آپ گنگوہ تشریف لیگئے اور امام ربانی سے بیعت ہوئے۔

درس و تدریس کے سلسلہ میں آپ بھوپال، بہاولپور کے بعد بریلی اور دارالعلوم دیوبند بھی تشریف لیگئے۔ ان سب جگہوں سے فارغ ہوکر ۱۳۱۴ھ میں مظاہر علوم میں تشریف لائے اور چالیس ۴۰ روپیہ مشاہرہ پر صدر مدرس بنائے گئے۔ تشریف آوری کے بعد ابتدائی کتب میر زاہد ملا جلال سے لیکر بخاری شریف، ابو داؤد شریف، ترمذی شریف وغیرہ سب ہی کتب پڑھائیں۔ ۱۳۳۶ھ میں مدرسے کے سرپرست بھی بنائے گئے تھے۔

اسفارِ حج آپ نے سات حج کئے جن میں پہلا حج بھوپال سے اور دوسرا بہاولپور سے کیا۔ اس کے بعد بقیہ پانچ حج سہارنپور سے کئے۔ ان تمام حجوں کی مختصر سی تاریخ ترتیب وار درج کی جاتی ہے:

پہلا حج:۔ آپ نے ۱۲۹۳ھ میں بھوپال سے کیا۔ اس وقت آپ حضرت امام ربانی کی تعمیل ارشاد میں وہیں مقیم تھے۔ اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کا قیام اس وقت مکہ مکرمہ میں ہی تھا۔ مکہ مکرمہ میں آپ اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ہی کی خدمت میں رہے اور خوب سیراب ہوئے۔ مدینہ منورہ کا راستہ اس زمانہ میں بڑا خطرناک تھا۔ بکثرت قتل و غارت گری ہورہی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے راستہ کے حالات بتلاکر دریافت فرمایا کہ مولوی خلیل احمد کیا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت میرا قصد تو مدینہ منورہ کا پختہ ہے کیونکہ موت کیلئے جو وقت مقدر و مقرر ہوچکا وہ کہیں بھی نہیں ٹل سکتا۔ اور اس راستہ میں آجائے تو زہے نصیب کہ مسلمان کو اور کیا چاہیے۔

اللہ کا فضل ہے کہ اس نے یہاں تک پہنچا دیا۔ اب اگر موت کے ڈر سے مدینہ طیبہ کا سفر چھوڑ دوں تو مجھ سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا۔ یہ جواب سن کر حضرت کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور فرمایا بس بس تمھارے لئے یہی رائے ہے کہ ضرور جاؤ اور انشاء اللہ پہنچو گے چنانچہ آپ تشریف لیگئے اور دو ہفتہ قیام فرماکر واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔

دوسرا حج۔ آپ نے اس وقت کیا جب آپ بھاولپور میں تھے۔ اس سفر کی روانگی کی تاریخ حضرت نے اپنی بیاض میں اس طرح تحریر فرمائی ہے۔ چوبیس ۲۴ شوال ۱۲۹۷ھ بروز پنجشنبہ اسی سفر میں اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے آپ کو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی اور اپنی دستار مبارک مرحمت فرمائی۔

تیسرا حج۔ ۱۳۲۳ھ میں سہارنپور سے کیا جس کیلئے وسط شوال میں یہاں سے روانہ ہوکر بائیس ۲۲ ذیقعدہ کو مکہ مکرمہ پہنچے۔ اور سات محرم کو مدینہ منورہ پہنچے۔ نو ماہ قیام فرمانیکے بعد شوال ۱۳۲۴ھ میں واپس تشریف لائے۔

چوتھا حج ۱۳۲۸ھ میں کیا۔ اس مرتبہ اعلیٰ حضرت رائے پوری مع ایک کثیر جماعت کے بھی بقصد زیارت حرمین تشریف لے گئے تھے۔ وسط ذیقعدہ میں سہارنپور سے چلکر چھ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے۔ حج کے بعد مدینہ تشریف لیگئے اور بائیس روز وہاں قیام فرماکر آخر صفر ۱۳۲۹ھ میں واپسی ہوئی۔

پانچواں حج شوال ۱۳۳۳ھ میں حضرت شیخ الہندؒ کی معیت میں ہوا (یہ معیت گو ابتداء سفر سے نہیں ہوئی تھی) یہی وہ تاریخی سفر ہے جس میں طویل مشوروں کے بعد یہ طے ہوا تھا کہ حضرت شیخ الہند کے سفر حج کے دوران انگریزوں کے خلاف ان کی چلائی ہوئی تحریک کے نگراں اور ذمہ دار حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری ہونگے۔

اس سفر کیلئے روانگی شوال ۱۳۳۳ھ میں ہوئی۔ وہاں پہنچکر شریف حسین کی اذیتوں اور تکلیفوں کی وجہ سے قیام مشکل ہوگیا تو حج سے پہلے ہی شوال ۱۳۳۴ھ میں وہاں سے چلنا

تجویز ہوا، چنانچہ آخر شوال میں مکہ مکرمہ سے روانہ ہوکر آٹھ ذیقعدہ کو بمبئی پہنچے. یہاں پہنچکر آپ گرفتار کیے گئے اور نینی تال جیل میں محبوس ہوئے۔

چھٹا حج ۱۳۳۸ھ میں ہوا، جس کے لئے دو شعبان کو سہارنپور سے روانگی ہوئی اور گیارہ شعبان کو مکہ مکرمہ پہنچے۔ مولانا محب الدین صاحب کے اصرار پر محرم ۱۳۳۹ھ میں وہاں سے روانہ ہوکر شروع صفر میں سہارنپور رونق افروز ہوئے۔

ساتواں حج یہ حضرت نوراللہ مرقدہ کا آخری سفر حج ہے جس کیلئے آپ سولہ ۱۶ شوال کو سہارنپور سے چلے اور حیدرآباد کو ہوتے ہوئے بمبئی پہنچے، سات ذیقعدہ کو زیانی جہاز سے روانہ ہوکر اکیس ۲۱ ذیقعدہ کو جدہ پہنچے اور اونٹوں کے ذریعہ مکہ مکرمہ روانہ ہوئے بائیس ۲۲ ذی الحجہ مطابق دو جولائی ۱۹۲۶ء شنبہ کو مدینہ منورہ کیلئے روانگی ہوئی اور راستہ میں مختلف جگہ ٹھہرتے ہوئے آٹھ یا نو محرم کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ پھر ہمیشہ کیلئے یہیں کے ہور ہے اور پندرہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ چہارشنبہ کو بآواز بلند اللہ اللہ کہتے ہوئے رخصت ہو لیئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

مزید تفصیل کیلئے یہ کتب پڑھیے:

(۱) تذکرۃ الخلیل ـــــــ تالیف. مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی
(۲) آپ بیتی ـــــــ حضرت شیخ زادمجدہ
(۳) تاریخ مشائخ چشت ـــــــ حضرت شیخ الحدیث زادمجدہ
(۴) تاریخ مظاہر (جلد اول) ـــــــ حضرت شیخ الحدیث زادمجدہ
(۵) اکابر کا رمضان ـــــــ حضرت شیخ الحدیث زادمجدہ
(۶) تاریخ مظاہر (جلد دوم) ـــــــ محمد شاہد سہارنپوری
(۷) ولی کامل ـــــــ تالیف. مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری

۵۲. مہتمم صاحب کا مصداق حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب سہارنپوری ہیں. یہ مظاہر

کے اولین افراد میں سے تھے۔ ۱۲۸۴ھ میں مظاہر میں داخل ہوئے اور صرف ونحو فقہ اصول ومعقول اور کتب حدیث مظاہر میں داخل ہوکر پڑھیں۔ ۱۲۸۸ھ میں فارغ ہوئے۔ ۱۲۸۹ھ میں استاذ مدرسہ اور ۱۲۹۰ھ میں مہتمم بنائے گئے۔ بیس۲۰ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ میں وفات پائی۔ قبرستان حاجی شاہ میں دفن کئے گئے۔ مزید پڑھیے تاریخ مظاہر جلد دوم کا باب دوم۔

۳؎ اس زمانہ میں مدرسہ کے سرپرستان یہ حضرات تھے۔ اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری۔ حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔ حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی۔ والد ماجد حضرت شیخ الہند رحمہم اللہ۔

۴؎۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی ۶ غرہ محرم ۱۲۸۸ھ مطابق تئیس۲۳ مارچ ۱۸۷۱ء پنجشنبہ کو اپنے آبائی وطن قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام بلند اختر تھا۔ سات۷ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر کے اپنے والد محترم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سے عربی پڑھنی شروع کی۔ منطق اور ادب کے علاوہ باقی کتابیں آپ نے مدرسہ حسین بخش دہلی میں پڑھیں۔ جب حدیث پڑھنے کا نمبر آیا تو طبعی ذہانت اور ذکاوت کی بنا پر حضرت اقدس سہارنپوری نے امام ربانی سے درخواست کی کہ ایک مرتبہ دورۂ حدیث میری خاطر مولوی یحییٰ کو اور پڑھا دیجئے۔ کہ ایسا شاگرد حضرت کو نہ ملا ہوگا۔ امام ربانی اس زمانہ میں نزول آب کی وجہ سے معذور ہوگئے تھے۔ اور درس وتدریس بند فرما رکھا تھا۔ مگر منظور فرماکر اسباق شروع کرادیے۔ حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہ کی جانب سے جو سند فراغ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کو ملی ہے۔ اس پر تئیس۲۳ شعبان ۱۳۱۳ھ کی تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد آپ بارہ۱۲ برس تک امام ربانی کی خدمت میں رہے۔ یہاں تک کہ امام ربانی کا وصال ہوگیا۔

حضرت کے وصال کے بعد حضرت اقدس سہارنپوری کی طرف سے مجاز بیعت ہوئے۔ آخر میں جب حضرت سہارنپوری کے اسفار بکثرت ہونے لگے اور ضعف بھی بڑھ گیا۔ تو مولانا محمد یحییٰ صاحب کو گنگوہ سے بلایا گیا تاکہ حضرت سہارنپوری کے اسباق مکمل فرمادیں۔ چنانچہ

۲۶ و ۱۳۲۷ھ میں ایک ایک ماہ کیلئے اور پھر ۱۳۳۸ھ سے مستقل قیام کی نیت سے تشریف آوری ہوئی۔

دس ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ نومبر سنہ ۶ کو صبح آٹھ بجے انتقال ہوا۔ قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی۔ مزید پڑھیے آپ بیتی مکمل، ولی کامل صفحہ باسٹھ ۶۲ سوانح یوسفی صفحہ پینسٹھ، تاریخ مظاہر جلد اول صفحہ ۱۱۹، جلد دوم صفحہ ۱۲، تذکرۃ الخلیل ۱۸۹، حالات مشائخ کاندھلہ صفحہ ۲۲۰۔

۵ھ حافظ صاحب کا مصداق حضرت مولانا الحاج الحافظ عبد اللطیف صاحب ہیں۔ یہ مولانا جمعیت علی صاحب پروفیسر بھاولپور کالج کے صاحبزادے مولانا ثابت علی صاحب کے بھتیجے اور مشہور قصبہ پور قاضی کے رہنے والے تھے۔ حضرت اقدس سہارنپوری نے آپ کو شرف دامادی سے نوازا تھا۔ چند ابتدائی کتب اپنے والد محترم سے پڑھکر مظاہر میں چلے آئے اور ۱۳۱۵ھ سے لیکر ۱۳۲۲ھ تک تمام درس نظامی کی تکمیل کی۔ ۲۳ھ میں مظاہر کے مدرس بنائے گئے۔ ترقیات کی مختلف منزلیں طے کرکے ۱۳۴۴ھ میں ناظم بنائے گئے۔ ذو ذی الحجہ ۷۳ھ مطابق بارہ ۱۲ اگست ۱۹۵۴ء کو انتقال ہوا اور قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی۔ مزید حالات کے لئے پڑھیئے تاریخ مظاہر جلد دوم کا دوسرا باب، آپ بیتی حضرت شیخ، اور کتاب ولی کامل ص ۹۵۔

۶ھ متولی صاحب سے مراد متولی محمد جلیل ہیں جو کاندھلہ کے مشہور رئیس۔ اور حضرت سہارنپوری کے مخصوص خدام میں سے تھے۔ چودہ ۱۴ محرم ۱۳۶۶ھ نو دسمبر ۱۹۴۶ء شب میں ساڑھے گیارہ ۱۱ بجے انتقال ہوا۔ وفات سے چند یوم قبل فالج کا شکار ہوگئے تھے۔

۷ھ صاحبزادی صاحبہ کا مصداق امام ربانی حضرت اقدس گنگوہی کی صاحبزادی اور حافظ محمد یعقوب صاحب کی والدہ ماجدہ صفیہ خاتون ہیں۔ ربیع الثانی ۱۲۷۴ھ میں پیدا ہوئیں صاحبزادی صاحبہ نے جس وقت ہوش سنبھالا تو گھر کے کونہ کونہ میں خدائے پاک کی یاد کا چرچا دیکھا۔ پہلی معلمہ خود والدہ ماجدہ بنیں اور ان ہی سے پورا قرآن پاک پڑھا۔ اسکے بعد امام ربانی

سے ترجمہ پڑھنا شروع کیا۔ عزیز واقارب کی چند لڑکیاں بھی اسمیں شریک ہوتی تھیں۔ آپ عام فہم اردو زبان میں قرآن کا ترجمہ کراتے اور اسی ضمن میں ضروریات دین کی تعلیم فرماتے جاتے۔

ماہ ربیع الاول ۱۲۸۹ھ میں آپ کا عقد مسنون ہمراہ حافظ محمد ابراہیم صاحب ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر سولہ سال کی تھی۔ صاحبزادی صاحبہ امام ربانی سے بیعت تھیں اور اکتساب بھی فرمایا۔ آپ کی دین کے متعلق جملہ قابلیتوں کے اظہار میں اتنا کہدینا کافی ہے کہ حضرت امام ربانی نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر عورتوں کو بیعت لینے کی اجازت ہوتی تو میری صغیہ مرید کیا کرتی۔ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب گنگوہ تشریف لائے۔ اس وقت صاحبزادی صاحبہ کی عمر تقریباً تین سال کی تھی۔ حضرت نے انھیں شیرینی کے لئے پانچ روپے مرحمت فرمائے آپ نے وہ روپے لیکر قدموں میں رکھدیئے۔ حضرت نے پھر دیئے انھوں نے پھر قدموں میں رکھدیئے۔ ہر چند حضرت نے پھسلایا کہ تو تو میری بیٹی ہے لیلے۔ مگر صاحبزادی صاحبہ نے نہ مانا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا آخر تو فقیر کی بیٹی فقیرن ہی ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔

• ایں دختر صاحب نصیب است و ہیچ عسرت در دنیا نہ بیند والا زاہد و صالح خواہد شد۔ (مزید پڑھیئے تذکرۃ الرشید و تذکرۃ الخلیل)۔

بارہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ دو مارچ ۱۹۵۰ء پنجشنبہ کے روز انتقال ہوا۔ اسی دن بعد ظہر امام ربانی کے قدموں میں تدفین عمل میں آئی۔ سہارنپور کثرت سے تشریف لاتی رہتیں تھیں اور حضرت اقدس سہارنپوری کے یہاں ایک دو دن قیام کے بعد حضرت شیخ زاد مجدہ کے یہاں پندرہ ۱۵ بیس ۲۰ روز تک مسلسل قیام فرماتیں۔ کیونکہ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب سے بڑا خصوصی تعلق تھا:

؎۵ جناب حامد یار خاں بریلی کے رہنے والے تھے۔ اکابر دیوبند سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ اولاً حضرت سہارنپوری سے بیعت ہوئے ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب سے رجوع کیا۔ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۹۶۴ء میں انتقال ہوا۔ غفر اللہ لہٗ۔

۹ خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی ۔ یعنی تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے حق میں تم سے بہتر ہوں ۔ اس حدیث کی تخریج طبرانی نے کی ہے جو حضرت معاویہ سے منقول ہے ۔ اس مضمون کی اور بھی کئی حدیثیں ملتی ہیں ۔ مثلاً خیارکم خیارکم لنسائھم (رواہ الترمذی عن عائشہؓ) خیرکم خیرکم لنسائہ وبناتہ (رواہ البیھقی عن ابی ہریرۃؓ) اور ما اکرم النساء الا کریم ولا اھانھن الا لئیم (اخرجہ ابن عساکر) کشف الخفاء للعجلونی ص ۳۸۶ ج اول، مطبوعہ بیروت ۔

۱۰ مولانا ظفر علی خاں ۱۲۹۰ھ میں کوٹ میرٹھ میں پیدا ہوئے ۔ سنہ پیدائش نام سے نکلتا ہے کرم آباد تحصیل وزیر آباد پنجاب کے رہنے والے تھے ۔ آپکے والد بڑے اونچے زمینداروں میں تھے ۔ مگر جائداد کا اکثر و بیشتر حصہ سیاسی سرگرمیوں کی نذر ہوگیا ۔ آخر میں کچھ مکانات اور تھوڑی سی زمین باقی رہگئی تھی ۔ ابتدائی تعلیم آپنے وزیر آباد پٹیالہ میں حاصل کی، پھر علی گڈھ کالج سے بی ۔ اے پاس کر کے بمبئی چلے گئے ۔ وہاں مولانا شبلی نعمانی سے ملاقات ہوئی ۔ ان سے حیدر آباد کے حالات سنے تو وہیں چلے گئے ۔ وہاں پہنچکر مرزا داغ کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہو گئے اور اصلاح لیتے رہے ۔ ۶ دسمبر ۱۹۰۹ء کو جب انکے والد کا انتقال ہوا تو زمیندار اخبار مولانا کی زیر ادارت نکلنا شروع ہوا ۔ یکم جنوری ۱۹۱۰ء کو اس کی آٹھویں جلد کا پہلا شمارہ مولانا کی ادارت میں شائع ہوا ۔ اسی وقت سے مستقل شغل اخبار نویسی کا بن گیا ۔ آپ نے اس اخبار کو اتنا فروغ دیا کہ ہر طرف سے قبول عام کی سند ملی ۔ مولانا نے شعر گوئی ابتدائے سن تمیز سے ہی شروع کی ۔ آپ کی نظموں میں مذہبی اور سیاسی عنصر غالب تھا ۔ آپ کے اشعار اور قطعات نے بہوت مرزائیت پر بڑی کاری ضربیں لگائی ہیں ۔ یہ اشعار اور قطعات اب بھی برابر طبع ہو رہے ہیں ۔ اور وہی حلاوت و لطافت اور حقیقت ان میں ملتی ہے جو ایک سچے رسول کی شایان شان ہے ۔ ۲۷ نومبر ۱۹۵۶ء کو انتقال ہوا ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

۱۱ ۔ یہ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا آخری سفر حجاز ہے جو ۱۳۴۶ھ میں ہوا ۔

۱۲ ۔ یہ حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کی مایۂ ناز تالیف ہے جو پانچ جلدوں میں مکمل ہو کر طبع ہوئی اور حال ہی میں ٹائپ پر مصر میں طبع ہو چکی ۔ اسپر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہ کے قیمتی حواشی بھی ہیں ۔ یہ جدید طباعت بیس جلدوں میں مکمل ہوئی ہے اور المکتبۃ الامدادیہ باب العمرہ مکہ مکرمہ سعودی عرب سے مل سکتی ہے ۔

۵۱۳ - عالم اسلام کا یہ مشہور دینی ادارہ یکم رجب المرجب ۱۲۸۳ھ مطابق نو نومبر ۱۸۶۶ء کو وجود میں آیا۔ یہ ابتدا ر محلہ قاضی میں تھا۔ طلبار کی زیادتی اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے منتقل ہوکر موجودہ جگہ پر آیا۔ روز اول سے آج تک اکابر دین اور اہل دل کی سرپرستی اور نگرانی میں رہا۔ چنانچہ قطب عالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری، حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی، حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ، حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب زاد مجدہ، حضرت مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی۔

یہ سب اپنے اپنے دور میں اس کے سرپرست ہے۔ بڑے بڑے نامور علمار اور نامور فضلا نے اس کے دامن میں تربیت پائی۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد انعام الحسن صاحب، مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی، مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی، مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، مولانا محمد اشفاق صاحب کاندھلوی، مولانا الحاج مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی، مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری جیسے بیسیوں نامور اور باکمال افراد اپنے زہد و ورع، خشیۃ و تقویٰ، خدمت دین اور نشر حدیث میں اسی ادارہ کے منت پذیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس ادارہ کو جو امتیازی شان عطا فرمائی ہے اور اپنے جس فضل خاص سے نوازا ہے وہ اس کے وابستگان کی خدمت حدیث اور اس کی نشر و اشاعت ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت اقدس سہارنپوری کی بذل المجہود پانچ جلدوں میں حضرت شیخ زاد مجدہ کی اوجز المسالک چھ جلدوں میں، لامع الدراری تین جلدوں میں، حاشیہ کوکب الدری دو جلدوں میں، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی امانی الاحبار شرح معانی الآثار (غیر مکمل)

چار جلدوں میں۔ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کی التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح سات جلدوں میں، حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی کی فیض الباری اور ترجمان السنۃ، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی حال شیخ الاسلام پاکستان کی اعلاء السنن (اٹھارہ ۱۸ جلدوں میں) خاصہ کی چیزیں ہیں۔ (مزید پڑھیے تاریخ مظاہر جلد اول اور جلد دوم)

۱۱۴ سلطان کا مصداق جلالت مآب عبد العزیز بن عبد الرحمٰن بن فیصل ہیں۔ جو ۱۲۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی پوری زندگی آپس کے اختلافات کو دور کرنے اور اپنے مسلک کی دعوت و تبلیغ اور جہاد کیلئے وقف تھی۔ اور اسی کام کی خاطر جلا وطنی اور قید و بند کی مشقتیں بھی اٹھائیں مگر پائے استقلال میں فرق نہ آیا۔ ہمت مردانہ کی بدولت ایک مختصر سے عرصہ میں بہت سی فتوحات حاصل کیں چنانچہ چار شوال ۱۳۱۹ھ میں ریاض اور ۱۳۲۰ھ میں نجد کے جنوبی علاقے حرج اور فرع فتح کیے۔ ۱۳۲۱ھ میں محمل سدیر اور قصیم کے کچھ علاقوں پر قبضہ کیا یہاں تک کہ ۱۳۲۶ھ میں پورا نجد غیر ملکی اقتدار سے نجات پاکر سلطان عبد العزیز کے زیر نگیں ہوگیا۔ اس کے بعد پانچ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ میں احسا پر، ۱۳۴۰ھ میں عسیر کے ایک علاقہ قصی پر، سات صفر ۱۳۴۳ھ میں طائف پر مکمل قبضہ کیا۔ بعد ازاں ماہ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ میں تکبیر و تہلیل کے ساتھ سعودی افواج مکہ معظمہ میں داخل ہوئیں۔ انیس ۱۹ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں فاتحانہ طور سے داخل ہوئے۔ چھبیس ۲۶ سال تک مکمل جد و جہد کے بعد دو ۲ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ کل عمر چوہتر ۷۴ سال ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (ماخوذ از ماہنامہ البلاغ، سعود نمبر۔)

۱۱۵ شیخ عبد اللہ بن بلیہد یہ حجاز کے قاضی القضاۃ اور مدینہ منورہ کے بڑے باعزت افراد میں تھے۔ ان کی مسند سلطان عبد العزیز کے برابر میں ہوتی تھی۔ یہ ابن بلیہد حضرت اقدس سہارنپوری کے بڑے مداح اور ان کی علمی قابلیتوں اور تقویٰ و پرہیزگاری کے بڑے معترف تھے۔ اور مسائل میں بے تکلف حضرت سے مراجعت کرتے تھے اور اپنے استاذ کے مثل

پیدا ہوئے۔ باپ نے احمد تقی الدین نام رکھا بڑے ہو کر انھوں نے ابو العباس کنیت اختیار کی۔ لیکن خاندانی لقب ابن تیمیہ سب پر غالب آیا۔ سات سال کی عمر میں تاتاریوں کی غارت گری کی بنا پر دمشق آئے۔ یہاں پہنچکر وہ حدیث وفقہ اور عربیت کی تحصیل میں مشغول ہوئے اس عرصہ میں اپنی نوعمری کے باوجود اپنے والد کی مجالس درس وعظ اور علما کے حلقوں میں شرکت کرتے تھے۔ نظری علوم کے علاوہ انھوں نے کتابت وخوش نویسی اور حساب وریاضی کی طرف بھی توجہ کی اور ان کو ان کے اساتذہ سے حاصل کیا۔ اس زمانہ میں حدیث کی کتابت وحفظ اور سماع کا عام رواج تھا۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ نے سب سے پہلے امام حمیدی کی کتاب الجمع بین الصحیحین حفظ کی۔ پھر اساتذہ وعلمائے وقت سے حدیث کی سماعت کی صحاح ستہ اور مسند احمد کی کئی بار سماعت کی۔ ابھی امام ابن تیمیہ کی عمر بائیس ۲۲ ہی سال کی تھی کہ ۶۸۲ھ میں ان کے والد عبد الحلیم بن تیمیہ کا انتقال ہوا۔ اور دار الحدیث السکریہ میں ان کی مسند درس خالی ہوگئی جس کو ۲ محرم ۶۸۳ھ میں ان کے قابل فخر فرزند احمد تقی الدین ابن تیمیہ نے زینت دی اور پہلا درس دیا۔ اس درس میں دمشق کے مشہور فضلا وعمائد شریک تھے۔ امام ابن تیمیہ کی ساری زندگی درس وتدریس اشاعت سنۃ اور رد بدعات میں گذری وہ شریعت اور سنت کے خلاف جو عمل دیکھتے اس کو حتی الامکان اپنے ہاتھ سے بدل دینے اور روکنے کی کوشش کرتے معاندین اور مخالفین کی فتنہ انگیزیوں کی بنا پر کئی مرتبہ قید وبند کی صعوبتوں میں گرفتار ہوئے مگر وہاں پہنچکر بھی وہ قیدیوں کو متواتر اعمال خیر اور سنن کی پابندی پر ترغیب دیتے رہتے اور اعمال صالحہ تسبیح واستغفار کی طرف متوجہ کرتے رہتے۔ سرسٹھ سال کی عمر پاکر بائیس ۲۲ ذیقعدہ ۷۲۸ھ کی شب میں انتقال ہوا۔ انتقال سے بائیس ۲۲ روز پہلے طبیعت خراب ہوئی۔ جنازہ میں شریک ہونے والوں کا کم سے کم اندازہ ساٹھ ہزار سے ایک لاکھ تک کیا گیا ہے:

(ماخوذ از تاریخ دعوت وعزیمت جلد دوم)

۱۸؎ شیخ الاسلام ابن قیم، محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، شمس الدین لقب زرعی نسبت

والد کا نام ابوبکر بن ایوب تھا۔ دمشق میں پیدا ہوئے وہیں عمر گذری وہیں دفن ہوئے۔ ابن رجب کا بیان ہے کہ وہ ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اساتذہ وقت سے حدیث کی سماعت کی اور مذہب حنبلی کی فقہ میں مہارت پیدا کی اور فتویٰ کا کام شروع کیا۔ علامہ ابن قیمؒ کو متون حدیث و رجال حدیث کی طرف بڑی توجہ تھی۔ کثیر العبادت اور بڑے شب بیدار تھے۔ ہر وقت ذاکر شاغل رہتے۔ کئی حج کئے اور عرصہ تک مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ ابن قیم نے عرصہ تک مدرسہ صدریہ میں درس دیا جوزیہ کی امامت مدت تک ان کے سپرد رہی۔ اپنے قلم سے انھوں نے بکثرت کتابیں لکھیں۔ تیئیس[۲۳] رجب ۷۹۱ھ میں چہارشنبہ کی شب میں انتقال ہوا۔ اگلے روز ظہر کی نماز کے بعد جامع مسجد میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور الباب الصغیر کے مقبرہ میں دفن ہوئے رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (انتخاب از تاریخ دعوت وعزیمت جلد دوم)

۱۱۹ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب یہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دیوبندی کے خلف الرشید ہیں۔ متبحر عالم اور عربی کے بہترین ادیب تھے۔ آپ کا تدبر سیاست دانی حلم و انتظام آج تک ضرب المثل ہے۔ جمعیۃ علماء کے بہترین مشیر رہے۔ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب کی وفات کے بعد آپ دار العلوم دیوبند کے صدر مہتمم بنائے گئے۔ رجب ۱۳۴۸ھ میں انتقال ہوا۔

۱۲۰ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دس محرم الحرام ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ اس وقت والد محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب ضلع بجنور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ علامہ عثمانی کی تعلیم کا آغاز ۱۳۱۱ھ میں ہوا۔ حافظ نامدار صاحب دیوبندی اولیں استاذ ہے۔ کتب فارسی مولانا محمد یٰسین صاحب سے پڑھکر ۱۳۱۹ھ میں عربی کا آغاز کیا۔ اور ۱۳۲۵ھ میں تمام دورے کے طلبا میں اول نمبروں سے کامیاب ہوئے۔ طالب علمی کے دور میں ہی آپ طلبا کو منطق وغیرہ کی مختلف کتابیں پڑھاتے تھے۔ آپ کے اساتذہ حضرت شیخ الہند مولانا غلام رسول صاحب سرحدی مولانا محمد یٰسین صاحب شیرکوٹی جیسے حضرات تھے۔ فراغت کے

بعد چند ماہ دارالعلوم میں پڑھا کر مدرسہ فتحپوری میں تشریف لے گئے اور صدر مدرسی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ آپ کو فقہ و حدیث پر بڑا عبور تھا۔ سالہا سال تک دارالعلوم میں ابوداؤد، اور مسلم شریف پڑھائی۔ ڈابھیل کے دوران قیام میں بخاری و مسلم کا درس دیتے رہے فن حدیث میں ان کی تالیف فتح الملہم اہل علم کے لئے سرمایۂ افتخار ہے۔ فن تفسیر میں ہندوستان بھر میں امام جانے جاتے تھے۔ جس کا ثبوت وہ تفسیری شاہکار ہے جو ہندوستان و پاکستان میں بیحد مقبول ہے اور بیسیوں ایڈیشن اس کے شائع ہو چکے۔ آپ نے ۱۹۰۸ء سے لیکر ۱۹۴۵ء تک سینتیس [۳۷] سال کا عرصہ درس حدیث و تفسیر فقہ، منطق، فلسفہ اور علم کلام میں گذارا اور ایک طویل عرصہ تک ملکی سیاسی خدمات اور آزادی ہندوستان کی رہنمائی فرماکر اکیس [۲۱] صفر ۱۳۶۹ھ مطابق تیرہ [۱۳] دسمبر ۱۹۴۹ء سہ شنبہ کے دن انتقال فرمایا (رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (مزید پڑھیے تجلیات عثمانی، حیات عثمانی، بیس [۲۰] بڑے مسلمان)۔

۵۲۱۔ تعلیک بخاصۃ نفسک الحدیث۔ یہ حدیث کا ایک جملہ ہے۔ پوری حدیث کی تشریح یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو مخاطب بناکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم نااہل لوگوں کے درمیان چھوڑ دیے جاؤگے اور وہ آپس میں اسطرح اختلاف کرینگے جیسے انگلیاں ایک دوسرے میں اختلاف کے ساتھ گھس جاتی ہیں۔ اس موقع پر حق کو پکڑ لینا اور ناحق سے الگ ہو جانا اور لوگوں کے خیالات میں مت پڑنا اور عوام سے الگ ہو جانا۔

۵۲۲۔ انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم الآیۃ۔ یہ سورہ ممتحنہ کی ایک آیت ہے۔ جس کا ترجمہ حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ۔ صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنیسے اللہ تعالیٰ تم کو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے ہوں۔ (خواہ بالفعل یا بالعزم) اور تم کو تمھارے گھروں سے نکالا ہو۔ اور (اگر نکالا ابھی نہ ہو لیکن) تمھارے نکالنے میں (نکالنے والوں کی) مدد کی ہو۔ اور جو شخص ایسوں سے دوستی کریگا سو وہ گنہگار ہونگے

۵۲۳۔ تعلیق کا مصداق بذل المجہود ہے۔ حضرت نور اللہ مرقدہ تواضع اور کسر نفسی کی بناء پر اسے تعلیق سے تعبیر فرماتے تھے۔ حالانکہ وہ جیسی کچھ ہے اور جس پایہ کی کتاب ہے۔ اہل نظر سے

مخفی نہیں۔

۲۴؎ اس مکوس کی تحقیق خود حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے براہ راست سلطان عبدالعزیز سے بھی کی تھی جیسا کہ تذکرۃ الخلیل میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ سلطان کے اصرار پر ان کے یہاں تشریف لیگئے۔ وہاں پہنچکر حضرت نے سلطان سے فرمایا مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔ سلطان ہمہ تن گوش ہوگئے کہ فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جمرک (چونگی جو آنے اور جانے والے مال پر لگائی جاتی ہے) کے محصول کا جواز آپ کے یہاں کس دلیل سے ہے۔ کیونکہ شریعت تمام مکوس کو ظلم بتلاتی ہے۔ سلطان نے سکوت کیا اور پھر جواب دیا کہ حضرت جواز تو کسی طرح نہیں مگر مصارف سلطنت آخر کس طرح نکلیں اور حجاز میں تو آمدنی کا کوئی ذریعہ ہی نہیں۔ حضرت نے فرمایا بس میرا مطلب حل ہوگیا۔ اب ملکی معاملات سے مجھے بحث نہیں۔ نہ میں ان کے سمجھنے کا اہل ہوں۔

۲۵؎ حضرت الحاج مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ

حضرت الحاج مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کا اصل وطن تگری ضلع انبالہ ہے حضرت امام ربانی کے مشہور اور ممتاز خلفاء میں تھے۔ سنت نبویہ کے عاشق اور قرآن مجید کے دلدادہ تھے۔ اور چونکہ اس وقت عام طور سے لوگوں کی توجہ قرآن پاک سے ہٹ رہی تھی اسلئے آپ کی توجہ اس کی طرف بہت بڑھی اور جگہ جگہ آپ نے مکاتب قرآنیہ جاری فرمائے۔ خود آپ کے باغ میں ایک مدرسہ تھا جو توکل کا مجسمہ تھا کہ نہ کوئی جائداد اس کیلئے وقف تھی نہ کہیں سے چندہ مقرر تھا۔ باہر سے آنیوالے مہمانوں کے روبرو بھی مدرسہ کا تذکرہ کرنا آپ کو گراں گذرتا تھا کہ یہ تذکرہ بھی ایک قسم کا سوال ہے اور مخلوق پر اپنی حاجت کو پیش کرنا ہے۔ اس مدرسہ میں قرآن شریف کے ساتھ اردو کی دینیات اور نماز روزہ کے مسائل ضروریہ کے رسالے بچوں کو پڑھائے جاتے، تختی لکھوائی جاتی۔

جس طرح آپ کو قرآن مجید کی تعلیم سے عشق تھا۔ اسی طرح اس کی تلاوت سے بھی عشق تھا۔ حافظ قرآن ہونے کی بنا پر بکثرت قرآن پاک پڑھتے۔ رات کا سارا وقت تقریباً قرآن مجید پڑھنے میں خرچ ہوتا۔ عصر سے لیکر مغرب تک کا وقت عام دربار اور سب کی ملاقات کے لئے مخصوص تھا۔ اسکے علاوہ بغیر کسی ضرورت کے آپ کسی سے نہ ملتے اور مکان کا دروازہ بند فرما کر خلوت کا مزہ لوٹتے۔ اور عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے۔

رمضان المبارک میں عبادت وطاعت میں نمایاں اضافہ ہو جاتا۔ خوراک اولاً تو آپکی بہت کم تھی۔ رمضان میں اس کے اندر اور بھی کمی آجاتی۔ افطار وسحر دونوں کا کھانا بمشکل دو پیالی چائے اور آدھی یا ایک چپاتی ہوتا تھا۔ شروع میں آپ قرآن مجید تراویح میں خود سناتے تھے اور دو ڈھائی بجے فارغ ہوتے۔ مگر آخر میں ضعف دماغ کی وجہ سے صرف سماعت فرماتے تھے۔ اور اپنی تلاوت کے علاوہ تین چار ختم سن لیا کرتے تھے۔ ماہ مبارک میں مہمانوں کی آمد اور رسم اسلت پورے ماہ بند رہتی۔ کوئی خط کسی کا بھی عید سے پہلے نہ دیکھا جاتا نہ سنا جاتا۔

قلت طعام۔ قلت منام اور قلت کلام کا آپ مجسمہ تھے۔ امراء سے آپ کو وحشت اور فقراء سے انس تھا۔ اور ہر چند کہ مجسم اخلاق تھے۔ مگر خلاف سنت عقیدہ رکھنے والوں سے آپکو کمال نفرت تھی۔ ایکدفعہ آپ کے کسی مرید نے ضلع روہتک کے ایک عالم کی صفائی کرتے ہوئے یوں کہا کہ حضرت وہ تو حضور کے رشتہ دار ہیں اور بالکل ہمارے ہم خیال ہیں صرف بعض عقائد میں کچھ یوں ہی سا جزوی اختلاف ہے جیسا باہم ائمہ میں۔ آپ کے چہرہ پر ناگواری کے آثار پیدا ہو گئے اور تعجب کے ساتھ فرمایا کہ ہائیں عقائد میں اور اختلاف؟ یہ جزوی ہونا تو آپ کو خود ہی تسلیم ہے۔ میرا تجربہ تو یہ ہے کہ عقائد میں جز تو جز اگر بالکل بھی اختلاف نہ ہو مگر شک وشبہ کا درجہ ہو تو وہ بھی برباد اور گمراہ ہوئے بغیر نہیں بچتا۔ پھر اس کو ائمہ کے اختلاف سے تشبیہ دینا تو بڑی ہی دلیری کی بات ہے۔ بس چاہے عمل میں کتنی ہی کمزوری ہو مگر خدا را کوئی مسلمان بدعت کو سنت سمجھے یا سنت کے سنت ہونے میں شک کرے کہ

یہ بلائے بے درماں مہلک اور سم قاتل ہے۔ آپ کے امر بالمعروف کا طریقہ بھی عجیب پیارا تھا کہ کوئی کتنا ہی بد عمل ہو۔ آپ اس کو چھاتی سے لگاتے اور نہایت نرم اور میٹھے الفاظ میں اسکو اتباع شریعت کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب کے ہمراہ ایک صاحب حاضر خدمت ہوئے جن کی انگلی میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ وہ حضرت کے اخلاق اور مہمان نوازی دیکھ کر حیران ہو گئے۔ اور جب رخصتی مصافحہ کرنے لگے تو عرض کیا کہ میرے لئے دعا فرما دیں۔ حضرت نے ہاتھ تھامے ہوئے ان سے ارشاد فرمایا۔ بہت اچھا انشاء اللہ حکم کی تعمیل کرونگا۔ مگر ایک عرض میری بھی ہے اس کو آپ قبول فرمالیں۔ وہ یہ کہ سونے کی انگوٹھی کو شریعت نے مرد کے لئے حرام رکھا ہے۔ اگر اس گناہ بے لذت کو ترک فرما دیں تو پھر خوش ہو کر دل سے دعا نکلے گی۔ یہ سن کر وہ صاحب شرما گئے۔ پیشانی پر پسینہ آگیا۔ اور فوراً انگوٹھی اتار کر ہاتھ میں لے لی۔

آپ نے وفات سے قبل اپنا تمام سامان حتی کہ بدن کے کپڑے بھی وصیت اور ہبہ کے ذریعہ دوسروں کی ملک بنا دیے تھے۔ مگر تیرہ سو روپیہ نقد زاد راہ بنا کر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کے حوالہ فرما دیا تھا۔ کہ اس کو محفوظ رکھو۔ یہ میرے اور تمہارے سفر حج کا خرچ ہے۔ آخر جوں جوں حج کا موسم قریب آتا گیا آپ کا مرض وضعف بڑھتا اور وصال کا وقت قریب آتا گیا حتی کہ آپ نے سمجھ لیا کہ اب گنجائش نہیں رہی اور تیرہ سو روپیہ ترکہ بنا چاہتا ہے۔ تب آپ نے حضرت مولانا کو بلا کر وہ روپیہ بھی تقسیم کرا دیا۔ کیونکہ آپ مولیٰ کریم سے ایسی حالت میں ملنے کے متمنی تھے کہ دنیا کا کوئی حبہ اور پارچہ بھی آپ کی ملک میں نہ ہو۔

مظاہر علوم سے ساری عمر آپ کا تعلق رہا۔ اس کی خیر و خبر اور ہر قسم کی ضروریات کے کے لئے آپ خود بھی ہر وقت متوجہ رہتے اور اپنے مخلصین کو بھی اس طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔ ۱۳۲۲ھ میں حضرت مظاہر کے سرپرست بھی بنائے گئے تھے۔ آخری لمحات تک آپ نے سرپرستی فرمائی۔

آخری ایام میں آپ کا قیام موضع پیلوں میں ہو گیا۔ جہاں کی آب و ہوا اور فضا صاف اور

ستھری تھی۔ آپ کی بیماری نے چونکہ طول پکڑ لیا تھا۔ اسلئے زائرین آتے اور چلے جاتے۔ کس کو خیال تھا کہ فلاں وقت رخصت کا ہے اور ٹھہرنا چاہیئے۔ ایکدن بعد مغرب حضرت نے فرمایا کہ آج عشا کی نماز ذرا سویرے پڑھ لیجیو۔ چنانچہ یہ سمجھ کر کہ آرام کی خواہش ہوگی نماز اول وقت پڑھی گئی اور آپ چارپائی پر لیٹ رہے۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب بھی بیماری کے ایام میں وہاں پہنچ چکے تھے۔ وہ بعد عشاء دوسرے کمرہ میں جا لیٹے کہ دفعۃً آپ کو آخری کرب شروع ہوا اور حضرت اپنے کمرہ سے لپک کر پاس آئے۔ مولانا نے حضرت کو محبت بھری نظروں سے دیکھا اور آپ کا ہاتھ تھام کر اپنے سینہ پر رکھ لیا۔ حضرت نے پڑھنا شروع کیا۔ اور رائے پور کا یہ آفتاب چند منٹ میں شب کے گیارہ بجکر انیس ۱۹ منٹ پر غروب ہو گیا۔ چھبیس ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق انتیس ۲۹ جنوری ۱۹۱۹ء یوم سہ شنبہ کو آپ رائے پور میں دفن کیے گئے۔ غفر اللہ لہٗ۔

مزید پڑھیے۔

(۱) تذکرۃ الخلیل (۲) تذکرۃ الرشید (۳) سوانح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری (۴) آپ بیتی حضرت شیخ زاد مجدہٗ (۵) اکابر کا رمضان۔
(۶) تاریخ مظاہر جلد اول و دوم۔

۲۶۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کیلئے، پڑھیے حاشیہ نمبر ۴۔

۲۷۔ شاہ صاحب سے مراد شاہ زاہد حسن صاحب ہیں۔ یہ بہٹ کے شرفاء و رؤساء کے ایک قدیم خاندان کے فرد تھے۔ اور باوجود امارت و ریاست کے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سے بڑا خادمانہ و عاشقانہ تعلق رکھتے تھے۔ حضرت کو بھی ان سے نہایت خصوصیت تھی۔ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب فرماتے تھے کہ ان کے ساتھ انتقال کے وقت ایسا واقعہ پیش آیا جس کو القائے نسبت سے تعبیر کرتے ہیں۔ حضرت کی وفات کے بعد حضرت مولانا عبدالقادر صاحب سے خصوصی تعلق اور محبت تھی۔ پانچ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ تیرہ اگست ۱۹۳۷ء میں انتقال کیا۔ (سوانح قادری۔ باختصار ص ۴۸)۔

مدرسہ مظاہر علوم کے ہمیشہ سے بڑے مربی خیر خواہ اور محسن رہے. حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے خصوصی خادم ہونے کا شرف بھی حضرت شاہ صاحب کو حاصل تھا۔

۲۸ھ مولوی عبد القادر کا مصداق حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب ہیں. حالات کے لئے دیکھیے سلسلہ مکاتیب نمبر ۴.

۲۹ھ مہتمم صاحب کا مصداق حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب سہارنپوری ہیں. مزید پڑھیے حاشیہ نمبر ۲.

۳۰ھ اس کا مصداق حضرت شیخ دام مجدہ کی والدہ مکرمہ آپا امۃ الحی صاحبہ ہیں. جو حافظ محمد یوسف صاحب کاندھلوی کی صاحبزادی تھیں. پچیس ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ مطابق پندرہ ۱۵ جولائی ۱۹۱۷ء شب قدر میں عین تراویح کے وقت انتقال ہوا. مزید پڑھیے آپ بیتی جلد نمبر ۳ صفحہ ۸۱.

۳۱ھ برخورداری عائشہ حضرت شیخ کی حقیقی بہن تھیں جن کا نکاح پھوپھا شعیب صاحب سے ۹ صفر ۱۳۳۷ھ ۱۴ نومبر ۱۹۱۸ء پنجشنبہ کو ہوا. تقریباً چالیس سال عمر پاکر ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ پچیس ۲۵ دسمبر ۱۹۴۲ء یوم جمعہ تین بجے شام کو انتقال ہوا. قبیل مغرب کاندھلہ میں تدفین عمل میں آئی. نماز جنازہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زاد مجدہ نے پڑھائی. والدہ مولوی محمد سلمان صاحب ان ہی کی یادگار ہیں.

۳۲ھ شاہ صاحب کا مصداق شاہ زاہد حسین صاحب ہیں. دیکھیے حاشیہ نمبر ۲۷.

۳۳ھ حضرت مولانا سلمہ کا مصداق حضرت مولانا خلیل احمد صاحب ہیں.

۳۴ھ مولانا محمد اشفاق صاحب اعلیٰ حضرت رائے پوری کے حقیقی بھانجے عالم ذاکر و شاغل اور بڑے صالح تھے. یہی خانقاہ کے متولی ناظم اور صاحب جائداد تھے. ۱۳۴۴ھ سے ۱۳۶۷ھ تک دارالعلوم دیوبند...... کی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے. ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ تین ۳ اگست ۱۹۵۱ء پنجشنبہ کی شب میں بارہ ۱۲ بجکر بیس منٹ پر انتقال ہوا. انتقال سے

ایک ہفتہ قبل بخار اور شدید سرسام ہو گیا تھا۔

جمعرات کی صبح کو حضرت رائے پوری نے حضرت شیخ زادمجدہٗ کو نماز جنازہ پڑھانے کیلئے مستقل کار بھیجکر بلایا۔ جمعرات کے دن اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے قدموں میں تدفین ہوئی۔ اس موقعہ پر کئی روز وہاں قیام فرما کر خانقاہ اور مدرسہ کی تولیت کے سلسلہ میں حضرت اور حضرت شیخ نے باہمی مشورے بھی کیئے۔

۳۵ھ۔ مولانا مدظلہ کا مصداق حضرت سہارنپوری ہیں۔ "حالات کیلئے دیکھیے سلسلہ مکاتیب نمبر (۱)۔"

۳۶ھ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کی ولادت انیس ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ مطابق ۶ اکتوبر ۱۸۷۹ء دوشنبہ اور سہ شنبہ کی درمیانی شب میں بانگر مئو ضلع اناؤ میں ہوئی۔ آپ نسبا حسینی سید تھے۔ مگر اس کو کبھی اہمیت نہ دی اور نہ ہی کبھی اپنے نام کے ساتھ سید لکھا ہمیشہ اپنے آپ کو ننگ اسلاف لکھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کے نسب کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو جوابا تحریر فرمایا۔

میں تو اپنے نام کے ساتھ سید لکھتا بھی نہیں ہوں جس کی وجہ یہ ہے کہ مدار نجات نسب نہیں ہے عمل ہے۔ اگر نسبی حیثیت سے کوئی اعلیٰ درجہ کا عالی نسب ہے مگر اعمال قبیح ہیں تو مثل پسر نوح علیہ السلام وہ راندۂ درگاہ خداوندی ہے۔ اور اگر چمار یا بھنگی زادہ ہے مگر وہ مسلمان متقی ہے تو اس کی فوز و فلاح مثل حضرت بلال و صہیب رضوان اللہ علیہما ہے۔ میرے عمل اس ادعا کی اجازت نہیں دیتے۔ مجھے شرم آتی ہے۔"

حضرت اقدس مدنی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا حبیب اللہ صاحب خلیفہ

مجاز حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی) سے حاصل کی۔ جب تیرہ[۱۳] سال کے ہو گئے تو حضرت شیخ الہند کی خدمت میں دارالعلوم دیوبند میں تشریف لے آئے اور یہاں آکر بقیہ تعلیم کی تکمیل کی۔ آپ کے اساتذہ حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب، حضرت مولانا عبدالعلی صاحب محدث دہلوی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب جیسے حضرات تھے۔ اکثر و بیشتر کتب حضرت شیخ الہند سے پڑھیں ہدایہ اخیرین، بخاری شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، موطا امام مالک، موطا امام محمد یہ سب کتب آپ نے حضرت شیخ الہند سے ہی پڑھیں۔ ۱۳۱۶ھ میں آپ کے والد ماجد مع اہل و عیال کے ہجرت کے ارادہ سے مدینہ طیبہ تشریف لیگئے۔ آپ بھی اس قافلہ میں ان کے ہمراہ تھے۔ وہاں پہنچکر آپ نے علوم ادب کی تکمیل فرمائی۔ جو مدینہ منورہ کے مشہور ادیب شیخ آفندی عبدالجلیل سے ہوئی۔ تکمیل کے بعد آپ نے مدینہ منورہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ۱۳۱۸ھ میں آپ ہندوستان تشریف لائے اور محرم الحرام ۱۳۲۰ھ میں واپس ہوئے۔ اس کے بعد آپ کا حلقۂ درس خوب وسیع ہو گیا اور ہر چہار طرف سے طلبا آپ کے پاس آنے لگے۔ چودہ پندرہ سبق روزآنہ پڑھاتے۔ دن رات کے چوبیس[۲۴] گھنٹوں میں تین گھنٹے بمشکل آرام کیا کرتے تھے۔ باقی تمام وقت درس و تدریس کتب بینی اور مطالعہ میں خرچ ہوتا۔

آپ اپنے والد صاحب کے ہمراہ حجاز جانیسے قبل ہی امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے بیعت ہو گئے تھے۔ حضرت امام ربانی نے بیعت کے بعد فرمایا تھا کہ چونکہ تم مکہ معظمہ جا رہے ہو۔ اسلئے وہاں اعلیٰ حضرت سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحب سے ذکر و شغل حاصل کر لینا چنانچہ مکہ معظمہ پہونچکر آپ حسب ارشاد امام ربانی اعلیٰ حضرت کے پاس رہ کر ذکر و شغل میں مشغول ہو گئے۔ اس اثنا میں جو واردات اور حالات مکشوف ہوتے وہ امام ربانی کی خدمت میں بذریعہ مکتوب بھیجتے رہتے اور یہاں سے ان کے شفقت

پھر سے جوابات جاتے۔ جنوری ۱۹۰۱ء میں امام ربانی کا خط حضرت مدنی کے نام گیا کہ ایک ماہ کے لئے گنگوہ آجاؤ۔ چنانچہ آپ اور آپ کے دوسرے بھائی مولانا محمد صدیق صاحب کی ماہ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ میں گنگوہ آمد ہوئی۔ یہاں پہنچکر امام ربانی نے بہت زیادہ عنایات فرمائیں اور دونوں بھائیوں کو ایک ایک جوڑا مرحمت فرمایا۔ مولانا محمد صدیق صاحب نے عرض کیا کہ ہمارے پاس عمامے ہیں وہ ہم آپ کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں۔ ان کو بھی آپ اپنی طرف سے ہمیں مرحمت فرمادیں۔ فرمایا ان کو پھر دیکھا جائے گا۔ پندرہ۱۵ دن قیام کے بعد بین النوم والیقظہ کسی کی طرف سے بشارت ملی کہ تم کو چالیس۴۰ دن بعد اجازت (وخلافت) دیجائیگی۔ ٹھیک چالیس۴۰ دن کے بعد حضرت نے دونوں سے عمامے منگوائکر اور پاس بٹھاکر اپنے دست مبارک سے باندھے اور فرمایا یہ دستار خلافت ہے۔ تم دونوں کو مجھ سے اجازت ہے۔ کچھ مدت قیام کے بعد حضرت مع مولانا صدیق احمد صاحب کے واپس لوٹ گئے۔"

۱۳۳۳ھ میں حضرت شیخ الہند حجاز تشریف لیگئے اور حج سے فراغ پر مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ اسی سال جمال پاشا اور انور پاشا مرحوم بھی دربار رسالت میں حاضری دینے کے لئے آئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد شریف حسین نے انگریزوں سے سازش کرکے ترکوں کے خلاف بغاوت کھڑی کردی۔ اس موقعہ پر حضرت شیخ الہند نے مع اپنے رفقاء کے ترکوں کی حمایت میں سرحدی قبائل کو آراستہ کیا۔ جب شریف حسین نے ترکوں کے خلاف بغاوت کی تو علماء سے فتویٰ لیئے۔ حکومت کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے بہت سے علمائے سوء نے ترکوں کے خلاف جنگ کو جائز قرار دیدیا اور اسپر دستخط کردیے۔ حضرت شیخ الہند اسوقت وہیں مقیم تھے۔ حکومتی سطح کے لوگوں نے آپ سے بھی اس فتویٰ پر دستخط کرانے چاہے۔ آپنے صاف انکار کرتے ہوئے ان کو جواب دیا کہ۔ ان بندگان طمع وزر کے فتویٰ کو میں پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں دیتا۔ اور اپنے پاؤں کے جوتے سے ٹھکراتا ہوں۔ اس جواب پر حضرت

شیخ الہند حضرت مدنی اور مولانا عزیز گل صاحب وغیرہ کو گرفتار کر کے جزیرہ مالٹا میں بھیجدیا۔ یہ حضرات یہاں تقریباً پانچ سال مقید رہے۔ اسی قید کی حالت میں حضرت مدنی نے قرآن پاک حفظ کیا اور حضرت شیخ الہند نے قرآن پاک کا ترجمہ مکمل کیا۔ قید سے رہا ہو کر یہ سب حضرات واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔ حضرت مدنی بھی ساتھ ہی تھے۔ یہاں پہونچکر استخلاص وطن کی خدمات میں مشغول ہوئے۔ اور اسی کے ساتھ دار العلوم دیوبند میں اونچی کتب کا درس دینا شروع کیا۔ ۱۳۴۶ھ سے آپ کے پاس مستقل طور پر حدیث شریف کے ہی اسباق رہے۔ اکتیس ۳۱ سال آپ نے دار العلوم میں گذارے۔

حضرت نے آخری رمضان ۱۳۷۶ھ بانسکنڈی کچھار میں کیا۔ چار رمضان کی شب میں شدت سے بخار ہوا، اسکے باوجود افطار نہیں فرمایا۔ بانسکنڈی سے چھبیس ۲۶ شوال کو آمد کی اطلاع تھی۔ مگر شدت علالت کیوجہ سے تاریخ متعینہ پر تشریف آوری نہ ہوسکی۔ مزید ایک ہفتہ قیام کے بعد آمد ہوئی۔ اسی علالت میں مدراس۔ بنگلور، میسور کا طویل دورہ شروع فرمایا۔ لیکن صحت کے اضمحلال کیوجہ سے درمیان میں ہی واپس تشریف لے آئے۔ کہ چند قدم چلنے اور معمولی سی تقریر سے تنفس کی شدت ہوتی تھی۔ ڈاکٹر اور حکیم معائنہ کر کے مختلف بیماریاں تجویز کرتے رہے۔ ربیع الثانی کے آخر میں تنفس کا بہت غلبہ ہو گیا تھا۔ استفراغ بھی اسی عرصہ میں شروع ہو گیا کہ ہر دوا اور غذا قے میں نکل جاتی۔ بالآخر بارہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ مطابق پانچ دسمبر ۱۹۵۷ء کو جمعرات کے دن وفات پائی۔ اور شب میں تین بجے تدفین عمل میں آئی: رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

مزید حالات کے لئے یہ کتب دیکھیے۔

(۱) نقش حیات (یعنی خود نوشت سوانح) — از حضرت اقدس مدنیؒ

(۲) آپ بیتی — حضرت شیخ زاد مجدہ

(۳) اکابر کا رمضان — از حضرت شیخ زاد مجدہ۔

(۴) بیس بڑے مسلمان — ترتیب مولانا عبدالرشید ارشد

(۵) مکتوبات شیخ الاسلام — مرتبہ، مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی

(۶) تذکرۃ الرشید — حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب

(۷) انفاس قدسیہ — تالیف مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری

(۸) سوانح شیخ الاسلام منظوم — از علامہ انور صابری

(۹) ملفوظات شیخ الاسلام — از مولانا ابوالحسن بارہ بنکوی

۳۷ھ لیست باول قارورۃ کسرت فی الاسلام یہ ایک مشہور مقولہ ہے جو عام طور سے ایسے وقت میں بولا جاتا ہے جب کہ ایک ہی واقعہ یا حادثہ بار بار پیش آوے مسلمانوں کے ساتھ ظلم و تعدی ان کو تکالیف پہنچانا یہ تاریخ میں ہزاروں مرتبہ پیش آچکا اسی کی طرف اس مثل سے اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ کوئی پہلا قارورہ نہیں ہے جو اسلام میں ٹوٹا ہو۔ بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ ان حوادث سے بھرپور ہے۔

۳۸ھ شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ قیس کا ہلاک ہونا تنہا اسی کا ہلاک ہونا نہیں ہے۔ لیکن گویا کہ ایک قوم کے ارکان منہدم ہو گئے۔

۳۹ھ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ ایک دوست کو دوسرے دوست تک پہنچانے کیلئے موت ایک پل ہے۔ یعنی جس طرح ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک جانے کیلئے پُل ذریعہ ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح حبیب سے حبیب کی ملاقات کیلئے موت ذریعہ ہے۔

۴۰ھ ان اولیاء اللہ لا یموتون الخ اللہ کے نیک بندوں کو موت نہیں آتی بلکہ وہ تو ایک گھر (دنیا) سے منتقل ہو کر دوسرے گھر (آخرت) چلے جاتے ہیں۔

۴۱ھ غدا نلقی الاحبہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ان کی اہلیہ محترمہ فرمانے لگیں واحزناہ ہائے افسوس تم جا رہے رہو۔ حضرت بلال نے فرمایا واطرباہ غدا نلقی الاحبہ محمد او حزبہ یعنی کیسے مزے کی بات ہے اور کیسے لطف کی بات ہے۔

کہ کل کو دوستوں سے ملیں گے. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں سے ملیں گے.

۲۴ ولنبلونکم بشیٍٔ من الخوف والجوع الآیۃ. یہ قرآن پاک کی ایک آیت ہے. جس کا ترجمہ یہ ہے. اور دیکھو ہم تمھارا امتحان کرینگے کسی قدر خوف سے اور فاقہ سے اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے " (ترجمہ حکیم الامۃ رح)

۳۴ وما المال والاھلون الخ: شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ مال اور اہل وعیال یہ تو سب (اللہ کی طرف سے تمھارے پاس) امانتیں ہیں اور امانتوں کا ایک نہ ایکدن واپس کرنا ضروری ہو.

۴۴ فما وھنوا لما اصابھم الآیۃ. ترجمہ اس کا یہ ہے. .سو نہ تو ہمت ہاری انھوں نے ان مصائب کیوجہ سے جو ان پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں اور نہ ان کا زور گھٹا اور نہ وہ دبے، اور اللہ تعالیٰ کو ایسے مستقل مزاجوں سے محبت ہے." (ترجمہ حضرت تھانوی) :

۴۵ اہلیہ محترمہ کا مصداق حضرت دہلوی کی رفیقہ حیات ہیں. یہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی والدہ ماجدہ مولانا رؤف الحسن صاحب کاندھلوی (متوفی ۱۳۶۵ھ) کی صاحبزادی تھیں بڑی عابدہ زاہدہ اور صالح خاتون تھیں. ان کا نکاح حضرت دہلوی سے نو ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ مطابق ستره ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۲ء یوم جمعہ کو ہوا. مجلس عقد میں حضرت سہارنپوری، اعلیٰ حضرت رائے پوری اور حضرت تھانوی نے بھی شرکت فرمائی تھی. اولاد کی تربیت کے مسئلہ میں بہت حساس تھیں. انھوں نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی جس طرح تربیت کی اسکے چند قصے سوانح یوسفی کے ابتدائی صفحات میں پڑھے جاسکتے ہیں. اٹھائیس ۲۸ اگست ۱۹۶۵ء کو حضرت شیخ زادمجدہ سہارنپور سے دہلی تشریف لیگئے اور باہر حجرہ میں گھر کی مستورات کو ملاقات کے لئے بلایا جن میں یہ بھی تھیں. حجرہ میں پہنچکر بیٹے کی جگہ خالی دیکھ کرنا قابل برداشت بوجھ پڑا. اور قلبی دورہ کا شکار ہوگئیں اور چند لمحوں میں انتقال فرماگئیں. اسی شب میں مرکز کے پیچھے کے حصہ میں تدفین عمل میں آئی. غفر اللہ لہا. ایک صاحبزادی (موجودہ اہلیہ حضرت شیخ) یادگار چھوڑی :

۱۴۶ھ . چراغ محمد . یہ حضرت اقدس مدنی کا تاریخی نام تھا۔ جو خطوط آپ جیل سے تحریر فرماتے ان میں اکثر و بیشتر اختفار کے پیش نظر یہی تاریخی نام لکھتے تھے۔ جیل کا عملہ اور ملازمین اس نام سے چونکہ ناواقف تھے اسلئے وہ حضرت کے خطوط پر کوئی توجہ نہ دیتے ۔ اور جو خطوط حضرت اپنے مشہور و معروف نام سے تحریر فرماتے وہ روک بھی جاتے تھے اور سنسر بھی ہوتے تھے۔ جس زمانے میں یہ خط لکھا گیا اس وقت آپ الٰہ آباد جیل میں تھے۔ جہاں سے ۶ رمضان ۱۳۶۳ھ مطابق چھبیس ۲۶ اگست ۱۹۴۴ء شنبہ کو رہا ہوئے ۔

۱۴۷ھ لان یھدی اللّٰہ بک رجلاً الخ یہ ایک ارشاد نبوی ہے جو اشاعت اسلام کے سلسلہ میں حضرت علیؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے ۔ کہ اے علی اگر تمہاری وجہ سے کوئی ایک آدمی ہدایت پا جائے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے ۔" (متفق علیہ) "

۱۴۸ھ ۔ ھنیئا لارباب الخ ۔ یعنی نعمت والوں کو نعمتیں مبارک ہوں اور عاشق مسکین کو (وہ درد و فراق) مبارک ہو جسے وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پیتا ہے "

۱۴۹ھ الناس کالابل الخ: راحلہ عرب میں بہترین اونٹ اور عمدہ قسم کی اونٹنی کو کہا جاتا ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں کامل زہد کے ساتھ زندگی گذارنے والے اور آخرت میں پوری پوری رغبت کرنیوالے بہت ہی تھوڑے ہیں ۔ جیسا کہ اونٹوں کی بہت بڑی تعداد میں صرف چند ہی سواری کے لئے موزوں ہوتے ہیں ۔ اس مفہوم کے علاوہ اور بھی مطالب اس حدیث کے بتلائے گئے ہیں جس کیلئے شروح حدیث کی مراجعت کر لی جائے "

۱۵۰ھ وقد یجمع الشتیتین الخ شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی ایسی مختلف چیزوں کو جمع کر دیتا ہے جس کے متعلق ہر گمان کرنیوالا پورا پورا یہ گمان کر لیتا ہے کہ اب یہ جمع نہیں ہو سکتیں "

۱۵۱ھ . چراغ محمد . کیلئے دیکھئے حاشیہ نمبر ۱۴۶ "

۱۵۲ھ . اس شرح سے مراد حضرت اقدس سہارنپوری کی مایۂ ناز تالیف بذل المجہود فی

شرح سنن ابی داؤد ہے:

۵۴۳۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی ۱۲۶۸ھ ۱۸۵۱ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ چھ سال کی عمر ہونے پر تعلیم دینی کا آغاز ہوا۔ قرآن مجید کا اکثر حصہ میاں جی منگلوری سے پڑھا۔ فارسی کی جملہ کتب اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے چچا اور مشہور ادیب مولانا مہتاب علی صاحب سے پڑھیں۔ جب آپ کی عمر پندرہ ۱۵ سال کی ہوئی اس وقت آپ قدوری اور تہذیب پڑھ رہے تھے۔ ۔۔۔ ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم قائم ہوا تو آپ یہیں تشریف لے آئے اور ۱۲۸۴ھ میں کنز الدقائق، میبذی، مختصر المعانی کا امتحان دے کر اگلے سال مشکوٰۃ شریف، ہدایہ، مقامات، پڑھیں۔ ۱۲۸۶ھ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی سے صحاح ستہ اور دیگر کتب پڑھیں۔ فراغت کے بعد حضرت دارالعلوم میں بطور معین مدرس کے اسباق پڑھانے لگے۔ ۱۲۹۲ھ میں بمشاہرہ پندرہ ۱۵ روپے ماہانہ مدرس چہارم بنائے گئے۔ ۱۲۹۳ھ میں ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف، ہدایہ جیسی اونچی کتب پڑھا کر ۹۵ھ میں بخاری شریف پڑھائی۔

۱۲۹۴ھ میں آپ نے حضرت نانوتوی حضرت گنگوہی وغیرہ حضرات کی معیت میں حج کیا۔ وہاں پہنچکر اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر خلافت و اجازت سے بہرہ یاب ہوئے۔ دارالعلوم کے ہمیشہ صدر مدرس رہے۔ ۱۳۳۳ھ میں حج کے لئے تشریف لیگئے اور وہیں سے اسیر فرنگ بن کر مالٹا میں مقید ہوئے پانچ سال وہاں رہے۔ آخر عمر میں جاکر حضرت گھٹنوں کے درد اور وجع المفاصل میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور بھی اعذار ان کے ساتھ ملتے چلے گئے۔ بالآخر اٹھارہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق تیئس ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء سہ شنبہ کو انتقال ہوا۔ دیوبند میں تدفین عمل میں آئی۔ مزید دیکھئے سوانح حضرت شیخ الہند تالیف مولانا الحاج سید اصغر حسین صاحب معروف بہ میاں صاحب، تذکرۃ الخلیل ص ۱۶۲، بیس بڑے مسلمان ص ۲۴، آپ بیتی حضرت شیخ جلد ۳ ص ۱۰، جلد ۴ ص ۲۵،

تذکرہ شیخ الہند از مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب، نقش حیات از حضرت مدنی، علمائے حق از حضرت مولانا محمد میاں صاحب، اسیرِ مالٹا از حضرت مدنی"۔

۵۴ بذل المجہود فی حل ابی داؤد جب پہلی مرتبہ طبع ہوئی تو حضرت شیخ نے اس کا ایک نسخہ حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس مکتوب میں اسی کتاب کا تذکرہ ہے"۔

۵۵ مولوی عزیز گل صاحب قصبہ زیارت کاکا صاحب ضلع پشاور کے رہنے والے ہیں۔ دیوبند کے فارغ اور حضرت شیخ الہند کے خادمِ خاص تھے۔ صوبہ سرحد اور یاغستان میں بارہا حضرت شیخ الہند کی طرف سے سفیر بن کر گئے۔ یہ اسارت مالٹا میں بھی حضرت کے ساتھ تھے۔ ایام تحریک خلافت میں دیوبند خلافت کمیٹی کے صدر رہے پھر مدرسہ رحمانیہ رڑکی میں صدر مدرس رہے۔ وہاں تیسرا نکاح کیا اور پشاور چلے گئے۔ ابھی تک حیات ہیں۔ (دیکھئے بیس بڑے مسلمان کا حاشیہ صفحہ ۴۴۲)"

۵۶ کھوسٹ چچا سے مراد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی ہیں۔ اس لفظ (کھوسٹ) سے حضرت مدنی اور حضرت دہلوی کے درمیان کی محبت و بے تکلفی ایک بڑی حد تک ظاہر ہوتی ہے۔

۵۷ عزیزہ عائشہ کے لئے دیکھئے حاشیہ نمبر ۳۱"۔

۵۸ اہلیہ کا مصداق حضرت شیخ زادمجدہ کی زوجۂ اولیٰ امۃ المتین صاحبہ ہیں۔ یہ حضرت مولانا رؤف الحسن صاحب کی صاحبزادی ہیں۔ انتیس ۲۹ صفر ۱۳۳۵ھ پچیس ۲۵ دسمبر ۱۹۱۶ء بروز دوشنبہ حضرت شیخ کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ نے نکاح پڑھایا۔ پانچ ۵ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ ہفتدہ فروری ۱۹۳۷ء بدھ کی شب میں مغرب و عشا کے درمیان انتقال ہوا۔ حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسی رات تدفین عمل میں آئی (مزید پڑھئے آپ بیتی نمبر ۳ ص ۵۲، ۱۴۰)

۵۹ مولانا ثابت علی صاحب یہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم کے حقیقی چچا ہیں۔ ۱۲۸۳ھ میں جب مظاہر کا آغاز ہوا تو اس وقت یہ مدرسہ کے اولیں طلبا میں تھے۔ ابتداءِ فارسی سے لیکر آخر دورہ تک مدرسہ ہی میں تعلیم پائی۔ یکم محرم الحرام ۱۲۹۷ھ میں معین مدرس بنائے گئے۔ مختلف ادوار میں ترقیات کی منازل طے کر کے دورۂ حدیث شریف میں پہنچے۔ ابن ماجہ مولانا کا خاص سبق تھا۔ چودہ (۱۴) یوم مرض احتباس بول میں مبتلا رہکر بیس (۲۰) ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ شب جمعہ میں انتقال فرمایا۔ اگلے روز سہارنپور کے مشہور قبرستان حاجی شاہ میں تدفین ہوئی۔ مزید پڑھیے تاریخ مظاہر اور آپ بیتی"۔

۶۰ مولانا عنایت الٰہی صاحب کیلئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۲"۔

۶۱ حاجی مقبول احمد صاحب یہ حضرت اقدس سہارنپوری کے خادم خصوصی اور اہلیہ حضرت سہارنپوری کے حقیقی بھائی تھے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا انتظام حاجی صاحب ہی کرتے تھے۔ ۱۳۴۴ھ میں حضرت سہارنپوری کے ہمراہ حجاز تشریف لیگئے اور وہیں قیام فرمایا۔ چودہ (۱۴) رجب المرجب ۱۳۵۵ھ تیس (۳۰) ستمبر ۱۹۳۶ء چہارشنبہ کو مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ اور جنت البقیع میں حضرت سہارنپوری کے قریب دفن کیے گئے"۔

۶۲ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کیلئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۵۔

۶۳ حافظ محمد یوسف صاحب۔ یہ امام ربانی کے مجھلے نواسے تھے (۱۳۵۲ھ سے ۱۳۶۳ھ تک) دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے۔ انگریزی دور میں سرکاری ملازم تھے۔ بہت اونچی تنخواہ اور افسران کی نگاہ میں بہت باعزت وباوقار سرکاری حیثیت سے بہت ہی امتیازی شخصیت وشان رکھتے تھے۔ ترک موالات کے زمانہ میں سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دیکر سہارنپور میں مستقل قیام کر لیا تھا اور یہاں کھدر بننے کی کھڈیاں کئی ایک لگائی تھیں۔ اس وقت سے حضرت مدنی کے یہاں ان کا لقب جولاہہ پڑ گیا تھا۔ آپ بیتی

نمبر ۴۔ ص ۸۶:

تیئیس ۲۳ شوال ۱۳۶۳ھ بارہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۴ء پنجشنبہ کو دہلی میں انتقال ہوا۔ اسی دن بعد مغرب تدفین عمل میں آئی:

۵۶۴۔ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز چھ ۶ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۹ء دوشنبہ کو چاشت کے وقت گنگوہ میں پیدا ہوئے۔ سات ۷ سال کی عمر تھی کہ والد ماجد مولانا ہدایت احمد صاحب نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اسکے بعد آپ اپنے دادا جان کی زیر تربیت رہے۔ حضرت کی تعلیم کی ابتدا میاں جی قطب بخش صاحب کے پاس ہوئی۔ تحقیقی طور سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے قرآن مجید کس سے پڑھا۔ بہت ممکن ہے کہ والدہ ماجدہ سے پڑھا ہو۔ فارسی کی تعلیم اپنے ماموں مولانا محمد تقی صاحب سے کرنال میں پڑھی۔ کچھ حصہ مولوی محمد غوث صاحب سے پڑھا۔ عربی صرف و نحو کی ابتدائی کتب مولوی محمد بخش صاحب رامپوری سے پڑھکر ۱۲۶۱ھ میں دلی تشریف لیگئے تاکہ وہاں مزید تعلیم حاصل کریں۔ مگر دل جمعی کہیں نہ ہو سکی۔ اسلئے حضرت مولانا مملوک العلی صاحب کے یہاں تعلیمی سلسلہ شروع ہوا۔ حدیث شریف میں آپ کے استاذ حضرت مولانا الحاج الشاہ عبد الغنی صاحب مہاجر مدنی مجددی نقشبندی تھے۔ اکیس ۲۱ سال کی عمر میں تمامی علوم و فنون سے فراغت پاکر واپس وطن گنگوہ تشریف لیگئے۔ اور وہیں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اس زمانہ میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھائیں۔ ۱۳۰۱ھ سے صرف حدیث پاک کے اسباق آپ کے پاس رہے۔ بہ نفس نفیس صحاح ستہ کی جملہ کتب خود پڑھاتے۔ آپ کا روحانی اور تربیتی تعلق اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے تھا۔ ان ہی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ایک ہفتہ کے بعد اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ میاں مولوی رشید احمد جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی وہ آپ کو دیدی۔ آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے۔ بیالیس ۴۲ روز قیام کے بعد آپ دولت باطنی و نعمت روحانی سے مالامال ہو کر واپس تشریف

لیگئے. چلتے وقت اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو اس کو بیعت کرلینا. حضرت نے جواب دیا کہ مجھ سے کون درخواست کریگا. اعلیٰ حضرت نے جواب دیا کہ تمھیں کیا جو کہتا ہوں وہ کرنا. آپ نے تین حج کئے. پہلا ۱۲۸۰ھ میں، دوسرا ۱۲۹۴ھ میں تیسرا ۱۲۹۹ھ میں. آٹھ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ جمعہ کے روز وصال ہوا. حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی.

مزید پڑھیے. تذکرۃ الرشید، بیس بڑے مسلمان، آپ بیتی حضرت شیخ، تاریخ مشائخ چشت، تالیف حضرت شیخ زاد مجدہ۔

۶۵ھ. حضرت شیخ الہند کے لئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۵۳:

۶۶ھ. حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب کیلئے دیکھیے سلسلہ مکاتیب نمبر ۴.

۶۷ھ. ناظم صاحب کے لئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۵.

۶۸ھ نہ شگوفہ ام الخ شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ نہ کلی ہوں نہ پتہ ہوں نہ ہی سایہ دار درخت ہوں. (اسلئے) حیران ہوں کہ دہقان نے میری کاشت کیوں کی.

۶۹ھ صاحبزادی صاحبہ کا مصداق اہلیہ مولانا محمد یوسف صاحب ہیں.

۷۰ھ. سودہ گشت الخ: یعنی میری پیشانی بتوں کے راستہ میں سجدہ کرتے کرتے گھس چکی ہے. ایسی صورت میں میں کب تک اپنے لئے، دین مسلمانی پر ہونے کی تہمت رکھوں.

۷۱ھ. تہیدستان قسمت الخ: یعنی محروم القسمت لوگوں کے لئے رہبر کامل کے ہونے سے کیا فائدہ. جب کہ حضرت خضر علیہ السلام چشمۂ آب حیات سے سکندر کو پیاسے واپس لے آئے.

۷۲ھ لتتبعن سنن من قبلکم الحدیث. یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ متفرق صحابہ مثلاً حضرت ابن عباس حضرت ابو سعید خدری کے حوالہ سے ذخیرۂ احادیث میں موجود ہے. مکتوب میں جن الفاظ کے ساتھ یہ حدیث نقل کی گئی ہے اس کو شیخین نے حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت کیا ہے. جس کا مفہوم یہ ہے کہ تم گذرے ہوئے زمانہ کے لوگوں کا طریقہ اپناؤ گے. اور

معاصی وفسق وفجور میں قدم بقدم ان کا اتباع کروگے۔"

۵۳۔ سید محمود صاحب نور اللہ مرقدہ یہ شیخ حبیب اللہ کے صاحبزادے اور شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی کے چھوٹے بھائی تھے۔ سلسلۂ نسب اوپر جاکر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر جاملتا ہے۔ سید محمود کی پیدائش سات شوال ۱۳۰۸ھ میں الہداد پور میں ہوئی۔ والد مرحوم جب بقصد ہجرت مدینہ طیبہ گئے تو اس وقت ان کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ معمولی اردو پڑھتے تھے۔ مدینہ منورہ پہنچکر ترکی مدرسہ میں داخل ہوئے۔ جملہ درجات میں کامیابی کے بعد محکمہ قضا میں داخل ہوئے۔ اور بہت جلد ترقی کی۔ جنگ عظیم کے بعد شریف حسین کے زمانہ حکومت میں میر منشی ہوئے۔ جب سعودی حکومت قائم ہوئی تو جدہ کے قاضی بنائے گئے۔ مگر وہاں کی آب وہوا ناموافق رہی، اسلئے حکومت سے مدینہ منورہ منتقل ہونے کی اجازت چاہی۔ مگر یہ درخواست منظور نہیں ہوئی تو استعفا دیکر مدینہ منورہ آگئے۔ اور تجارت شروع کی۔ جرمنی سے آبپاشی کی مشینیں منگاکر وہاں کے اہل زراعت کو دیا کرتے تھے۔ اعزازی طور پر بہت سے اداروں کے بلامعاوضہ اور بالمعاوضہ ممبر رہے۔ ساری عمر مدینہ طیبہ میں بسر کی۔ آخر عمر میں جاکر حضرت شیخ زادمجدہ سے بڑا محبانہ تعلق ہوگیا تھا۔ جسمیں یوماً فیوماً اضافہ ہی ہوتا رہا۔

سترہ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ کو مرض وفات شروع ہوا جس کی ابتدا سخت بخار سے ہوئی۔ تیمارداروں اور ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود حرم نبوی شریف میں نمازیں ادا کرتے رہے۔ آخر کار ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ بدھ کی شب میں انتقال ہوا اور بدھ کے دن بعد نماز مغرب مسجد نبوی میں نماز جنازہ ہوکر اسی وقت جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

۵۴۔ ابن حبیب کا مصداق سید حبیب کے بڑے صاحبزادے احمد حبیب ہیں

۵۵۔ چونکہ یہ مکتوب عربی زبان میں ہے۔ اسلئے یہاں اس کا آزاد اردو ترجمہ کیا جاتا ہے۔ مولائی المحترم زیدت معالیکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مکتوب جو کہ اوائل جمادی الثانی کا لکھا ہوا تھا مشرف ہوا جس سے بہت خوشی ہوئی۔ اور آپ کی صحت وعافیت کی

خبر پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی بہترین جزائے خیر مرحمت فرمائے کہ آپ نے مجھے دل سے یاد رکھا:

میرا بھروسہ اور اعتماد تو احباب اور صالحین کی دعاؤں اور حسن ظن پر ہی ہے۔

——— کیونکہ میرے اعمال اور حالات بہت مایوس کن ہیں۔ بس اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ ہے۔

مولانا المحترم! (آپ کی ارسال کردہ) کھجوریں مجھے رمضان المبارک کے آخر میں مل گئی تھیں۔ جن میں سے چند عدد کھجوریں ضائع بھی ہو گئیں۔ میں نے آپ کی خدمت میں ان کی وصولیابی کی رسید اس وقت لکھدی تھی اور بجنسہ خیال تھا کہ وہ جناب کی نظر سامی سے گذر چکی ہوگی۔ لیکن جب میں نے آپ کا یہ خط پڑھا تو پتہ چلا کہ میرا وہ خط آپ تک نہیں پہنچا۔ بہت افسوس ہوا۔ میں جناب کے اخلاق حسنہ سے (اس بات کی) امید کرتا ہوں کہ جب بھی مدینہ منورہ خط بھیجیں تو (سید) محمود اور ان کے لڑکے اور ان کے متعلقین اور خیریت دریافت کرنے والے احباب کو میرا سلام لکھدیں۔ اور ان سب کو میری جانب سے مطمئن کر دیں۔

اور ہاں سید حبیب کے یہاں لڑکے کے تولد کی خبر مجھ کو مرادآباد میں ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے باپ دادا کی عمر میں برکت عطا فرمائے:

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب سے جب آپ کی ملاقات ہو تو حضرت سے میرا سلام عرض کر کے میرے لئے دعوات صالحہ کی درخواست کر دینا۔ اور یہ بھی کہدینا کہ یہ داعی ہر طرح خیر و سلامتی اور پورے اطمینان کے ساتھ ہے۔ اور اللہ کے فضل سے کسی قسم کا قلق اور اضطراب نہیں۔ اور معاشی امور بھی حسب سابق چل رہے ہیں: فللہ الفضل والمنۃ۔

والسلام دائیکم۔ چراغ محمد عفولہٗ۔ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ:

(الٰہ آباد جیل سے)

۷۶ـ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری

حضرت مولانا شاہ عبد القادر کے والد ماجد کا نام حافظ احمد تھا۔ آپ کا خاندان ابتدا میں ٹھوہا محرم خاں تحصیل تلاگنگ ضلع کیمبل پور پنجاب میں رہتا تھا۔ آپ نسلاً راجپوت تھے۔ حضرت کو خود یا آپ کے کسی بھائی یا عزیز کو تعین کے ساتھ آپ کا سنہ ولادت یاد نہیں۔ اس وقت کسی کو خیال بھی نہ ہوگا کہ یہ بچہ آگے جا کر کتنا بڑا شیخ اور عارف ہونے والا ہے۔ لیکن بعض قرائن سے آپ کی ولادت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ سنہ ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء کے کچھ بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ والدین نے آپ کا نام غلام جیلانی رکھا تھا۔ جب اعلیٰ حضرت رائے پوری کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ تو نام دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا غلام جیلانی، ارشاد ہوا کہ آپ تو عبد القادر ہیں۔ اس وقت سے یہی نام مشہور ہو گیا۔

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے چچا حافظ محمد یٰسین صاحب اور مولانا کلیم اللہ صاحب سے پائی۔ قرآن پاک مولانا کلیم اللہ سے حفظ کیا۔ غالباً سنہ ۱۳۱۴ھ میں مدرسہ مظاہر علوم میں داخل ہوا۔ اور شرح جامی سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا۔ جو اس زمانے میں مولانا ثابت علی صاحب کے پاس ہوتی تھی۔ اسی زمانہ میں اعلیٰ حضرت رائے پوری کی بھی زیارت کی۔ اس کے بعد پانی پت اور رامپور دہلی وغیرہ میں بغرض حصول علم جانا ہوا۔ مختلف مقامات پر علوم کی تحصیل اور درسیات کی تکمیل کر کے فراغت حاصل کی۔ شاید اس کا سلسلہ بریلی میں تکمیل کو پہنچا۔ اور وہیں ایک رئیس مولوی خدا یار خاں کے یہاں ان کے صاحبزادے مقتدا یار خاں کو پڑھانے پر ملازم ہوئے۔ اسی کے آگے پیچھے آپ نے دس گیارہ ماہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے یہاں ان کے لڑکوں غالباً مولوی مصطفےٰ رضا خاں صاحب وغیرہ کی تعلیم کے سلسلہ میں قیام کیا۔ آٹھ روپے تنخواہ تھی۔ فرماتے تھے کہ وہ جس طرح علماء دیوبند کی تردید و مذمت کرتے اور اپنی حقانیت اور عظمت ثابت کرتے اس سے طبیعت کھٹکی ہوئی۔ اور اندازہ ہوا کہ یہ سب

نفسانیت اور حب جاہ ہے:

دورانِ ملازمت والد صاحب کے انتقال کی خبر ملی تو ان کے انتقال کے دو ماہ بعد ملازمت چھوڑ دی"

اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سے بیعت

حضرت گنگوہی کے ممتاز خلیفہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری کے دورے مشرقی پنجاب میں بکثرت ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت مولانا کی خدمت میں خط لکھا اور عرض کیا کہ میں بیعت کے واسطے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ، حدیث میں آتا ہے المستشار موتمن میں آپ کو لکھتا ہوں کہ میں کوئی چیز نہیں ہوں۔ آپ میں تو طلب ہے مجھ میں یہ بھی نہیں۔ آپ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی طرف رجوع کریں۔ حضرت فرماتے تھے کہ میں یہ خط پڑھکر پھڑک گیا کہ اخلاص اور بے نفسی اس کو کہتے ہیں۔ دوبارہ پھر آپ نے حضرت کو خط لکھا اور عرض کیا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو جو کچھ ملا حضرت گنگوہی سے ملا۔ مگر میرا رجحان آپ کی طرف ہے۔ میری طرف سے اگر مہمانداری کی فکر ہے تو میرے حقوق حضرت کے ذمہ نہیں ہیں۔ میں اپنے قیام وطعام کا خود ذمہ دار ہوں۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب یہ خط دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ لوگوں کو یہ خط دکھایا۔ اور فرمایا دیکھو یہ ہیں طالب۔

اس کے بعد آپ رائے پور حاضر ہوئے۔ اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا جلدی کیا ہے۔ استخارہ کر لو چونکہ آپ کو گھر جانا تھا۔ فرمایا گھر ہو آؤ پھر بیعت کر لینا۔ چنانچہ آپ وطن لوٹ گئے۔ حضرت نے وہاں جاکر یکسوئی کے ساتھ کچھ پڑھنے کو بتلایا۔ آپ نے ڈھڈیاں بھوچکر گاؤں سے باہر ایک مسجد میں کسی ایک اسم کا ذکر شروع کیا۔ اس زمانہ کی حلاوت ولذت یکسوئی، ماسوی اللہ سے انقطاع اور اللہ تعالیٰ کے افضال کو ہمیشہ بڑی لذت سے یاد فرماتے تھے۔ ڈھڈیاں سے فارغ ہوکر آپ پھر رائے پور تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت نے ذکر کی کیفیت

اور اثر پوچھا۔ آپ نے کسر نفسی سے فرمایا حضرت! میں تو غبی ہوں اپنے اندر کچھ نہیں پاتا۔ پھر کیفیت عرض کی۔ فرمایا الحمدللہ اسی حاضری میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور قیام کا ارادہ فرمالیا۔ حضرت نے دریافت فرمایا۔ مولوی صاحب آپ کے پیچھے کتنے لوگ ہیں۔ فرمایا والدہ بیوی، اور دو بھائی اور دو بہنیں، فرمایا یہ تو بڑا کنبہ ہے۔ ہمارا جی چاہا تھا کہ ہم آپ اکٹھے رہتے۔ عرض کیا کہ حضرت سب کے ہوتے ہوئے بھی میرا کوئی نہیں ہے۔ میں تو یہ نیت لیکر آیا تھا کہ ساتھ ہی رہوں گا۔

رائے پور پہونچکر آپ نے بڑی عالی ہمتی، جفاکشی اور مجاہدے سے کام لیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں رائے پور پہونچکر سارا دن باغ میں پھرتا رہا کہ میں کس درخت کے پتے کھاکر گذارہ کرسکتا ہوں۔ آپ نے بعض اوقات کسی درخت کا نام بھی لیا کہ اس کو منتخب کیا تھا۔ کبھی آپ کی باتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ آپ نے توت کے پتے کھائے ہیں۔ فرماتے تھے کہ الحمدللہ اس کی بہت کم نوبت آئی۔ کیونکہ حضرت نے اپنے خادم میاں جی معزالدین سے فرمادیا تھا کہ ان کے کھانے وغیرہ کا خیال رکھنا رہائش کیلئے حافظ یوسف علی صاحب کے چھپر میں جہاں ان کی گھوڑی بندھتی تھی ان کی اجازت سے ایک طرف کا حصہ صاف کرکے اس پر اپنا بستر لگادیا۔ ایک کھورے پر ایک پھٹا ہوا کمبل ملا تھا اسکو دھوکر وہاں بچھادیا۔ یہی بستر تھا اس کو اتنی تہیں دیں کہ اس کے سوراخ بند ہوگئے۔ چودہ سال تک یہی بستر رہا یہی جائے نماز۔ خانقاہ میں اس وقت ایک ہی لالٹین تھی۔ وہ حضرت کے حجرہ میں رہتی، دوسری لالٹین تھی ہی نہیں۔

اسفارِ حج آپ نے سب سے پہلا حج ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کی معیت میں کیا۔ یہ سفر ادائے فریضۂ حج اور ایک مقبول بارگاہ کی ہم رکابی میں دربار میں حاضری کی سعادت اور اس کی برکات کے علاوہ آپ کی باطنی ترقیات، شیخ کی رضا اور محبت کے حصول اور اس کے قرب و اختصاص کا خاص

ذریعہ ثابت ہوا۔ اور آپ کی اطاعت وانقیاد بے نفسی وقربانی اور شیخ کے ساتھ سچے تعلق کے مزید جوہر کھلے۔

اعلیٰ حضرت کی علالت کا سلسلہ وفات سے پانچ چھ سال پہلے شروع ہوگیا۔ مرض نے بہت طول کھینچا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے مرض وفات میں جب خطرہ قریب محسوس ہونے لگا تو کسی کو بھیجکر کہلوایا کہ آپ نے اپنے بعد کیا انتظام کیا ہے؟ حضرت نے مدرسہ کے وقف اور اس کی جائداد وغیرہ کی تولیت سے متعلق جو انتظامات کیئے تھے ان کا ذکر فرمایا۔ مولانا نے فرمایا کہ میں ان چیزوں کو نہیں پوچھتا، اپنے کام کے متعلق کیا کیا۔ حضرت نے اپنے خلفاء میں سے تین صاحبوں مولانا اللہ بخش صاحب بجاول نگری منشی رحمت علی صاحب جالندھری۔ اور مولانا عبدالقادر صاحب کا نام لیا۔ اعلیٰ حضرت نے چودھری محمد صدیق صاحب رئیس رائے پور سے خاص طور سے فرمایا کہ میرے بعد مولوی (عبدالقادر) صاحب کا خیال رکھنا۔

طویل علالت کے بعد آخر کار چھبیس ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق انتیس جنوری ۱۹۱۹ء کو اعلیٰ حضرت نے انتقال فرمایا۔ اور دوسرے دن اہل رائے پور حضرت کی نعش مبارک کو دفن کے لئے رائے پور آئے۔ تدفین سے فارغ ہوکر حضرت واپس بیلوں جانے لگے تو راستہ میں راؤ عبدالرحمٰن خاں صاحب نے منت سے عرض کیا کہ مولانا اور زمین تو میری مشترک ہے۔ مگر یہ باغ میرا تنہا کا ہے میں یہ وقف کردونگا۔ آپ یہیں رہیں ہم کو چھوڑ کر نہ جائیں۔

چودھری محمد صدیق صاحب نے اعلیٰ حضرت کی وصیت کی تعمیل میں جب بھی آپ کے لئے کچھ تعمیر کا ارادہ کیا۔ آپ نے فرمادیا کہ مکان نہ بنوایئے میرے لئے تو صرف ایک چھپر ڈالدیجئے مگر وہ نہ مانے اور حضرت کے کسی سفر کے زمانہ میں ایک پختہ دالان بنوادیا۔ رفتہ رفتہ آس پاس اور چھپر پڑگئے۔ اور ایک خانقاہ تیار ہوگئی۔"

حضرت نے دوسرا حج ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۷ء میں کیا۔ سب سے پہلے ڈھڈیاں تشریف لیجا کر والدہ صاحبہ سے اجازت لی۔ پھر واپس رائے پور تشریف لاکر وہاں سے دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ دس بارہ روز یہاں ٹھیرنا ہوا۔ اکیس ۲۱ رجب ۱۳۴۵ھ، پچیس ۲۵ جنوری ۱۹۲۷ء کو جہاز روانہ ہوا۔ اس حج سے قبل ہی پیچش کی شکایت تھی۔ جدہ سے اونٹ کر کے مکہ مکرمہ گئے عمرہ کر کے مدینہ طیبہ کا ارادہ فرمایا۔ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ تیرہ ۱۳ روز میں پہنچنا ہوا۔ عصر پڑھکر مغرب تک اونٹ کے ہمراہ چلتے۔ مغرب پڑھکر سوار ہوتے۔ آخری منزل پر (جہاں سے گنبد خضرا نظر آتا ہے) اونٹ سے اتر کر پیدل چلتے رہے۔ رفقا کو پہلے ہی تاکید فرمادی تھی۔ کہ درود شریف کی کثرت رکھیں خاموش رہیں۔ اور بہت ادب و احترام کے ساتھ حاضری دیں۔ صبح کو مدینہ طیبہ پہنچنا ہوا۔ حضرت اقدس سہارنپوری دروازہ پر موجود تھے۔ سامان اتروا کر لیگئے حضرت سہارنپوری ہی نے پہلا سلام مواجہہ شریف پر پڑھوایا۔

سترہ ۱۷ شوال ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ، اٹھارہ مئی ۱۹۲۷ء چہارشنبہ کو مدینہ طیبہ سے حضرت شیخ کی معیت میں مکہ معظمہ واپسی ہوئی۔ یکم محرم ۱۳۴۶ھ مطابق یکم جولائی ۱۹۲۷ء یوم جمعہ کو کراچی پہنچے اور چھ ۶ محرم کو سہارنپور تشریف لائے۔

تیسرا آخری حج رائے پور کے بعض راؤ صاحبان اور رؤسا کے اصرار اور درخواست پر فرمایا۔ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ مطابق ستائیس ۲۷ اگست ۱۹۵۰ء یکشنبہ سات بجے صبح دہلی کو روانگی ہوئی۔ اس سفر میں بہت سے مخصوص حضرات اور اہل تعلق ہمرکاب تھے۔ ۱۰ ذیقعدہ کی شب میں دو بجے پالم ہوائی اڈے سے بمبئی کے لئے روانگی ہوئی۔ بیس ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ یوم دوشنبہ، چار ستمبر ۱۹۵۰ء کی شام کو اسلامی جہاز روانہ ہوا۔ جہاز کو مکلا سے حجاج لینے تھے اس لئے خلاف معمول چھبیس ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ یوم یکشنبہ (۱۰ ستمبر) کی صبح کو وہ مکلا ٹھہرا۔ چوبیس ۲۴ گھنٹے قیام کے بعد پانچسو حجاج کو وہاں سے لیکر روانہ ہوا اور تین ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ یوم شنبہ سترہ ۱۷ ستمبر کی صبح کو جدہ پہنچا۔ حج سے فارغ ہو کر یکم محرم الحرام ۱۳۷۰ھ یوم شنبہ چودہ ۱۴ اکتوبر

سنہ ۷۵ھ کو جدہ سے ہوائی جہاز کے ذریعہ مدینہ طیبہ حاضری ہوئی۔ بیس[۲۰] روز وہاں پر قیام رہا۔ قیام مدرسہ علوم شرعیہ میں تھا۔ مدینہ طیبہ میں حضرت کا معمول تھا کہ مسجد نبوی میں داخل ہو کر بہت ہی خاموشی کے ساتھ ایسی جگہ بیٹھ جاتے جہاں جاننے پہچاننے والے نہ ہوں۔ وہاں دیر تک خادمانہ دو دبانہ حاضر رہتے۔ پھر اٹھ کر قیام گاہ پر تشریف لے آتے۔ خدام کو بعض اوقات اس ادا کی وجہ سے حضرت کو اس وسیع اور معمور مسجد میں تلاش کرنا پڑتا تھا۔

سولہ[۱۶] محرم الحرام سنہ ۱۳۷۵ھ یکشنبہ انتیس[۲۹] اکتوبر سنہ ۱۹۵۵ء کو مدینہ طیبہ سے جدہ واپسی ہوئی۔ وہاں سے ایک شب کے لئے بغرض عمرہ مکہ معظمہ حاضر ہوئے۔ وہاں ایک شب قیام فرمانے کے بعد جدہ سے واپسی ہوئی۔ بیس[۲۰] محرم الحرام سنہ ۱۳۷۵ھ کو محمدی جہاز سے روانگی ہوئی۔ اٹھائیس[۲۸] محرم یوم جمعہ کو بمبئی پہنچے۔ چند روز یہاں قیام فرما کر بھونڈ، سورت، اور ڈابھیل گئے۔ پھر دوبارہ بمبئی تشریف لائے اور نو[۹] صفر دوشنبہ (۲۰ نومبر سنہ ۵۵ء کو بذریعہ ہوائی جہاز دہلی تشریف لائے) گیارہ[۱۱] صفر کو سہارنپور پہنچکر دو روز قیام فرمایا اور چودہ[۱۴] صفر کو اپنے مستقر رائے پور تشریف لے آئے۔

اپنے شیخ کے اتباع میں حضرت کو مظاہر علوم کے ساتھ بڑا تعلق تھا۔ ہر ضروری اور اہم مشورہ میں شرکت فرماتے اور پوری طرح باخبر رہتے۔ سنہ ۱۳۴۴ھ میں حضرت سہارنپوری کی حجاز تشریف بری کے موقع پر آپ مدرسہ کے سرپرست بھی بنائے گئے۔ حضرت کی یہ سرپرستی آخر دم تک رہی۔

آپ نے اپنی حیات طیبہ میں پاکستان کے کئی سفر کئے۔ کیونکہ تقسیم ہند کے موقع پر محبین و مخلصین اور اہل تعلق کی ایک بڑی جماعت پاکستان منتقل ہوگئی تھی۔ اس سلسلہ کا سب سے پہلا سفر ربیع الاول سنہ ۱۳۶۸ھ (جنوری سنہ ۱۹۴۹ء) میں ہوا۔ جس کے لئے آپ اٹھارہ ربیع الاول کو دہلی تشریف لے گئے۔ اور چھبیس[۲۶] ربیع الاول کو ہوائی جہاز سے کراچی روانہ ہوئے۔ اور یکم فروری کو کراچی سے ملتان اور وہاں سے نو[۹] فروری کو لائل پور اور بیس[۲۰] فروری کو ڈھڈیاں تشریف لیگئے۔ یہ حضرت کا سب سے پہلا سفر تھا۔ اسکے بعد مزید کئی سفر ہوئے۔ اس سلسلہ کا آخری سفر چوبیس[۲۴] ذیقعدہ سنہ ۱۳۸۱ھ مطابق تیس[۳۰] اپریل سنہ ۱۹۶۲ء دوشنبہ کو ہوا۔ وہاں پہنچنے کے بعد تقریباً دو ماہ تک طبیعت اور صحت ......

غنیمت رہی۔ مگر اس کے بعد کئی بار مرض کا شدید حملہ ہوا۔ اور درجہ حرارت بڑھ گیا۔ غفلت وغنودگی طاری ہوگئی۔ کئی کئی روز یہ حالت رہی۔ ۱۴ چودہ صفر ۱۳۸۲ھ ۱۷ سترہ جولائی ۱۹۶۲ء کو مرض کا دوسرا حملہ ہوا۔ ۲۵ پچیس جولائی تک حالت ویسی ہی رہی۔ اس کے بعد افاقہ ہونا شروع ہوا۔ طبیعت کا یہ اتار چڑھاؤ چلتا رہا۔ بالآخر ۱۴ چودہ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ ۱۶ سولہ اگست جمعرات کو آپ نے لاہور میں انتقال فرمایا۔ احباب اور آخری دیدار کے لئے آنے والے متعلقین کی کثرت کی بنا پر چار مرتبہ مختلف مقامات پر نماز جنازہ ادا کی گئی اور ڈھڈیاں میں تدفین عمل میں آئی۔ نور اللہ مرقدہٗ واعلی اللہ مراتبہٗ۔"

مزید تفصیلی حالات کے لئے یہ کتابیں پڑھیے۔

(۱) سوانح حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائپوری ــــ تالیف۔ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی زادمجدہ

(۲) بیس بڑے مسلمان ــــــــ تالیف۔ مولانا عبد الرشید ارشد، پاکستان

(۳) آپ بیتی ــــــــ حضرت شیخ زادمجدہ۔

(۴) اکابر کا رمضان ــــــــ از حضرت شیخ زادمجدہٗ۔

(۵) تاریخ مظاہر (جلد دوم) ــــ از۔ محمد شاہد سہارنپوری

۵۴۷۔ والدہ ماجدہ طلحہ سلمہا کا مصداق حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب کی دوسری اہلیہ محترمہ ہیں۔ یہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی صاحبزادی ہیں۔ ۱۸ اٹھارہ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۸ اٹھارہ جون ۱۹۳۷ء بروز جمعہ دہلی میں حضرت شیخ زادمجدہ کے نکاح میں آئیں۔ اس نکاح کی تفصیل آپ بیتی حضرت شیخ اور تاریخ مشائخ چشت میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۵۴۸۔ ام ہارون سلمہا کا مصداق حضرت شیخ زیدمجدہٗ کی سب سے بڑی صاحبزادی زکیہ ہیں جو چار شعبان ۱۳۳۷ھ پانچ مئی ۱۹۱۹ء شب دوشنبہ میں پیدا ہوئیں۔ تین محرم ۱۳۵۲ھ کو جلسہ سالانہ میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے ساتھ شادی ہوئی اور ۱۲ بارہ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۳ تین جون ۱۹۳۶ء کو عصر کے بعد رخصتی ہوئی۔ کئی سال تپ دق میں مبتلا رہ کر مورخہ ۲۹ انتیس شوال

۶۶ھ مطابق پندرہ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء بروز دوشنبہ مغرب کی نماز پڑھتے ہوئے سجدہ میں انتقال کیا۔ رحمہا اللہ تعالیٰ۔

۵۷۹۔ حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب زاد مجدہ خلیفہ و مجاز حضرت دہلوی، ۱۸ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ مطابق بیس ۲۰ فروری ۱۹۱۸ء چہارشنبہ کو اپنے آبائی وطن کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ اولاً اعجاز الحسن نام تجویز ہوا جسے بعد میں موجودہ نام سے بدل دیا گیا۔ خاندانی دستور کے مطابق اولاً قرآن پاک حافظ منگتو صاحب سے پڑھکر ابتدائی کتب عربی فارسی اپنے نانا حکیم عبدالحمید صاحب (متوفی ۱۸ رجب ۱۳۵۲ھ ۹ نومبر ۱۹۳۳ء پنجشنبہ) سے پڑھیں۔ ۱۳۵۲ھ میں مظاہر میں داخل ہوکر یہ کتب پڑھیں۔ شرح جامی، کنز الدقائق، اصول الشاشی، قطبی، میر قطبی؛

۱۳۵۸ھ میں دورۂ حدیث شریف میں شامل ہوئے۔ لیکن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی علالت کی وجہ سے ان کے ہمراہ دہلی چلے گئے، اور وہیں کتب احادیث کی تکمیل کی حضرت دہلوی کی حیات ہی میں دعوت تبلیغ سے وابستہ ہو گئے تھے۔ اس زمانہ میں بھی بکثرت جماعتوں میں گئے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے دور امارت میں ان کے معین مشیر، رفیق کار، سفر و حضر کے ساتھی رہے۔ ۱۳۸۴ھ میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے انتقال پر ان کے جانشین بنے، ۱۳۸۶ھ میں مظاہر علوم کے سرپرست بنائے گئے۔ بارک اللہ تعالیٰ فی حیاتہ الشریفۃ۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے۔ تاریخ مظاہر جلد دوم کا دوسرا باب، اور سوانح یوسفی از مفتی عزیز الرحمٰن صاحب صفحہ ۳۶۔

۵۸۰۔ بھائی محمد خلیل صاحب یہ حضرت اقدس رائے پوری کے چھوٹے بھائی تھے۔ شوال ۱۳۹۳ھ میں انتقال ہوا؛

۵۸۱۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب۔ یہ ایک معزز سکھ زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ پرانا نام بلونیدر سنگھ تھا۔ جبال (جو اب ضلع سنگرور ریاست پٹیالہ میں ہے) کے رہنے والے تھے، فرید کوٹ میں تعلیم پائی۔ وہیں ۱۹۲۰۰۱۹ء میں مولانا محمد علی صاحب (نزہر شریف ریاست جے پور)

کی تلقین سے مشرف باسلام ہوئے۔ ۱۹۲۴ء میں حضرت سے بیعت ہوئے۔ اور آنا جانا رہا ۱۹۳۵ء میں ماہ رمضان میں رائے پور مستقل قیام اختیار کیا۔ ۱۹۳۶ء میں حزب الانصار قائم کی جس کی سرپرستی حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائپوری نے قبول فرمائی۔ اور سرپرست کی حیثیت سے نام کے اعلان کی اجازت دی۔ (سوانح قادری ص ۲۶۶) ابھی تک بقید حیات ہیں۔ اور رائے پور میں مقیم ہیں۔

۵۴۲۔ یہ مولوی عبد الوحید صاحب حضرت اقدس رائے پوری کے خواہرزادے اور مولانا محمد صادق صاحب کے صاحبزادے ہیں۔

۵۴۳۔ بھائی الطاف الرحمٰن صاحب حضرت کے قدیم ترین مخلص وہمہ وقت کے خدام میں سے ہیں۔ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب سے قرابت کا تعلق بھی ہے۔ بچپن سے حضرت کی خدمت میں ہیں۔ مہمانوں کے لیٹنے اور بستر وغیرہ کا انتظام ہمیشہ سے ان کے ذمہ ہے۔ (سوانح قادری ص ۲۰۱)

حضرت رائے پوری کے انتقال کے بعد خانقاہ میں آمدورفت رکھنے والوں کی خدمات اور دیکھ بھال موصوف ہی کر رہے ہیں۔

۵۴۴۔ والدہ ہارون کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۷۸۔

۵۴۵۔ مولانا لطیف الرحمٰن صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحبؒ کے مخصوصین میں سے تھے۔ اپنی حیات کا ایک طویل زمانہ حضرت کی خدمت میں گذارا۔ جب تک حضرت رائے پور ہوتے تو ان کا قیام بھی وہیں ہوتا۔ جب سہارنپور میں بہٹ ہاؤس میں تشریف آوری ہوتی تو مولانا بھی ساتھ ہوتے۔ ۱۳۳۸ھ سے لیکر ۱۳۴۳ھ تک مظاہر علوم کے کتب خانہ کے ناظر بھی رہے۔ آخر حیات میں سخت علیل ہو گئے تھے۔ اس زمانے میں رائے پور میں قیام تھا۔ وہاں سے سہارنپور آ کر ۲۵ نومبر ۱۹۶۰ء (۵ جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ) کو سرکاری ہسپتال میں داخل ہوئے۔ وہاں بھی شدید تکلیف رہی۔ برسام ہو کر ایک سو سات ڈگری تک بخار پہنچ گیا۔ ڈاکٹروں کی متفقہ رائے آپریشن کرنے کی تھی مگر ضعف و کمزوری مانع رہی بالآخر ایک ہفتہ ہسپتال میں

قیام کرنے کے بعد واپس چلے آئے اور اکیس ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ گیارہ ۱۱ دسمبر ۱۹۶۰ء یکشنبہ کی شب میں ساڑھے آٹھ بجے حضرت رائے پوری کی قیام گاہ بیٹ ہاؤس میں انتقال ہوا۔ وہیں نماز جنازہ ہوکر صبح دس بجے قبرستان حاجی شاہ میں دفن کئے گئے۔

۵۸۶۔ مولوی سعید الرحمن صاحب سلمہ یہ مولانا لطیف الرحمن صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ ۴ جمادی الثانی ۳۰ دسمبر ۱۹۲۶ء پنجشنبہ کو پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی والدہ مرحومہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ اسلئے تربیت و تعلیم کے تمام مراحل حضرت شیخ کے زیر سایہ رہ کر طے کئے۔ ۱۹ شوال ۱۳۶۶ھ مطابق ۵ اگست ۱۹۴۷ء شب جمعہ میں انتقال ہوا۔ سول سرجن اور ڈاکٹروں کی تحقیق کے مطابق ورم جگر کے دباؤ سے جگر کی رگ پھٹ گئی تھی۔ چونکہ فسادات کی وجہ سے ڈاک اور نقل و حرکت ختم ہو چکی تھی۔ اسلئے کئی ماہ بعد اس حادثہ کی اطلاع ملی۔ حضرت شیخ کی ایک صاحبزادی آپا راشدہ صاحبہ ان ہی کے نکاح میں تھیں۔ مزید پڑھیے حاشیہ نمبر ۸۳۔

۵۸۷۔ اس جلسہ سے مراد مدرسہ مظاہر علوم کا سالانہ جلسہ ہے جو ہر سال بڑے تزک و احتشام سے ہوتا تھا۔ اور تمام اکابر اس میں شرکت فرماتے تھے۔ جس سے جلسہ برکات و انوارات سے لبریز ہو جاتا۔ حضرت اقدس رائے پوری بھی بحیثیت سرپرست ہونے کے تشریف لاتے تھے اس سال چونکہ درد کا عذر پیش آگیا تھا۔ اسلئے بطور معذرت کے یہ سطور تحریر فرما کر ارسال کی تھیں۔ جلسہ سالانہ کے واقعات کے لئے دیکھیے تاریخ مظاہر جلد اول و دوم۔

۵۸۸ حضرت اقدس سلمہ کا مصداق اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری ہیں۔

۵۸۹۔ مولوی الیاس کا مصداق حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب دہلوی ہیں۔

۵۹۰۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب پانچ رجب ۱۲۹۸ھ مطابق تین جون ۱۸۸۱ء یوم جمعہ کو میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر ہونے پر تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۳۰۵ھ میں عربی تعلیم شروع کی۔ فراغت کے بعد حضرت مولانا امیر حسن صاحب نے دستاربندی فرمائی۔ اس وقت سولہ سال کی عمر تھی۔ ۱۳۱۶ھ میں مولوی فاضل کے امتحان پر کامیابی کا انعام لینے

کے لئے جب لاہور جارہے تھے تو راستہ میں ایک شب گنگوہ قیام کیا اور اسی وقت امام ربانی سے بیعت ہوئے ۱۳۲۶ھ میں حضرت اقدس سہارنپوری کی جانب سے مجاز بیعت بنے۔ ۱۳۴۴ھ میں مظاہر علوم کے سرپرست منتخب ہوئے۔ یکم شعبان ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۴۱ء دوشنبہ کی صبح کو چھ بجے وصال ہوا۔ اور اسی روز شام کو ______ تدفین عمل میں آئی۔ مزید حالات کے لئے پڑھیے۔ ______ مقدمہ ارشاد الملوک، ترجمہ امداد السلوک۔ آپ بیتی حضرت شیخ، تاریخ مظاہر:

۹۱ ملاجی سے مراد جناب ملا عبد العزیز صاحب والد ماجد حافظ عبد الرشید صاحب خلیفہ حضرت اقدس رائپوری ہیں۔ اکثر و بیشتر اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ کی ڈاک یہی لکھا کرتے تھے، بڑے قدیم اور مخلص خادم تھے۔ اور مدرسۃ القرآن کے نگران اعظم بھی تھے۔ بارہ صفر ۱۳۵۰ھ یوم دوشنبہ بوقت بارہ بجے انتقال ہوا۔

۹۲۔ حضرت اقدس سلمہ سے مراد اعلیٰ حضرت رائے پوری ہیں۔

۹۳۔ شاہ زاہد حسین صاحب کے لئے پڑھیے حاشیہ نمبر ۲۷۔

۹۴ حضرت مرحوم و مغفور کا مصداق حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی ہیں۔

۹۵ حضرت قبلہ مدظلہ العالی کا مصداق حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ ہیں۔

۹۶ ہنیئاً لارباب النعیم الخ دیکھیے حاشیہ نمبر ۴۸۔

۹۷ مولانا اکرام الحسن صاحب۔ یہ مولانا الحاج حکیم رضی الحسن صاحب (م ۱۳۵۰ھ) کے فرزند اور حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کے حقیقی بھانجے ہیں۔ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام نظیر الحسن تھا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی، حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری سے بڑا گہرا محبانہ و نیازمندانہ تعلق رکھتے تھے۔ حضرت شیخ زادمجدہ کے بچپن کے رفقاء اور بے تکلف دوستوں میں سے تھے۔ اور یہ بے تکلفی آخر وقت تک باقی رہی۔ مولانا موصوف کا تعلق مظاہر علوم

کے ساتھ ویسے تو دیرینہ تھا۔ لیکن ذمہ دارانہ تعلق ۱۳۶۰ھ سے ہوا جب کہ مدرسہ ایک کثیر رقم کے خرد برد ہو جانے کی بنا پر مالی بحران کا شکار ہو چلا تھا۔ اس وقت مولانا موصوف کو حسابات اور آمد و خرچ کی میزانیہ کی دیکھ بھال کے لئے طلب کیا گیا تھا۔ اس کے بعد مستقل طور پر سرپرست مدرسہ اور ناظم مالیات بنائے گئے۔ آخر وقت تک مولانا ان ہی دو عہدوں پر فائز رہے۔ آخر عمر میں تنفس کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا اور یہی انتقال کا سبب بنا۔ وفات سے چند روز قبل ضعف اور تنفس دونوں چیزیں شدت سے پیدا ہوئیں۔ اتوار، پیر دونوں دن اسی حالت میں گزرے منگل کے دن کچھ افاقہ ہوا تو حضرت شیخ سے ملنے کے لئے کچے گھر میں آئے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس اپنی قیام گاہ (مدرسہ قدیم) پر آئے۔ ڈیڑھ بجے خود اٹھ کر وضو کی اور ظہر کے وقت کی سنتیں ادا کرنے لگے۔ پہلی رکعت کا پہلا سجدہ اطمینان سے کر کے دوسرے سجدہ میں انتقال کر گئے۔
انتقال کی تاریخ ۱۲ شعبان ۱۳۹۱ھ یوم سہ شنبہ ہے۔ شب میں نو بجے بامامت حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب زاد مجدہ نماز جنازہ ہو کر قبرستان حاجی شاہ میں تدفین ہوئی۔
رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ ؛

۹۸ یہ حضرت دہلوی کے تیسرے سفر حج کی طرف اشارہ ہے جو ۱۳۵۲ھ میں ہوا۔

۹۹ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مراد اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری ہیں۔

۱۰۰ اس کا مصداق حضرت مولانا محمد الیاس صاحب ہیں۔

۱۰۱ مولانا اکرام الحسن صاحب کے لئے دیکھئے حاشیہ نمبر ۹۷ ؛

۱۰۲ ۔ اس زمانہ میں یوم پاکستان منائے جانے کی وجہ سے کلکتہ میں سخت فسادات ہو رہے تھے۔ اخباری اطلاعات کے بموجب اس فساد میں دس ہزار مقتول اور کم از کم تیس ہزار افراد مجروح ہوئے تھے۔ ڈاک بھی تقریباً ایک ماہ تک بند رہی ؛

۱۰۳ مولانا احمد الدین صاحب حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحبؒ کے خادم خاص مولانا فضل احمد صاحب کے بھتیجے نہایت صاحب استعداد اور صاحب صلاح تھے۔ مظاہر علوم کے

فضلا میں سے تھے۔ آخر عمر میں مستقل رائے پور قیام فرمالیا تھا۔ بڑے صاحب اخلاص تھے جس بستی سے گذر جاتے لوگ ایسے چمٹتے کہ پندرہ، پندرہ روز تک جانے نہ دیتے۔ ایک دفعہ گنگوہ شریف گئے۔ حالانکہ وہاں سب پیرزادے تھے ایسے چمٹے کہ پندرہ دن تک آنے نہیں دیا۔ بڑی مشکل سے وہاں سے نکلے اور ان لوگوں نے رو رو کر رخصت کیا۔ بچیس ذیقعدہ ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۴۰ء چہار شنبہ کو انتقال ہوا۔ اس موقعہ پر حضرت رائے پوری پاکستان تشریف فرما تھے۔ حضرت دہلوی اتفاق سے دہلی سے سہارنپور تشریف لائے ہوئے تھے۔ وہ حضرت شیخ زاد مجدہ کے ہمراہ رائے پور تشریف لیگئے اور جنازہ میں شرکت کی۔" (سوانح قادری ص۹۶ بزیادہ)"

۲۴۰ حضرت مولانا الحاج الحافظ عبدالعزیز صاحب گمتھلوی زاد مجدہ، چودھری تصدق حسین خاں صاحب رئیس گمتھلہ کے صاحبزادے اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کے حقیقی نواسے ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ حضرت ہی کی حیات میں قرآن شریف حفظ کیا۔ اول سے آخر تک مظاہر میں تعلیم پائی اور ۱۳۴۳ھ (۱۹۲۴ء) میں دورۂ حدیث میں شریک ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب کی توجہ خصوصی اور تربیت میں ذکر و سلوک کے منازل طے کیے اور اجازت پائی۔ ۱۹۴۷ء کے پر آشوب زمانہ میں ہمت و عزیمت کے ساتھ مشرقی پنجاب میں حالات کا مقابلہ کیا اور مسلمانوں کی تقویت کا ذریعہ بنے۔ پھر جب اس علاقہ کا سرکاری طور پر انخلا ہوا تو اپنے پورے قافلہ کے ساتھ عزت و حرمت کے ساتھ پاکستان تشریف لیگئے اور شہر سرگودھا میں اقامت اختیار کی۔ اطال اللہ بقاءہ و نفع بہ۔ (سوانح حضرت رائپوری ۲۰۵)

مولانا سر رحیم بخش صاحب سرپرست مدرسہ کے انتقال کے بعد ۲۰ جمادی الثانی ۵۹ھ مطابق ۱۷ جولائی ۱۹۴۰ء کے اجتماع سرپرستان میں مظاہر علوم کے جملہ امور میں حضرت مولانا کی سرپرستی طے ہوئی۔ چنانچہ اس تجویز کے بعد پہلی مرتبہ حضرت مولانا نے مورخہ ۱۰ رجب ۵۹ھ مطابق ۱۶ اگست ۴۰ء یوم جمعہ کو مظاہر میں آکر رجسٹروں کا معائنہ کیا اور حسابات دیکھے۔ ۱۳۶۶ھ میں پاکستان تشریف لیگئے۔ اور مدرسہ بعض دیگر سرپرستان کی طرح مولانا کی سرپرستی

سے بھی محروم ہوگیا۔ (دیکھئے تاریخ مظاہر جلد دوم۔

۱۰۵ آپا راشدہ یہ حضرت شیخ کی چوتھی صاحبزادی ہیں۔ ۱۳۴۷ھ میں پیدا ہوئیں۔ اولاً اپنے ایک خاندانی عزیز مولوی سعید الرحمٰن کاندھلوی سے ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ ۲۲ اپریل ۴۶ء دوشنبہ کو منسوب ہوئیں۔ جب مولانا موصوف کا ۱۹ شوال ۱۳۶۶ھ میں انتقال ہوا تو ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ چہارشنبہ کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے رشتۂ زوجیت میں آئیں۔ الحمد للہ حیات ہیں۔ (مزید پڑھئے آپ بیتی نمبر ۳)

۱۰۶ آپا شاہدہ یہ حضرت شیخ زادمجدہ کی صاحبزادی (راقم سطور کی والدہ ماجدہ) ہیں۔ مورخہ ۹ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ ۱۹ مارچ ۳۴ء کو سہارنپور میں پیدا ہوئیں۔ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ چہارشنبہ کو مولانا الحاج حکیم محمد الیاس صاحب ابن مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب سرپرست مدرسہ مظاہر علوم کے نکاح میں آئیں۔ (مزید پڑھئے آپ بیتی حضرت شیخ زادمجدہٗ)"

۱۰۷ حضرت منشی صاحب سے مراد منشی رحمت علی صاحب جالندھری ہیں۔ اعلیٰ حضرت رائپوری قدس سرہ کے اخص اصحاب اور کبار خلفاء میں سے تھے۔ استعداد بڑی عالی اور کمالات وعلوم باطنیہ سے بڑی مناسبت تھی۔ اولاً امام ربانی سے اس کے بعد اعلیٰ حضرت رائپوری سے بیعت ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ بڑا ہی بسط تھا۔ بڑا ہی بسط تھا، بڑا ہی بسط تھا تین دفعہ فرماتے۔ ایک مرتبہ آپ نے کتاب فتوح الغیب کو دریافت کیا۔ کسی نے عرض کیا وہ تو حضرت منشی صاحب لے گئے ہیں۔ فرمایا ان کو فتوح الغیب کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تو خود فتوح الغیب ہیں۔ تعلیم معمولی تھی اور گاؤں کے ایک مکتب میں پڑھاتے تھے۔ لیکن جب بسط ہوتا اور کچھ ارشاد فرمانے لگتے تو بڑے بلند مضامین اور علوم عالیہ کا ورود ہوتا۔

انتقال سے قبل فالج کا حملہ ہوا تھا۔ بغرض علاج جالندھر بھیجا گیا وہیں مورخہ اکیس ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ (۲۳ نومبر ۱۹۳۲ء) شب یکشنبہ میں (ڈھائی بجے) انتقال ہوا۔ سوانح قادری ص۲۲۲ بزیادہ۔ مزید پڑھئے تاریخ مظاہر جلد دوم ص۱۰۵۔

حضرت شیخ زادمجدہ نے آپ بیتی حصہ نمبر ۳ کے صفحہ ایک سو پندرہ ۱۱۵ پر منشی صاحب کے جنازہ

میں اپنی شرکت لکھی ہے وہ سبقت قلم ہے۔ اپنے ذاتی نسخہ پر حضرت مدظلہ نے تصحیح فرمادی ہے جو دوسرے ایڈیشن میں درست ہو جائے گی۔"

۱۰۸۔ یہ مولانا محمد اشفاق صاحب اعلیٰ حضرتؒ کے حقیقی بھانجے ہیں۔ ان کی صاحبزادی کی شادی پانچ ربیع الاول ۵۵ھ چہارشنبہ کو ہوئی۔ جس میں شرکت کے لئے حسب ارشاد حضرت اقدس رائے پوری، حضرت شیخ زادمجدہ چار ربیع الاول کو تشریف لے گئے۔ اور دو روز قیام فرماکر چھ ربیع الاول کو واپس آئے۔"

۱۰۹۔ حضرت ناظم صاحب سے مراد مولانا الحاج عبداللطیف صاحب ہیں۔ دیکھئے حاشیہ نمبر ۴۱۔

۱۱۰ شاہ سکندر علی صاحب یہ پنجاب کے رہنے والے تھے اور حضرت اقدس رائے پوری کی خانقاہ کے مستقل مقیمین میں تھے۔ ہمیں ان کے مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

۱۱۱ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کیلئے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۵ ۔"

۱۱۲۔ مولانا محمد اشفاق صاحب کے لئے دیکھئے حاشیہ نمبر ۴۳ ۔"

۱۱۳ مرزا محمود یہ مشہور مدعی نبوت اور مسیلمہ وقت مرزا غلام احمد قادیانی کے لڑکے ہیں۔ یہ اپنے محدود حلقہ اثر میں چاہے قمر الانبیاء بن جائیں یا شمس الانبیاء، مگر تقدس کے پردہ میں جو گندے اور گھناؤنے افعال کرتے تھے اس سے واقف ہونے کے لئے ان نوجوان لڑکیوں کے نالہ وشیون سے بھرپور واقعات پڑھیے جن کی عزت وعفت کی دھجیاں ان صاحبزادہ صاحب نے اڑائی ہیں۔ ہاں پڑھیے اور ضرور پڑھیے یہ کتاب۔ تاریخ محمودیت کے چند اہم مگر پوشیدہ اوراق۔ اور دوسری کتاب۔ دور حاضر کا مذہبی آمر۔"

۱۱۴ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ۱۸۹۱ء میں پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم یہیں حاصل کی۔ اور یہیں شعر وسخن کا ذوق بیدار ہوا۔ اردو گھر کی زبان تھی۔ فارسی ادبیات کے اس ذوق کو نکھارا۔ سترہ برس کی عمر میں پنجاب آئے۔ اور اسلامیات کا رخ کیا۔ مولانا محمد عالم آسی، مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی، حضرت مولانا انوار احمد صاحب امرتسری سے ادب وفقہ اور

تفسیر کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب چاٹگامی استاذ حدیث تھے۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری سے بھی حدیث کے چند اسباق تبرکاً پڑھے قرآن پاک کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے۔ علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا الحاج مفتی کفایت اللہ صاحب حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری جیسے حضرات نے آپ کو امیر شریعت تسلیم کیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اکیس ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کو انتقال فرمایا۔ غفر اللہ لہ۔ (مزید پڑھیے بیس ۲۰ بڑے مسلمان)

۱۱۵ مولانا ظفر علی خاں صاحب کے لئے پڑھیے حاشیہ نمبر ۱۰"

۱۱۶ ۔ فارسی کے ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

"محبوب کی وفاداری سے تعجب ہے کہ اس نے کوئی مہربانی نہیں کی۔ نہ خط و پیغام کے ذریعہ سے اور نہ ہی دریافت حال اور سلام سے۔ (اے شخص) تو کیمیا فروخت کرنے والا ہے لہٰذا ایک نظر ہماری طرف کر، کہ ہم کوئی پونجی نہیں رکھتے اور ہمیشہ کے نظر انداز کیے ہوئے ہیں"

۱۱۷ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلویؒ

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب ایک عمارت چونسٹھ کھمبہ کے نام سے بنی ہوئی ہے۔ اس کے پھاٹک پر ایک بزرگ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب رہا کرتے تھے۔ مولانا کا قدیم آبائی وطن اگرچہ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر تھا۔ مگر پہلی اہلیہ محترمہ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب کی نواسی سے عقد ثانی کی وجہ سے کاندھلہ بھی آمد و رفت برابر رہتی تھی۔ اور یہ بھی بمنزلہ وطن کے ہوگیا تھا۔

حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب نظام الدین میں مرزا الٰہی بخش صاحب (جو بہادر شاہ کے سمدھی تھے) کے بچوں کو پڑھاتے تھے۔ پھاٹک کے قریب ہی ایک مسجد تھی۔ جس پر ٹین کا سائبان تھا۔ اسی بنا پر اس کو بنگلہ والی مسجد کہا جاتا ہے:

مولانا اسمٰعیل صاحب ذکر و عبادت، مسافروں کی خدمت، قرآن مجید اور دینی تعلیم میں

ہر وقت منہمک رہتے۔ خلق خدا کی راحت رسانی اور ان کی خدمت کا بڑا شوق اور جذبہ تھا۔ زبان ہر وقت ذکر الٰہی میں تر رہتی اسی کا ثمرہ تھا کہ جب مولانا نے امام ربانی قطب العالم حضرت اقدس گنگوہی سے طریق سلوک کے حاصل کرنے کی خواہش کی تو حضرت نے فرمایا۔ آپ کو اسکی حاجت نہیں جو اس طریق اور ان ذکر واذکار کا مقصود ہے وہ آپ کو حاصل ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید پڑھنے کے بعد یوں کہے کہ قاعدہ بغدادی میں نے نہیں پڑھا۔ اس کو بھی پڑھ لوں۔"

۴ شوال ۱۳۱۵ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۸۹۸ء کو مولانا محمد اسمٰعیل نے دہلی میں بیرام کے ترا ہے کی کھجور والی مسجد میں انتقال فرمایا۔ تاریخ وفات "عفرلہ" ہے۔ چونکہ آپ کی طبیعت اتنی صلح کل واقع ہوئی تھی کہ کسی شخص سے کبھی کوئی منازعت اور جھگڑا نہیں ہوا۔ للّٰہیت اور بےنفسی سے سب واقف تھے۔ اور مختلف الخیال اور متفرق العقائد جماعتیں آپ سے وابستہ رہیں تھیں۔ اسلئے آخری دیدار اور نماز جنازہ میں شرکت کرنے کیلئے بڑا ہجوم ہو گیا۔ جنازہ کے دونوں طرف بلیاں باندھی گئی تھیں۔ پھر بھی دہلی سے نظام الدین تک بہت سے لوگ کاندھا نہ دے سکے اور محروم رہے۔ ہجوم کی کثرت کی بنا پر کچھ تاخیر ہوئی۔ اس عرصہ میں ایک صاحب اور اک بزرگ نے یہ دیکھا کہ مولانا اسمٰعیل فرما رہے ہیں کہ مجھے جلدی رخصت کرو میں بہت شرمندہ ہوں۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ میرے انتظار میں ہیں۔

حضرت مولانا نے تین صاحبزادے یادگار چھوڑے۔ مولانا محمد صاحب۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب، مولانا محمد الیاس صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی ولادت ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام الیاس اختر رکھا گیا۔ آپ کا بچپن اپنی ننھیال کاندھلہ اور اپنے والد ماجد کے پاس نظام الدین میں گذرا۔ نو عمری میں قرآن مجید حفظ فرما کر اپنے والد ماجد کے پاس دینی تعلیم شروع کی۔ مگر والد صاحب کے مشاغل اور کثرت عبادت کی وجہ سے تعلیم جیسی ہونی چاہیئے تھی نہیں

ہو رہی تھی۔ اس لئے حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کے ہمراہ (جو ۱۳۱۱ھ میں امام ربانی کی خدمت میں گنگوہ تشریف لے گئے تھے) ۱۳۱۴ھ یا ۱۳۱۵ھ کے شروع میں گنگوہ تشریف لیگئے وہاں جاکر پڑھنا شروع کیا۔ مولانا کی عمر اس وقت دس گیارہ سال کی تھی، حضرت امام ربانی عام طور پر بچوں کو بیعت نہیں فرماتے تھے۔ لیکن حضرت مولانا الیاس صاحب کے غیر معمولی حالات و اتفاقات کی بنا پر ان کو بیعت فرمالیا تھا۔

آپ ابتدا ہی سے کمزور اور لاغر تھے۔ اسی گنگوہ کے قیام میں صحت خراب ہوگئی۔ درد سر کا ایک خاص قسم کا دورہ پڑا، جس کی وجہ سے کئی ماہ تک سر کا جھکانا مشکل ہوگیا۔ تکیہ پر بھی سجدہ نہ کرسکتے تھے۔ ۱۳۲۶ھ میں آپ حضرت شیخ الہند کے حلقۂ درس میں شریک ہونے کیلئے دیوبند تشریف لیگئے۔ اور ترمذی و بخاری شریف کی سماعت کی۔ اس کے چند سال بعد مولانا محمد یحییٰ صاحب سے صرف چار ماہ میں پھر حدیث کا دورہ کیا۔

۱۳۲۳ھ میں حضرت گنگوہی کے وصال کے بعد حضرت اقدس سہارنپوری سے اپنا تعلق قائم فرمایا۔ اور سلوک کے منازل طے کیئے۔ آپ کا گنگوہ کا قیام کثرت مجاہدات و عبادات کا زمانہ تھا، اکثر وقت سکوت و مراقبہ میں گذرتا۔ نوافل کا بھی بیحد زور رہتا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک بیس۲۰، پچیس۲۵ سال کے درمیان تھی۔

شوال ۱۳۲۸ھ میں آپ مدرسہ مظاہر علوم کے مدرس بھی بنے اور متوسط کتابیں، کنز الدقائق، نور الانوار وغیرہ مختلف کتابیں پڑھائیں۔

نظام الدین کیلئے روانگی مدرسی کے اس دور میں جب آپ کے بڑے بھائی مولانا محمد صاحب کا (۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ شب جمعہ کو) دہلی میں انتقال ہوگیا تو خاندان کے محبین و معتقدین نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے اصرار کیا کہ آپ سہارنپور کی سکونت اور مدرسی ترک فرماکر دہلی میں قیام فرمائیں تاکہ بھائی مرحوم کی یہ جگہ آباد رہے۔

اکابر سے مشورہ اور رائے لینے کے بعد اولاً ایک سال کے لئے آپ نے یہ سوچکر مدرسہ سے رخصت لی کہ اگر وہاں کا قیام مفید ثابت ہوا تو مستقل علیحدہ ہونا بعد میں آسان ہوگا۔ چنانچہ ایک سال کی رخصت لیکر آپ دہلی پہنچے۔ اور مدرسہ و مسجد کا انتظام سنبھالا۔ یہاں پہونچکر طبیعت کا میلان زہد و عبادت ریاضت و مجاہدہ کی طرف پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گیا۔۔۔ عبدالرحیم خانخاناں کے مقبرے مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت سید نور محمد بدایونی کے مزار کے قریب گھنٹوں خلوت میں رہتے۔ دوپہر کا کھانا عموماً وہیں چلا جاتا۔ طلباً وہیں سبق پڑھنے چلے جاتے۔ پنج وقتہ نمازیں جماعت کیساتھ وہیں طلبہ کی معیت میں ادا فرماتے۔"

اہلِ میوات سے تعلق حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب کے دورِ مسعود سے ہی نظام الدین میں اہلِ میوات کی آمد شروع ہوگئی۔ اور ان کی عقیدت و محبت کا گہرا تعلق حضرت سے ہو چکا تھا۔ اہلِ میوات کا یہ تعلق مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور مولانا محمد صاحب کے انتقال کے بعد حضرت مولانا الیاس صاحب کی طرف منتقل ہوگیا۔ اور دوبارہ ان کی آمد و رفت نظام الدین میں شروع ہوگئی۔ حضرت مولانا الیاس صاحب نے بھی اہلِ میوات کے اصرار پر ان کی دلجوئی اور اپنے دعوتی مقاصد کی خاطر میوات کے اسفار شروع فرمائے۔ اور بڑی تعداد میں دینی مکاتب اور مدارس قائم فرمائے۔ کچھ ہی عرصہ میں میوات میں کئی سو مدارس قائم ہوگئے۔ جن میں قرآن مجید وغیرہ کی تعلیم ہوا کرتی تھی۔ ان مدارس کے معلمین و مدرسین کی تنخواہیں اپنے سرمایہ اور اپنی جائیداد سے مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ بہت بعد میں لوگوں کی امداد قبول کرنی شروع کی۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے کچھ رقم یہ کہہ کر پیش کی کہ یہ آپ بالکل اپنے کام میں لائیں۔ فرمایا! حضرت اگر ہم نے اللہ کے کام کو اپنا کام نہ سمجھا تو ہم اپنے کب ہوئے۔ یہ کہہ کر رو دیئے اور فرمایا کہ آہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر نہ کی:

اسفارِ حج ۔ حضرت مولانا الیاس صاحب نے چار حج کیے۔ ۱۳۳۳ھ میں حضرت اقدس

سہارنپوری اور حضرت شیخ الہند نے حج کا قصد فرمایا۔ آپ کے دل میں بھی ہمرکابی کا شوق ہوا فرماتے تھے کہ مجھے ان حضرات کے بعد ہندوستان تاریک ہوتا ہوا نظر آیا حضرت اقدس سہارنپوری پہلے حجاز تشریف لیگئے اور آپ دوسرے جہاز سے حضرت شیخ الہند کی معیت میں شوال میں روانہ ہوئے۔ اور ربیع الثانی ۳۳ھ میں واپس تشریف لائے۔ یہ زمانہ حضرت مولانا کا مظاہر میں مدرسی کا تھا۔ چنانچہ تشریف لاکر بدستور فرائض تدریس میں مشغول ہوگئے۔

دوسرا حج شوال ۴۴ھ میں ہوا۔ اس سفر میں حضرت اقدس سہارنپوری بھی ساتھ رہے۔ اسی سفر میں مدینہ طیبہ کے قیام میں دعوت وتبلیغ کے عظیم الشان کام کی بشارت آپ کو ملی اور ارشاد ہوا کہ ہم تم سے کام لیں گے۔ طبیعت پریشان رہی کہ میں ناتواں کیا کرسکتا ہوں۔ مولانا سید احمد صاحب (حضرت اقدس مدنی کے بڑے بھائی) سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا، پریشانی کی کیا بات ہے۔ یہ تو نہیں کہا گیا کہ تم کام کروگے۔ بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ ہم تم سے کام لیں گے۔ پس کام لینے والے کام لیں گے۔

اس جواب سے حضرت مولانا کو بڑی تسکین ہوئی۔ پانچ مہینے حرمین شریفین میں قیام فرماکر ۱۳ ربیع الثانی ۴۵ھ کو واپسی ہوئی۔

تیسرا حج ۱۳۵۱ھ میں کیا۔ خصوصی رفقاء میں مولانا احتشام الحسن صاحب بھی تھے مکہ معظمہ سے روانہ ہوکر ۲ محرم الحرام ۵۲ھ مطابق ۲۷ اپریل ۳۳ء کو مدینہ پاک پہنچے اور زیارت سے مشرف ہوئے، ۲ جمادی الاولیٰ ۵۲ھ کو ہندوستان واپسی ہوئی۔ اس سفر سے واپس ہوکر دعوتی کام کے متعلق مزید وثوق اور اطمینان ساتھ لائے۔

چوتھا حج جو آپ کا آخری حج تھا۔ اس کے لئے آپ ۱۸ ذیقعدہ ۵۶ھ کو روانہ ہوئے اس سفر میں مولانا احتشام الحسن صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد انعام الحسن صاحب وغیرہ بطور خاص رفیق بنے۔ اس سفر میں دعوتی مقاصد کے لئے راہ ہموار کرنے کی

غرض سے رفقائے سفر نے اپنے اپنے طور پر سربرآوردہ اور ذی حیثیت حضرات سے ملاقات کی، اور ان پر دعوتی اصول واضح کیے۔ اپنے کام کی نوعیت ان کو سمجھائی۔ خود جلالۃ الملک نے بڑے اعزاز و اکرام کا معاملہ کیا اور اپنی مسند سے اتر کر استقبال کیا۔

الغرض اس سفر میں ہر طبقہ اور ہر خیال کے افراد تک دعوت پہنچائی گئی۔ قرب و جوار کے مختلف مقامات پر تقاریر ہوئیں اور لوگوں کو اس دعوت کا ہم نوا بنایا۔

۵ ۲صفر ۵۷ھ کو مکہ معظمہ سے بذریعہ موٹر روانہ ہو کر ۲۷ صفر کی صبح کو مدینہ منورہ پہنچے وہاں بھی تبلیغی مساعی میں منہمک رہے۔ یہاں پندرہ روز قیام فرما کر واپس ہندوستان تشریف لے آئے!

تبلیغی گشت کی ابتدا

دوسرے سفر حج سے واپسی پر آپ نے اپنے کام کا رُخ بدلا۔ اور گشت کے لئے جماعتوں کو بھیجنا شروع کیا۔ چونکہ لوگ اس طرز کی دینی محنت سے بالکل ناآشنا تھے۔ اس لئے شروع شروع میں ان پر بڑا بوجھ پڑا۔ مگر رفتہ رفتہ طبیعتیں مانوس ہونی شروع ہوئیں اور اجتماعات میں عوام آنے شروع ہوئے۔ اور بیرون کی آمد رفت شروع ہوئی۔

حضرت مولانا کے نزدیک ملک کی جہالت و غفلت دینی بے جمعیتی اور جذبات کی خرابی تمام فتنوں کی جڑ اور ساری خرابیوں کا سرچشمہ تھی۔ اور اس کا علاج صرف یہ تھا کہ میوات کے لوگ اپنی اصلاح و تعلیم اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے اور اس کے لئے جد و جہد کرنے کی طاقت اور جذبات پیدا کرنے کے لئے باہر اور خصوصاً یوپی کے ان شہروں میں جائیں۔

ایک میواتی کو تحریر فرمایا۔

میرے دوست! آدمی کا جاہل اور غافل ہونا اور حق کی کوشش میں سست ہونا ہر فتنہ کی کنجی ہے۔ اور طبائع اور جذبات کے ان نامبارک

اور گندہ صفتوں پر رہتے سے خدا جانے کتنے فتنے اٹھتے ہوئے تم دیکھو گے اور کچھ نہ کر سکو گے۔ اٹھتے ہوئے فتنوں کو میٹنے اور آئندہ کے فتنوں سے روکنے کے لئے تمہارے ملک میں پیش آئی ہوئی اسکیم کو مشق کرنے کیلئے یوپی کے لئے نکلنے پر زور دینے کے سوا اور کوئی علاج نہیں۔

مولانا کو اس کی بھی امید تھی کہ یہ دعوت و تحریک اس طرح اس علاقہ کے اہل حق اور اہل علم کے سایہ تلے آجائے گی اور اس بہانے سے ان حضرات کو میوات کے ان غریب و دور افتادہ مسلمانوں کی پسماندگی و زبوں حالی سے واقفیت کا موقعہ ملیگا۔"

ان امور کی بنا پر حضرت مولانا نے جماعتوں کا رخ علمی دینی اور روحانی مرکزوں کی طرف موڑ دیا اور کاندھلہ کے لئے ایک جماعت مستقل دس آدمیوں کی تیار کی جسمیں منتخب افراد تھے۔ اس جماعت کی امارت حافظ مقبول حسن صاحب کو سونپی گئی۔

اسی طرح دوسری جماعت رائے پور بھیجی کہ وہ بھی ایک بڑا روحانی اور دینی مرکز تھا۔ قاری داؤد صاحب اور میاں جی محراب جیسے ذمہ دار حضرات اس جماعت میں شامل تھے۔ ان مقامات کے علاوہ دوسرے مرکزی اداروں مثلاً، دیوبند، تھانہ بھون، سہارنپور بھی جماعتیں کثرت سے بھیجی گئیں۔ حضرت مولانا نے ان مقامات پر بھیجے جانیوالے میواتیوں کو بطور خاص ہدایت دی کہ بزرگان دین کی مجالس میں تبلیغ نہ کریں۔ بس پچاس ساٹھ آدمی آس پاس کے دیہاتوں میں گشت کریں جم کر محنت کریں۔ اور ہر ہفتہ قصبہ میں جمع ہوجایا کریں۔ یہ حضرات اکابر اگر کام کی نوعیت اور اس کی رفتار کے متعلق کچھ دریافت کریں تو بتلا دیا جائے، از خود کچھ نہ کہا جائے۔

تھانہ بھون میں بھی اہل میوات کو یہی اصول دیکر بھیجا۔ ابتدا میں حضرت اقدس تھانوی کو بڑا اخلجان تھا کہ جب علماء کے فریضۂ تبلیغ ادا کرنے میں دشواریاں ہیں اور نئے نئے فتنے سر ابھار رہے ہیں تو یہ جاہل میواتی بغیر علم و تربیت کے کس طرح اتنا نازک کام

کرینگے۔ کچھ عرصہ بعد میواتیوں کے عملی کام اور قرب وجوار کے متواتر خبروں اور تصدیقوں سے اور پھر ان کی آمد کی برکات کو ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ کو اسپر اطمینان ہوا۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے تبلیغ کے متعلق حضرت اقدس تھانوی سے کچھ گفتگو کرنی چاہی، تو حضرت نے فرمایا دلائل کی ضرورت نہیں۔ دلائل تو کسی چیز کے ثبوت اور صداقت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ میرا اطمینان عمل سے ہوچکا۔ اب کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں، آپ نے تو ماشاء اللہ یاس کو آس سے بدل دیا۔

مدرسہ مظاہر علوم کے ساتھ آپ کا تمام زندگی مخلصانہ تعلق رہا۔ ایک زمانہ میں یہاں درس بھی دیا۔ اس کے بعد شعبۂ ابتدائی عربی کے سرپرست بنے۔ ۱۳۵۱ھ سے مستقل سرپرست بنادیئے گئے تھے۔ نیز ۱۳۵۱ھ سے ۱۳۵۳ھ تک دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے۔

علالت اور وفات نومبر ۱۹۴۲ء کو بیماری کا آغاز ہوا اور پیچش شروع ہوئی جسکی وجہ سے ضعف برابر بڑھتا گیا۔ اس حالت میں بھی کام کی رفتار اور نوعیت وہی رہی۔ امامت خود فرماتے تھے، گفتگو اور تقاریر کا سلسلہ اسی طرح جاری تھا جب بیٹھ جاتے تو اٹھنے کے لئے بسا اوقات سہارا دینا پڑتا۔ صبح کی چائے اور رات کے کھانے پر جو گفتگو فرماتے اس کا سلسلہ بعض مرتبہ کئی کئی گھنٹہ تک رہتا۔ مارچ ۱۹۴۳ء میں ضعف بہت بڑھ گیا۔ امامت سے بھی معذور ہو گئے۔ لیکن جماعت میں دو آدمیوں کے سہارے برابر تشریف لاتے رہتے اور کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے۔ اپریل کے آخر میں ایک سخت قسم کا دورہ پڑا جس کی وجہ سے ضعف اور بڑھ گیا۔ دو چار منٹ بولنے کی بھی سکت نہ رہی۔ دو گھنٹے غشی کی کیفیت رہی۔ آنکھیں تک بند تھیں۔ دیر کے بعد یکایک آنکھیں کھولیں۔ اور زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے۔ الحق یعلو، الحق یعلو، الحق یعلو ولا یعلی۔ پھر ایک وجد کی کیفیت کے ساتھ تین دفعہ یہ آیت تلاوت فرمائی:

کان حقا علینا نصر المؤمنین	ایمان والوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ حق ہے

گیارہ جولائی کی صبح کو آب زمزم پیتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دعا اللہ سے مانگی۔

اللھم ارزقنی الشہادۃ فی سبیلک واجعل موتی فی بلد رسولک	"اے اللہ مجھے اپنے راستہ میں شہادت نصیب فرما اور میری موت اپنے رسولؐ کے شہر مدینہ میں مقدر فرما۔"

جیسے جیسے وقت قریب آتا جارہا تھا۔ شوق و اہتمام بڑھتا جارہا تھا۔ دریافت فرمایا کہ کیا کل جمعرات ہے؟ عرض کیا گیا جی ہاں۔ فرمایا میرے کپڑوں کو دیکھ لو۔ کہیں کوئی نجاست تو نہیں ہے؟۔ چارپائی سے اتر کر وضو کے ساتھ نماز پڑھنے کی خواہش کی۔ مگر تیمار داروں نے منع کر دیا۔ جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز شروع کی۔ مگر تقاضائے حاجت کی ضرورت پیش آگئی۔ بعد میں دوسری جماعت سے حجرہ میں نماز پڑھی۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ آج یوں جی چاہتا ہے کہ مجھے غسل کرادو اور نیچے اتار دو، دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ دیکھو پھر نماز کیا رنگ لاتی ہے۔

بارہ بجے گھبراہٹ کا ایک دورہ پڑا جس پر ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ دوائیں دی گئیں۔ رات کو بار بار اللہ اکبر کی آواز آتی رہی۔ پچھلے پہر مولانا محمد یوسف صاحب کو بلا کر فرمایا، یوسف آمل لے، ہم تو چلے اور صبح کی اذان سے پہلے جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ انتقال کی تاریخ ۲۱، رجب ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۳، جولائی ۱۹۴۴ء یوم پنجشنبہ ہے۔ حضرت شیخ زاد مجدہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور مسجد کے جنوبی مشرقی گوشے میں باپ اور بھائی کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

صبح کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی جانشینی عمل میں آئی۔ اور مولانا کا عمامہ ان کے سر پر باندھا گیا۔"

مزید تفصیلی حالات کے لئے یہ کتب پڑھیے۔

(۱) سوانح حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور انکی دینی دعوت: تالیف، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔

(۲) آپ بیتی ________ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ زاد مجدہ

(۳) بیس بڑے مسلمان ________ ترتیب، مولانا عبدالرشید ارشد، مطبوعہ پاکستان

(۴) ملفوظات حضرت ________ مرتبہ، مولانا محمد منظور صاحب نعمانی، زاد مجدہ۔

(۵) مکتوبات حضرت ________ مرتبہ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زاد مجدہ

(۶) حالات مشائخ کاندھلہ ________ تالیف، مولانا الحاج احتشام الحسن صاحبؒ کاندھلوی

(۷) سوانح یوسفی کا پہلا باب ________ تالیف، مولانا سید محمد ثانی حسنی۔

(۸) تاریخ مظاہر جلد دوم ________ تالیف، محدث سہارنپوری

(۹) تبلیغی جماعت کا تاریخی جائزہ ________ تالیف، مولانا محمد ایوب قادری، مطبوعہ پاکستان

(۱۰) اکابر کا رمضان ________ از حضرت شیخ زاد مجدہ۔

۱۱۸۔ اس عزیزہ کا مصداق کافی تفحص و تلاش کے باوجود اب تک معلوم نہیں ہو سکا۔ خط پر لگی ہوئی ڈاک خانہ کی مہر بھی مرور ایام کی وجہ سے بالکل محو ہو گئی۔ البتہ یہ بات یقینی ہے کہ حضرت شیخ زاد مجدہ کی کسی صاحبزادی کے انتقال پر حضرت دہلوی نے یہ مکتوب بطور تعزیت کے لکھا تھا۔

۱۱۹ عزیزہ ہمشیرہ کا مصداق حضرت شیخ کی حقیقی بہن عائشہ ہیں۔ دیکھیے حاشیہ نمبر ۳۱۔

۱۲۰ مولانا الحاج احتشام الحسن صاحب کاندھلہ میں ۱۶، ربیع الاول ۱۳۲۴ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۰۶ء یوم جمعہ کو پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم مظاہر میں رہ کر حاصل کی۔ ۱۳۴۴ھ میں فارغ ہوئے۔ حضرت دہلوی کے ابتدائی رفقاء میں تھے اور دعوت و تبلیغ کے اونچے اور معروف لوگوں میں سے تھے۔ سفر حج میں بھی حضرت کے شریک رہے۔ مختلف عوارض اور گوناگوں بیماریوں کی وجہ سے مستقل کاندھلہ قیام ہو گیا تھا۔ آخری علالت میں بغرض علاج دہلی تشریف لے گئے لیکن چونکہ مرض اپنی آخری حد پر پہنچ گیا تھا۔ اسلئے افاقہ کی کوئی صورت نہ ہوئی۔ چودہ پندرہ ڈاکٹر

مسلسل ۳۶ گھنٹے تک کوشش کرتے رہے کہ ہوش آجائے۔ لیکن نہ ہی ہوش آیا۔ اور نہ اپنا سانس ہی شروع ہوا۔ مسلسل چھبیس ۲۶ گھنٹے تک مشین کے ذریعہ سانس آنے کے بعد بھی جب پھیپھڑوں نے اپنا کام شروع نہ کیا تو ڈاکٹروں نے مایوسی ظاہر کر کے تمام مشینیں اور نلکیاں علیحدہ کرلیں۔ بعد مغرب ایک پرائیوٹ ایمبولینس کے ذریعہ کاندھلہ لائے گئے۔ بالآخر پندرہ ۱۵ شوال ۱۳۹۲ھ مطابق تیئس ۲۳ دسمبر ۱۹۷۲ء یوم جمعہ کو انتقال ہوا۔ دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں۔ ان کے علاوہ اپنی تالیفات و تصنیفات کا بہت بڑا ذخیرہ اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ : (مزید حالات کے لئے پڑھیے تاریخ مظاہر جلد دوم کا دوسرا باب) :

ص ۱۲۱ مولانا الحاج انعام الحسن صاحب زاد مجدہ کیلئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۷۹ :

ص ۱۲۲ ۔ اس کا مصداق حضرت شیخ الحدیث زاد مجدہ کی دوسری صاحبزادی ذاکرہ صاحبہ یعنی والدہ مولانا محمد زبیر الحسن سلمہٗ ہیں۔ تیئس ۲۳ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ کو حضرت مولانا الحاج انعام الحسن زید مجدہ کے حبالہ عقد میں آئیں۔ تقریباً ایک سال بعد ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مطابق تیئس ۲۳ جون ۱۹۳۶ء کو رخصتی ہوئی :

ص ۱۲۳ تبلیغی تحریک کے بنیادی اصول یہ ہیں۔ کلمۂ طیبہ، نماز، علم وذکر، اکرام مسلم، اخلاص نیت، تفریغ وقت، حضرت دہلوی کے حسب فرمان حضرت شیخ نے ان میں بعض اصولوں کی وضاحت کے لئے مستقل کتب تحریر فرمائیں ہیں اور بقیہ اصولوں کی توضیح ان ہی کتب میں مختلف مقامات پر کردیگئی۔

ص ۱۲۴ ۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کے لئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۵ ۔

ص ۱۲۵ ۔ شدھی کی تحریک آریہ سماج کی زیر نگرانی شروع ہوئی تھی۔ یہ جماعت دس ۱۰ اپریل ۱۸۷۵ء کو بمبئی میں قائم کی گئی۔ تحریک کے بانی دیانند تھے۔ اس جماعت کے قیام کا مقصد ویدک مذہب اور قدیم ہندو تمدن کو دوبارہ رواج دینا تھا اور مسلمانوں کو اپنا حریف بتلائے ہوئے ہندؤوں میں مذہبی احساس بیدار کرنا تھا۔ اسی کے نتیجہ میں مارچ ۱۸۷۷ء

میں چاندپور ضلع شاہجہاں پور میں انگریزی حکومت کی زیر نگرانی میلہ خداشناسی منعقد ہوا۔ یہ برصغیر کا وہ پہلا جلسہ تھا جس میں انگریزوں کا سہارا لیکر مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنی مذہبی برتری ثابت کرنے کی کوشش کی گئی اور جس کو حق تعالیٰ نے لسان الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولانا محمد علی بچھرایونی کے ذریعہ ناکام بنادیا۔ اس تحریک کی مسلم دشمنی آہستہ آہستہ بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ یکایک سنہ ۱۹۰۸ء میں نومسلم راجپوتوں میں انھوں نے ارتداد کا کام باقاعدہ شروع کردیا۔ اور مغربی یوپی کے اضلاع متھرا، بھرتپور، آگرہ، وغیرہ میں پر فساد اور فتنہ کی آگ بھڑکائی۔ ادھر کچھ عرصہ بعد سنگھٹن کی تحریک بھی زور پکڑ گئی۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں ہیجان اور اضطراب پیدا ہوا۔ اور اس طرح وہ تعلق اور میل جول جو سات سو برس سے چلا آرہا تھا عیار انگریزوں کے اشاروں پر ختم کردیا گیا۔ ۔ تبلیغی جماعت کا تاریخی جائزہ ص۱۳ تا ص۱۹ باختصار ـــ علمائے مظاہر نے اس سلسلہ میں جو وقیع خدمات انجام دیں۔ ان کیلئے پڑھیے تاریخ مظاہر جلد دوم حالات بابت سنہ ۱۳۴۱ھ :

۱۲۶ حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب زادمجدہٗ۔ پیدائشی تاریخی نام مرغوب اللہ اور چراغ علی ہے۔ جن سے ۱۳۱۴ھ نکلتا ہے۔ رامپور وطن اصلی ہے۔ ابتدار کچھ تعلیم رامپور کے ایک سرکاری اسکول میں حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے چچا مولانا مفتی حکیم فضل اللہ صاحب کے ہمراہ تھانہ بھون آئے۔ وہاں پہنچکر حضرت اقدس تھانوی مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی حضرت مولانا ظفر احمد صاحب۔ مولانا شبیر علی صاحب وغیرہم کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ سنہ ۱۳۳۳ھ میں مظاہر علوم میں داخل ہوئے۔ سنہ ۳۴ھ میں فراغت ہوئی۔ سنہ ۳۵ھ میں انجمن ہدایت الرشید کے ناظم بنے۔ سنہ ۳۷ھ میں معین مدرس بنائے گئے۔ مختلف ترقیات اور عہدوں کے بعد یکم صفر ۱۳۶۵ھ کو مظاہر کے نائب ناظم اور سنہ ۷۲ھ میں ناظم اعلیٰ بنے۔ شدھی سنگھٹن کے دور میں بڑی وقیع خدمات انجام دیں۔

اور متاثرہ علاقوں میں طویل طویل دورے کیے۔ مولانا الحاج قاضی مفتی محمد اسعد اللہ صاحب رامپوری حضرت موصوف کے جد امجد ہیں۔ مزید تفصیلی حالات حضرت موصوف کے مجموعہ اشعار کلام اسعد میں نیز تاریخ مظاہر جلد دوم میں پڑھے جا سکتے ہیں۔

۱۲۷ھ مولانا نصیر الدین صاحب ۱۹۰۱ء (جو ۱۳۱۸ھ کا اوائل اور ۱۳۱۹ھ کا اواخر ہوتا ہے) کو اپنے وطن موضع جلالیہ قصبہ بہٹ میں پیدا ہوئے۔ قرآن شریف اور ابتدائی اردو حساب وغیرہ رائے پور میں رہکر سیکھا۔ ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ میں اپنے استاذ حافظ محمد یوسف صاحب کے خوف سے سہارنپور چلے آئے یہاں آکر حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب اور حضرت شیخ سے راہ ورسم ہوئی۔ ۱۳۳۸ھ میں جب حضرت شیخ پہلی مرتبہ حجاز تشریف لیگئے تو اس وقت تجارتی کتب خانہ ان کی تحویل میں رہا۔ اس وقت سے لیکر اب تک ناظم کتب خانہ اور مہمانوں کے طعام کے منتظم ہیں۔ (مزید تفصیل کے لیے پڑھیے آپ بیتی نمبر ۵ ص۱۷۱)۔

۱۲۸ھ۔ اس نام کا مصداق حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب کی دوسری اہلیہ محترمہ ہیں۔ دیکھیے حاشیہ نمبر ۱۱۔

۱۲۹ھ۔ یہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی والدہ ماجدہ ہیں۔ دیکھیے حاشیہ نمبر ۵۴۔

۱۳۰ھ۔ المرء مع من احب۔ شیخین نے بروایۃ حضرت انس حضرت ابو موسیٰ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ ترمذی شریف میں بھی حضرت انس سے مروی ہے۔ محدثین نے اس حدیث کا شان ورود یہ بتلایا ہے کہ ایک صحابی حضرت صفوان بن قدامہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے آپ سے محبت ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا، المرء مع من احب، آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرے۔ (کشف الخفا ص۲۰۲ جلد دوم)۔

۱۳۱ھ۔ حافظ صاحب سے مراد حضرت الحاج الحافظ فخر الدین صاحب دہلوی ہیں۔ یہ حضرت اقدس سہارنپوری کے خلیفہ ومجاز بیعت تھے۔ اکابر تبلیغ سے بڑا گہرا تعلق تھا۔

بڑے ذاکر و شاغل تھے۔ ایک قرآن روزانہ ختم کرنیکا معمول تھا۔ آخر عمر میں بحرش کی شکایت ہوگئی تھی۔ جس نے بڑی پیچیدہ شکل اختیار کی تھی۔ بالآخر شب یکشنبہ چوبیس ۲۴ شوال سنہ ۱۳۷۳ھ چھبیس ۲۶ جون سنہ ۵۴ء کو گیارہ ۱۱ بجکر بارہ ۱۲ منٹ پر انتقال ہوا۔ اگلے دن یکشنبہ کو صبح نو بجے مسجد فتحپوری میں بامامت حضرت الحاج مولانا قاری محمد طیب صاحب زاد مجدہٗ نماز جنازہ ہوئی اور بعد ظہر خواجہ باقی باللہ کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔ انتقال سے ایک دو یوم قبل نفخ اور بخار کی شدت ہوگئی تھی۔ شدید غفلت کے ساتھ ایکسو چھ ۱۰۶ ڈگری تک بخار پہنچ گیا تھا۔ عمر تقریباً اکہتر ۷۱ سال تھی۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب وحضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب اور مرکز کے دیگر ذمہ دار حضرات اسلامیہ ڈگری کالج سہارنپور میں ہونیوالے تبلیغی اجتماع میں آئے ہوئے تھے۔ اسلئے ان میں سے کوئی بھی شریک جنازہ نہیں ہوسکا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ:

۳۲؎ مولانا الحاج اظہار الحسن صاحب حضرت مولانا رؤف الحسن صاحب کی دوسری اہلیہ محترمہ سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ سات ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۷ھ تین ۳ ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء چہارشنبہ کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ مرادیہ مظفر نگر میں حاصل کر کے سنہ ۱۳۵۵ھ میں مظاہر میں داخل ہوئے۔ سنہ ۵۸ھ میں فراغت ہوئی۔ بڑے ذی استعداد اور باصلاحیت افراد میں سے ہیں۔ عمر کا ایک بڑا حصہ اپنے وطن کاندھلہ میں گذار کر اپنی اور اپنے عزیز و اقارب کی جائداد کے نگراں اور محافظ بنے رہے۔ اب سات آٹھ سال سے مرکز تبلیغ دہلی میں مقیم ہیں۔ اور ذمہ داری کے ساتھ کار مفوضہ انجام دیتے ہوئے کتب حدیث بخاری ومسلم شریف پڑھا رہے ہیں: (مزید تفصیل کے لئے پڑھیئے تاریخ مظاہر کا دوسرا باب:

۳۳؎۔ مولانا معین الحسن صاحب، مولانا حافظ نجم الحسن صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ تیئیس ۲۳ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۴ھ اٹھائیس ۲۸ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء سہ شنبہ کو کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ اٹھارہ ۱۸ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۴ھ شنبہ کو عقیقہ ہوا۔ سنہ ۱۳۵۷ھ میں مظاہر

میں داخل ہوئے۔ ۱۳۵۸ھ میں فراغت پائی۔ سات ربیع الاول ۶۲ھ چودہ ۱۴ مارچ ۱۹۴۳ء
یکشنبہ کو بعد نماز عصر مولانا ظہیر الحسن صاحب کی صاحبزادی سے بعبارۂ حضرت مولانا محمد الیاس
صاحبؒ نکاح ہوا۔

چھبیس ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ گیارہ جون ۱۹۶۱ء یکشنبہ کے روز بعد نماز اشراق مکہ مکرمہ
میں انتقال ہوا۔ اور جنت المعلیٰ میں اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے برابر تدفین
ہوئی۔ وصال سے چند یوم قبل دو مرتبہ شدید قلبی دورہ ہوا تھا۔

۱۳۴ھ مولانا الحاج انعام الحسن صاحب کیلئے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۷۹۔

۱۳۵ھ مولانا عبد السبحان صاحب موضع ناٹولی کے رہنے والے تھے۔ بچپن میں دہلی
آئے اور ابتداءً مسجد شاہ گل میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب خلف اصغر قاری رحیم بخش
صاحب کی خدمت میں رہے۔ مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرنیکے بعد حضرت الحاج مفتی
کفایت اللہ صاحب سے علم حدیث وتفسیر کی تکمیل کر کے سند اور دستار فضیلت حاصل کی۔
قصاب پورہ کی ایک قدیم مسجد کو اپنی قیام گاہ بنایا۔ اس کے بعد تعلیم وتعلم کے سلسلہ نے ترقی کی
تو مدرسہ سبحانیہ قائم کیا۔ اور بڑے اونچے پیمانہ پر درس وتدریس کا آغاز فرمایا۔ حضرت مولانا محمد صاحبؒ
کے ممتاز اور باکمال تلامیذ میں سے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت مولانا محمد الیاسؒ
صاحب دہلوی سے ساری عمر محبانہ مخلصانہ تعلق رہا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۳۶ھ۔ حضرت مولانا محمد صاحب نہایت ذاکر وشاغل بزرگ تھے۔ حدیث حضرت اقدس
گنگوہی سے پڑھی تھی۔ مسجد بنگلہ والی میں آپ کا قیام رہتا تھا۔ جہاں میواتی بچے تعلیم حاصل
کرتے تھے۔ سولہ ۱۶ سال تک تہجد کی نماز فوت نہیں ہوئی۔ آخر تک جماعت سے نماز پڑھتے رہے۔
۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ ۸ فروری ۱۹۱۸ء شب جمعہ میں نماز وتر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں
انتقال فرمایا۔ مرکز کے ایک گوشہ میں تدفین عمل میں آئی۔ حضرت مولانا الیاس صاحب انہی
کے انتقال پر نظام الدین منتقل ہوئے تھے۔ مزید حالات کے لئے دیکھئے۔ حضرت مولانا محمد الیاس

اوران کی دینی دعوت، سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب، حالات مشائخ کاندھلہ،

۱۳۷ھ حافظ صاحب کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۳۱"

۱۳۸ھ - حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب زاد مجدہ، جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ میں بمقام دیوبند ولادت ہوئی، تاریخی نام خورشید قاسم ہے۔ سات سال کی عمر میں قرآن شریف پڑھنا شروع کیا حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحبؒ نے بسم اللہ کرائی۔ نویں سال کے اختتام پر حفظ قرآن سے فراغت ہوئی۔ اور فارسی تعلیم کا آغاز ہوا۔ تین چار سال کے بعد عربی تعلیم شروع ہوئی۔ ابتدائی کتب میں کافیہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کرایا۔ ۱۳۳۷ھ میں علوم درسیہ سے فارغ ہوکر دار العلوم میں حسبۃ للہ درس وتدریس کا آغاز فرمایا۔ اور مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں۔ ۱۳۴۳ھ سے ۱۳۴۸ھ تک دار العلوم کے نائب مہتمم رہے۔ اور ۱۳۴۸ھ میں مہتمم اعلیٰ بنائے گئے۔ ۱۳۳۹ھ میں حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت تھانوی سے بیعت ہوئے ان ہی کیطرف سے مجاز بیعت ہیں۔ آپ کے زمانہ میں دار العلوم نے زبردست ترقی کی۔ اور باہر کے کتنے ہی ملکوں میں آپ کی ذات بابرکات دار العلوم کے تعارف وشہرت کا ذریعہ بنی۔ متع اللہ المسلمین بطول بقائہ۔

۱۳۹ھ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب یہ حضرت تھانوی کے حقیقی بھانجے ہیں۔ ۸، رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دار العلوم دیوبند میں مولانا محمد یٰسین صاحب سے اور بعد میں تھانہ بھون پہنچکر خود حضرت تھانوی اور مولانا عبد اللہ صاحب سے حاصل کی۔ اس کے بعد جامع العلوم کانپور تشریف لیگئے۔ ۱۳۲۷ھ میں مظاہر میں داخل ہوکر دورہ حدیث شریف پڑھا۔ ۱۳۲۹ھ میں مظاہر کے مدرس بنائے گئے۔ اور یہاں اولیں مشکوۃ شریف وغیرہ کتب پڑھائیں۔ ۱۳۲۸ھ اور ۱۳۳۸ھ میں حج کے لئے تشریف لیگئے۔ قیام پاکستان کے لئے بڑے سرگرم عمل رہے۔ اور تقسیم کے موقعہ پر وہیں تشریف لیجاکر دینی علمی وتبلیغی خدمات میں مصروف ہوئے۔ مختلف مدارس میں تعلیمی خدمات انجام دینے کے بعد آخر میں دار العلوم ٹنڈو الہیار

میں شیخ الحدیث کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے اور وہیں تیئیس ۲۳ ذیعقدہ ۱۳۹۴ھ آٹھ دسمبر ۱۹۷۴ء یکشنبہ کو انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ :

مزید تفصیل کے لئے پڑھیے۔ مقدمہ اکمال الشیم از حضرت شیخ زاد مجدہٗ، تذکرۃ الخلیل، از مولانا عاشق الٰہی صاحب، تاریخ مظاہر جلد دوم کا دوسرا باب، اور خود نوشت سوانح، جس کا نام انوار النظر بآثار الظفر ہے :

۱۴۰؎ مولوی قاری سید رضا حسن صاحب مرحوم مشہور عالم ریاضی، مولانا سید احمد صاحب مدرس اول دار العلوم دیوبند کے پوتے تھے۔ حضرت دہلوی کے شاگرد و مجاز معتمد خاص، اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے رفقاء میں سے تھے، سفر حج میں میوات کے کام کے نگراں و ذمہ دار اور سندھ و بھوپال اور کئی جگہ سلسلۂ دعوت کے بانی و امیر جماعت تھے۔ بڑے مستقل مزاج اور ثابت قدم لوگوں میں تھے۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں جب حضرت شیخ زاد مجدہٗ اور مولانا محمد یوسف صاحب پر پاکستان چلے جانے پر زور دیا جا رہا تھا تو انھوں نے ببانگِ دہل کہدیا تھا کہ چاہے سب لوگ پاکستان چلے جائیں مگر میں یہیں رہونگا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیاں جو متفرق ہیں ان کی ذات میں جمع فرمادی تھیں۔ انتقال سے کچھ عرصہ قبل فالج کا حملہ ہوا تھا۔ بغرض علاج ہسپتال میں داخل ہوئے لیکن کچھ افاقہ نہ ہوا۔ اسلئے مکان پر لاکر ہومیوپیتھک علاج شروع کیا گیا۔ آخر کار گیارہ ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ سولہ ۱۶ ستمبر ۱۹۴۸ء پنجشنبہ کے روز بھوپال میں انتقال ہوا۔" (دینی دعوت صفحہ ۱۳۵ بزیادہ کثیرہ) :

۱۴۱؎ حافظ حبیب صاحب دہلوی، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے قدیم شناساؤں میں سے ہیں۔ ابتدائی تعلیم مرکز میں حاصل کی، اور کافیہ، ہدایۃ النحو تک پڑھکر مدرسہ امینیہ میں چلے آئے۔ یہیں تعلیم مکمل کی۔ دورۂ حدیث شریف میں بخاری شریف، مسلم شریف، مفتی اعظم مولانا الحاج کفایت اللہ صاحب دہلوی سے پڑھی، اور اہتمام سے ہر دو

کتابوں کی تقاریر ضبط کیں۔ مولوی حبیب اللہ صاحب (ساکرس والے) حافظ مقبول صاحب گنگوہی۔ مولانا نور محمد باجھوٹی بطور خاص رفقائے درس میں سے تھے۔

فراغت کے بعد ایک عرصہ تک مدرسہ کاشف العلوم (مرکز تبلیغ) میں پڑھایا۔ ڈاک اور تحریری کام انہی سے متعلق رہے۔ میوات کے مکاتیب مختلفہ کے امتحانات بھی گاہ بگاہ لیا کرتے تھے۔

۱۴۲ ۔ نمبردار محراب خاں۔ یہ حضرت مولانا محمد صاحب اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا زمانہ دیکھے ہوئے اور ان ہی کے دور سے تبلیغ کے سرگرم کارکنوں میں تھے۔ میوات کے سربرآوردہ اور معتمد علیہ لوگوں میں تھے۔ انتیس ۲۹ شعبان ۱۳۸۶ھ تیرہ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۶ء کی شب میں سات بجے فیروز پور نمک میں انتقال ہوا۔ ان کی وصیت تھی کہ مجھے سڑک کے کنارے دفن کیا جائے تاکہ مرکز نظام الدین آنے جانے والے احباب اپنی گاڑی اور موٹر میں بیٹھے بیٹھے ہی ایصال ثواب کرتے رہا کریں۔ چنانچہ سڑک کے کنارے دفن کیے گئے۔ مرحوم کی اس تمنا کو مرکز کے اکابر آج تک پورا کرتے چلے آرہے ہیں۔ اکابر نظام الدین اس وقت بھوپال کے اجتماع میں گئے ہوئے تھے۔ اسلئے یہ حضرات تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہو سکے۔

۱۴۳ ۔ اس کا مصداق خود حضرت دہلوی کی اپنی اہلیہ محترمہ ہیں: ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۹۵۔

۱۴۴ اس کا مصداق حضرت شیخ زادمجدہ کی پانچویں صاحبزادی شاہدہ (یعنی راقم سطور کی والدہ ماجدہ) ہیں۔ دیکھیے حاشیہ نمبر ۱۰۶۔

۱۴۵ یہ حضرت شیخ زادمجدہ کی چوتھی صاحبزادی آپا راشدہ صاحبہ ہیں: ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۰۵

۱۴۶ ۔ یہ حضرت شیخ اباجی زادمجدہ کی تیسری صاحبزادی (آپا شاکرہ صاحبہ) ہیں ماہ صفر ۱۳۴۵ھ میں پیدا ہوئیں۔ اپنے ایک خاندانی عزیز مولوی محمد حسن کاندھلوی سے انیس ۱۹ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ بائیس اپریل ۱۹۴۶ء یوم دوشنبہ کو نکاح ہوا۔

چودہ ۱۴ رجب ۱۳۶۹ھ یکم مئی ۱۹۵۰ء دوشنبہ کو انتقال ہوا۔ ایک طویل عرصہ سے تپ دق لاحق ہوگئی تھی۔ حادثۂ انتقال کی کیفیت حضرت شیخ اباجی اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

اتفاق سے مولانا یوسف صاحب سہارنپور آئے ہوئے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ گھر میں گیا۔ تو مرحومہ نے یٰسین شریف پڑھنے کی فرمائش کی۔ مولانا یوسف صاحب نے پڑھی اور جب سلٰمٌ قولا من رب الرحیم پر پہنچے تو نہ معلوم مولانا یوسف صاحب مرحوم پر ایک جذبہ اور جوش آیا۔ اور اس آیتِ شریفہ کو تین دفعہ پڑھا، تیسری کے درمیان میں میری مرحومہ بچی کی روح پرواز کرگئی۔" (مزید پڑھیے آپ بیتی حصہ سوم)۔"

۱۴۷ یہ شیخ اباجی زاد مجدہٗ کی سب سے بڑی صاحبزادی آپا زکیہ صاحبہ ہیں۔ دیکھیے حاشیہ نمبر ۷۸۔"

۱۴۸ آپا زاکرہ صاحبہ کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۲۲۔

۱۴۹ آپا عطیہ صاحبہ کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۷۷۔

۱۵۰ دادے محمد حسن صاحب، اس نام کا صحیح اور تحقیقی مصداق معلوم نہیں ہو سکا۔ ممکن ہے کہ مولانا ابوالحسن عرف ملا ابوالحسن جھنجھانوی مراد ہوں۔ جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے اجداد میں سے تھے۔ اور اسکا بھی احتمال ہے کہ مولانا ابوالحسن صاحبؒ ابن مولانا مفتی الٰہی بخش صاحبؒ اس نام کا مصداق ہوں۔

۱۵۱ مولانا مصباح الحسن صاحب یہ مولانا حافظ محمد نجم الحسن صاحب (متوفی ۱۳۳۶ھ) کے صاحبزادے ہیں۔ سات مارچ ۱۹۱۵ء دوشنبہ کو کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ بائیس اپریل ۱۹۱۶ء شنبہ کو تقریب ختنہ ہوئی۔ اٹھائیس ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ انیس جنوری ۱۹۳۹ء چہارشنبہ کو حافظ محمد یعقوب صاحب گنگوہی کی صاحبزادی سے بعبارۃ حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ نکاح ہوا۔ ۱۳۴۳ھ میں مظاہر علوم میں داخل ہو کر ۱۳۵۰ھ میں فراغت پائی۔ آخری علالت سہارنپور میں شروع ہوئی۔ یہاں سے بغرض علاج علی گڈھ لیجایا گیا اور وہیں مورخہ دو محرم الحرام ۱۳۹۵ھ مطابق پندرہ جنوری ۱۹۷۵ء بدھ کے روز انتقال ہوا۔ جنازہ کاندھلہ لایا گیا اور اسی دن اپنے خاندانی قبرستان میں تدفین ہوئی۔ نماز جنازہ حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب نے پڑھائی۔ ایک بیوہ اور ایک لڑکی سلمیٰ خاتون (اہلیہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کاتب العدل

مکہ مکرمہ) یادگار چھوڑیں۔

۱۵۲ الحاج محمد محسن کاندھلوی۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے خالہ زاد بھائی امی بی کے نواسہ اور مفتی الٰہی بخش صاحب کے پوتے تھے۔ دس صفر المظفر ۱۳۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔ خانگی حالات اور زمین داری کے مشاغل کی وجہ سے اپنی تعلیم باقاعدہ طور پر مکمل نہ کرسکے۔ لیکن فارسی کے بہترین ماہر تھے۔ مثنوی شریف کا ایک بڑا حصہ حفظ یاد تھا۔ علم فرائض سے پورے طور پر واقف تھے۔ اٹھائیس صفر ۱۳۳۵ھ بائیس دسمبر ۱۹۱۶ء یکشنبہ کو مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب کی ہمشیرہ سے نکاح ہوا۔ ابتداء حضرت اقدس سہارنپوری سے بیعت ہوئے ان کی وفات کے بعد حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہ سے نیازمندانہ تعلق قائم کیا۔ اور پھر بیعت بھی ہوئے۔ تحریک مدح صحابہ میں پیش پیش رہے۔ اور اسی سلسلہ میں گرفتار ہو کر حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہ کے ساتھ لکھنؤ جیل میں بھی رہے۔

قرآن پاک سے بڑا شغف تھا۔ آخیر میں یومیہ ایک قرآن پاک اور بسا اوقات ایک قرآن مجید سے زیادہ ہی پڑھ لیا کرتے تھے۔ جس روز انتقال ہوا اکّی سیپارے تلاوت کیے۔

اٹھارہ شعبان ۱۳۶۵ھ انیس جولائی ۱۹۴۶ء جمعہ کے روز اہل وعیال سمیت کاندھلہ کی سکونت ترک کرکے ہجرت کی نیت سے بھوپال روانہ ہوئے۔ یہاں کے زمانہ قیام میں اہل بھوپال کی جانب سے جامع مسجد میں امامت کی پیش کش کی گئی تو یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اب اخیر عمر میں کیا اپنی نمازیں فروخت کروں۔ آخری علالت میں چار ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ شنبہ کو بغرض علاج بھوپال سے دہلی آئے لیکن وقت موعود آچکا تھا۔ اسلئے معالجین کی طرف سے باوجود اطمینان دلانے کے پچیس ذی الحجہ کو مغرب کے وقت طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور اضمحلال کی طرف بڑھتی رہی۔ بالآخر چھبیس ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ مطابق چھ ستمبر ۱۹۵۳ء یکشنبہ کی شب میں سوا دو بجے نظام الدین میں انتقال ہوا۔ آخر وقت تک بات چیت اور دعا، وظائف وغیرہ پڑھنے میں مشغول رہے۔

دو لڑکے مولوی محمد کاندھلوی (مقیم مرکز تبلیغ دہلی) مولوی محمد حسن اور ایک لڑکی یادگار چھوڑی۔ مؤخر الذکر ہر دو بہن بھائی پاکستان ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۱۵۳ مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب کیلئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۹۷:

۱۵۴ صاحبزادی صاحبہ کا مصداق امام ربانی حضرت اقدس گنگوہی کی صاحبزادی اور حافظ محمد یعقوب صاحب کی والدہ ماجدہ صفیہ خاتون ہیں۔ دیکھیے حاشیہ نمبر ۷۔

۱۵۵ ۔ مولانا عین الحسن صاحب۔ دیکھیے حاشیہ نمبر ۱۳۳

۱۵۶ مولانا اظہار الحسن صاحب، ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۳۲

۱۵۷ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۷۹

۱۵۸ شاہدہ۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۰۶۔

۱۵۹ راشدہ، ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۰۵۔

۱۶۰ شاکرہ۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۲۶۔

۱۶۱ ایک خدا رسیدہ عارف کی برسوں پہلے کی کہی ہوئی یہ بات کس طرح اب ہم اپنی آنکھوں سے سچ ہوتی دیکھ رہے ہیں۔ واقعی ان کی ذات سے ان کی تصنیفات سے عرب اور عجم سیراب ہوئے۔

۱۶۲ ۔ اس نام نامی کا مصداق حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہ ہیں۔

۱۶۳ ۔ شیخ جی سے مراد عالی جناب شیخ رشید احمد صاحب ہیں۔ بیعت کا تعلق حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے تھا۔ اصلاح و تربیت اور صحبت و محبت بہت زیادہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ اور اس سلسلہ میں تمام اکابر سے بہت گہرے روابط رہے۔ دار العلوم دیوبند مظاہر علوم اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، تینوں کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین تھے۔ دونوں مدرسوں کے اجلاس میں اردو میں اور علی گڑھ یونیورسٹی کے اجلاس میں انگریزی میں برجستہ تقریر فرماتے، تقسیم ملک کے بعد

مشرقی بنگال کو اپنے قیام کے لئے انتخاب کیا۔ (سوانح قادری ص۱۷۲ ابتغیر یسیر)

حضرت شیخ زید مجدہٗ آپ بیتی جلد سوم میں صفحہ تین پر تحریر فرماتے ہیں کہ۔

وصال کے بعد جب حضرت اقدس رائے پوری چاٹگام تشریف لیگئے اور ان کے مزار پر پہنچے تو واپسی میں مجھ سے بلا واسطہ حضرت نے فرمایا تھا کہ میں تو شیخ جی کو اتنا اونچا نہیں سمجھتا تھا۔ یہ تو معلوم تھا کہ سب اکابر سے خصوصی تعلقات رہے۔ مگر مزار پر پہنچکر اس قدر انوار و برکات دیکھ کر میں حیرت میں رہ گیا۔ تیرہ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ مطابق بارہ ۱۲ دسمبر ۱۹۵۲ء سہ شنبہ کو حافظ متین صاحب کا تار ملا صبح سات ۷ بجے ملا کہ والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔ چاٹگام میں اپنے کارخانہ کے پاس دفن ہوئے۔ مختلف حالات و واقعات کے لئے پڑھیے۔ تاریخ مظاہر جلد دوم، آپ بیتی حضرت شیخ اور سوانح حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائپوری۔

۱۶۴؁۔ عربی کے ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔ اے اللہ کے خلیل آپ کا در میرے لئے غموں کے بادلوں سے بچنے کی جگہ ہے۔ میری آرزو اور طمع آپ ہی سے ہے۔ آپ سے پناہ ڈھونڈ رہا ہوں۔ کون مقید معاصی کے مرتکب کا جائے پناہ ہوسکتا ہے۔

۱۶۵؁ تخلقوا باخلاق اللہ۔ یہ ایک مقولہ ہے اور پورا جملہ تخلقوا باخلاق اللہ واتصفوا باوصاف اللہ ہے یعنی اللہ کے اخلاق کے ساتھ اخلاق حاصل کرو۔ اور اللہ کے اوصاف کے ساتھ متصف ہو جاؤ۔

۱۶۶؁۔ حافظ مقبول حسن صاحب گنگوہ کے رہنے والے ہیں۔ حضرت دہلوی اور تمام جماعت تبلیغ کے معتمدین اور اس کے اولین کارکنوں میں سے ہیں۔ حضرت دہلوی کے یہاں بڑا قرب اور خصوصی امتیاز رہا۔ جو اب بھی ان کے اخلاف کے یہاں حضرت حافظ کو حاصل ہے حضرت دہلوی کی طرف سے مجاز بیعت بھی ہیں۔ ابھی تک الحمدللہ حیات ہیں۔

۱۶۷؁۔ مولانا الحاج ظہیر الحسن صاحب۔ مولانا محمد علاء الحسن صاحب کے صاحبزادہ ہیں۔ چودہ ۱۴ ستمبر ۱۸۹۸ء شب چہار شنبہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد علی گڑھ

یونیورسٹی میں اول بی اے پاس کیا پھر ایم اے عربی کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ عربی، فارسی، انگریزی، اردو میں اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے۔ ہر اعتبار سے بلند مقام رکھتے تھے۔ تمام سیاسی پارٹیوں میں سربرآوردہ اور ذی حیثیت سمجھے جاتے تھے۔ سنہ ۱۳۶۰ھ سے لیکر سنہ ۱۳۶۲ھ تک دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے۔ ایک صاحبزادہ محمد فرید الحسن اور ایک صاحبزادی یادگار ہیں۔ (مزید پڑھیے حالات مشائخ کاندھلہ ص۱۹۷)

۲۳ ذیقعدہ سنہ ۶۶ھ ۹ اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ء بروز پنجشنبہ بعد مغرب اپنے مکان کے مردانہ حصہ میں بیٹھے ہوئے جن سنگھیوں کے ظلم و بربریت کا نشانہ بنے۔ قاتل لگاتار تین فائر کر کے فرار ہوگیا موقعہ پر ہی شہادت ہوئی۔

ص۱۶۸ سرسید مرحوم ۵ ذی الحجہ سنہ ۱۲۳۲ھ ۱۷ اپریل سنہ ۱۸۱۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ خاندان حسب و نسب دونوں کے لحاظ سے ممتاز تھا۔ والد مرحوم سید متقی درویش اور صوفی منش تھے۔ بچپن میں ہی باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ والدہ نے تعلیم و تربیت کے تمام مراحل طے کرائے۔ ادب اردو فارسی کا ذوق ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے تھا سنہ ۱۸۴۲ء میں بہادر شاہ نے جوادالدولہ عارف جنگ کا خطاب دیا۔ ۲۴ مئی سنہ ۱۸۷۵ء کو مدرسۃ العلوم علی گڈھ کی بنیاد ڈالی۔ سنہ ۱۸۷۶ء میں پنشن لیکر اپنے آپ کو قومی خدمات کے لئے وقف کر دیا۔ اکیاسی برس کی عمر پاکر ۲۷ مارچ سنہ ۱۸۹۸ء میں بمقام علی گڈھ انتقال ہوا اور کالج کی مسجد کے بیرونی حصہ میں دفن ہوئے۔ اللہم اغفرلہ وارحمہ۔

ص۱۶۹ علامہ شبلی علیہ الرحمۃ کی ولادت ضلع اعظم گڈھ کے قصبہ بندول میں مئی سنہ ۱۸۵۷ء میں ہوئی۔ قرآن پاک اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حکیم عبداللہ جے راجپوری اور مولوی شکر اللہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ عربیہ اعظم گڈھ میں چلے آئے۔ اور یہاں آکر مولوی فیض اللہ مولوی علی عباس چریاکوٹی وغیرہ سے تعلیم پائی۔ درسیات کی تکمیل کے بعد ادب فقہ اور حدیث کی تحصیل کے لئے مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ۱۲۹۳ھ

مطابق ۱۸۷۶ء میں تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ ۱۸۸۳ء میں علی گڈھ سے تعلق ہوا۔ پندرہ سال تک یہاں پروفیسر رہے۔ ۱۸۹۴ء میں گورنمنٹ کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔ تاریخ وسیر اور ادب وتنقید پر اردو میں بہترین تصانیف یادگار چھوڑیں۔ کتاب سیرۃ النبی ان کی ایک بڑی یادگار ہے۔ جس کی تکمیل مولانا سید سلیمان ندوی نے کی۔ علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ بوقت صبح اعظم گڈھ میں ہوا۔ (مزید حالات کیلئے دیکھئے حیات شبلی از سید سلیمان ندوی، ماخوذ از تذکرہ علمائے ہند بتغیر یسیر"۔

۱۷۰؎ یہ لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کے متبع اور اس کی خود ساختہ نبوت کے معترف ہیں۔ یہ جماعت چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر نبوت کے ختم ہوجانے کو تسلیم نہیں کرتی بلکہ قیامت تک کے لئے نبوت کا دروازہ کھلے رہنے کی دعویدار ہیں۔ اسلئے باجماع امت یہ جماعت ضالہ ومضلہ وناریہ اسلام اور دائرہ اسلام سے بالکلیہ خارج ہے"۔

مزید تفصیل کے لئے یہ چند کتب جو اس موضوع پر بہترین ثابت ہوئیں پڑھیے۔

قادیانی مذہب، قادیانی مسئلہ اور اس کے سیاسی دینی وتمدنی پہلو۔ قادیانیت مطالعہ وجائزہ، محمدیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک، عشرہ کاملہ، تالیف منشی محمد یعقوب صاحب پٹیالوی"۔

۱۷۱؎ مولانا عبداللطیف صاحب کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۵۔

۱۷۲؎ متولی جلیل صاحب کے لئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۶

۱۷۳؎ متولی ریاض الاسلام کاندھلہ کے مشہور رؤسا میں تھے۔ متولی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ فن سپہ گری اور بنوٹ میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ایک زمانہ میں کاندھلہ کے مجسٹریٹ بھی رہے۔ بہت نرم طبیعت کے مالک تھے۔ مواقع خیر میں کبھی بھی بے دریغ خرچ کرنے سے نہ چوکتے تھے۔ حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہ سے بڑا گہرا اور خصوصی تعلق تھا۔ جب تک حضرت کا قیام ہندوستان میں رہا متولی صاحب مع اپنے گھرانے کے ایک دو افراد کے حضرت کی خدمت میں رمضان گذارنے کے لئے سہارنپور آتے تھے۔

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ ، ۲۷ جنوری ۱۹۶۵ء بروز چہار شنبہ وفات پائی ۔ ظہر کی نماز کے بعد کاندھلہ کی جامع مسجد سے واپس ہوتے ہوئے ایکدم بیٹھ گئے ۔ اور بتلایا کہ ضعف ہو رہا ہے ۔ فوراً غشی ہوگئی ۔ اسی حال میں چارپائی پر لٹا کر گھر لائے گئے ۔ دوا پینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میرا روزہ ہے ۔ اور پڑھنے کے لئے تسبیح مانگی ۔ اسی حال میں ساڑھے چار بجے شام کو انتقال ہوگیا ۔ تراویح کے بعد تدفین عمل میں آئی "۔

۱۷۴ مولانا رضی الحسن صاحب کاندھلوی یوم سہ شنبہ آٹھ جمادی الثانی ۱۲۸۹ھ مطابق تیرہ اگست ۱۸۷۲ء کو پیدا ہوئے ۔ والد محترم کا نام مولانا حکیم محمد ابراہیم تھا ۔ ابتدائی تعلیم خاندانی بزرگوں سے اور فلسفہ و حکمت کی تکمیل مولانا عبد الحق خیر آبادی سے کی ۔ دورۂ حدیث گنگوہ میں امام ربانی سے پڑھا ۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب دورۂ حدیث کے رفیق ہیں ۔ دونوں بزرگ لال مسجد میں رہتے تھے ۔ درس کے دوران حضرت کی بخاری اور ترمذی شریف کی تقاریر اردو میں قلم بند فرمائیں ۔ مولانا موصوف ۱۳۴۵ھ سے لیکر ۱۳۴۹ھ تک دار العلوم کی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے ۔ یکم شوال ۱۳۵۰ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۳۱ء سہ شنبہ کو انتقال ہوا ۔ بیعت کا تعلق اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری سے تھا ۔ غفر اللہ لہ ۔

یہ مولانا رضی الحسن صاحب تبلیغی جماعت کے موجودہ امیر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے جد محترم تھے " (مزید پڑھیے مشائخ کاندھلہ ص ۱۸۷) ۔

۱۷۵ حضرت صاحبزادی صاحبہ کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۷ "۔

۱۷۶ مولانا سر رحیم بخش صاحب ٹھسکہ میران تحصیل تھانیسر ضلع کرنال کے رہنے والے تھے ۔ ریاست بہاولپور کے ذمہ دار اعلیٰ تھے ۔ اپنے اکابر سے بہت ہی زیادہ تعلق و مودت کا معاملہ رکھا ۔ مظاہر علوم کی طرف ساری عمر خصوصی توجہ فرمائی ۔ بڑی کثیر رقوم کے ساتھ مدرسہ کی اعانت فرماتے ۔ مدرسہ قدیم کی شمالی سہ دریوں پر جو وسیع کتب خانہ بنا ہوا ہے

وہ مولانا کے ہی ذاتی مصارف سے ۱۳۲۶ھ میں بنا تھا۔ شوال ۱۳۳۳ھ میں مظاہر کے سر پرست بھی بنائے گئے۔ چونکہ سرکاری حیثیت بڑی مستحکم اور مضبوط تھی۔ اسلئے ہر کس وناکس کی امداد واعانت فرماتے اور قیمتی مشورے دیتے۔ گنگوہ کے کسی شخص کا کوئی ریاستی معاملہ مولانا سے متعلق ہوا تو اس کو بڑی حسن وخوبی سے پورا کیا۔ حضرت امام ربانی نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس میں جب اس کا تذکرہ آیا تو حضرت نے بڑی دعائیں دیں۔ اس ذکر تذکرہ اور دعوات صالحہ کی اطلاع جب مولانا کو ہوئی تو حضرت کی خدمت میں گنگوہ جانے کا داعیہ پیدا ہوا۔ چنانچہ ۱۳۰۴ھ میں وہاں تشریف لیگئے۔ ذی الحجہ کا پورا مہینہ وہیں گذار کر حضرت سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ جب مولانا نے اصرار کیا تو حضرت نے استخارہ مسنونہ کرنے کو فرمایا اور پھر بیعت فرمایا۔ مولانا نے تین حج کیئے۔ بھاولپور کے حکمراں خاندان میں حج کرنیکا رواج بالکل ختم ہو گیا تھا۔ ان کی ہدایت وتلقین سے اسکا سلسلہ شروع ہوا۔ صرف ۱۹ گھنٹے بیمار رہکر مورخہ ۳ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ مطابق ۷ مئی ۱۹۳۵ء یوم شنبہ کو صبح چار بجے انتقال ہوا۔ ۶۷ سال کی عمر پائی۔ غفر اللہ لہٗ۔ (مزید پڑھیئے) تاریخ مظاہر، حیات عبدالحی صفحہ ۱۸۹، خوان خلیل مع ضمائم حضرت شیخ مدظلہ صفحہ ۵۳۔

ہ۱۱۷ یہ صوفی عبدالحمید صاحب چودھری عالم خاں صاحب (متوفی ۲۷ صفر ۱۳۶۲ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۴۳ء پنجشنبہ) کے فرزند ہیں۔ تعلیم وتربیت اپنے عم نامدار مولانا سر رحیم بخش صاحب کی نگرانی میں پائی۔ تقسیم سے پہلے پنجاب کی سیاسیات میں حصہ لیا۔ ۱۹۳۷ء تا قیام پاکستان مجلس قانون ساز کے ممبر رہے۔ مجلس دستور ساز متحدہ ہندوستان کے بھی ۱۹۴۷ء میں رکن منتخب ہوئے اور تا تقسیم ملک رہے۔ ۱۹۱۳ء میں حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور بیعت ہوئے۔ حضرت کی رحلت کے بعد ۱۹۴۴ء میں حضرت شاہ عبدالقادر صاحب سے بیعت کی تجدید کی۔ پھر یہ تعلق اتنا

بڑھا کر ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۷ء تک انہی کی کوٹھی حضرت کی فرودگاہ بنی (انتخاب از سوانح قادری صفحہ ۱۸۱) :

۱۷۸ یہ ایک مشہور شعر ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہمارے لئے ایک فرشتہ (مقرر) ہے جو ہر رات کو یہ آواز لگاتا ہے کہ اولاد مرنے کیلئے جنو اور مکانات اجڑنے کیلئے بناؤ :

۱۷۹ یہ میاں جی عبداللہ صاحب قصبہ روہڑا کا (میوات) کے رہنے والے تھے ایک ٹانگ سے معذور تھے۔ لکڑی کے سہارے چلا کرتے تھے۔ مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی میں قرآن پاک اور ابتدائی کتابیں پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ کے لئے روٹی پکانا ان کی خاص خدمت تھی۔ ایک عرصہ تک وہاں کے خزانچی بھی رہے :

۱۸۰ مولانا امیر احمد صاحب ابن جناب عبد الغنی صاحب قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے۔ ۱۳۴۲ھ میں مظاہر میں داخل ہوئے۔ ۱۳۴۷ھ میں سند فراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد ۱۳۴۹ھ میں مظاہر کے ابتدائی مدرس بنائے گئے۔ مختلف ترقیات حاصل کرنے کے بعد ۱۳۷۷ھ میں مظاہر کے صدر المدرسین بنائے گئے۔ آخری علالت ۹ ذی الحجہ کو شروع ہوئی۔ اور کھانسی میں بکثرت خون آنا شروع ہوا۔ ڈاکٹروں کی طرف سے نقل و حرکت کی بالکل ممانعت تھی۔ مگر کھڑے ہو کر نمازیں ادا کرتے رہے۔ دس ذی الحجہ کی صبح کو عید گاہ گئے جس کا طبیعت پر سخت اثر ہوا۔ بالآخر اگلے روز گیارہ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ کو اپنے وطن میں انتقال ہوا اور وہیں تدفین ہوئی۔

مزید پڑھیے تاریخ مظاہر جلد دوم کا پہلا اور دوسرا باب :

۱۸۱ ۔ اس کا مصداق شیخ رشید احمد صاحب ہیں، پڑھیے حاشیہ نمبر ۱۶۳

۱۸۲ مولانا الحاج محمد انعام الحسن صاحب کیلئے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۷۹ :

۱۸۳ حافظ صاحب کا مصداق حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ہیں۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۵

۱۸۴ ۔ یہ مولانا ظہیر الحسن صاحب شہید کاندھلوی کی اہلیہ محترمہ اور مولانا رؤف الحسن

صاحب کی صاحبزادی ہیں۔

۱۸۵ چچی سے مراد خود حضرت دہلوی کی اپنی اہلیہ محترمہ ہیں، دیکھیئے حاشیہ نمبر ۴۵۔

۱۸۶ حافظ فخر الدین صاحب کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۳۱"۔

۱۸۷ یہ ایک حدیث ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم زمین کے رہنے والوں پر رحم کرو۔ آسمانوں پر رہنے والا تم پر رحم کریگا۔ یہ حدیث امام بخاری نے ادب المفرد میں اور امام ابوداؤد و امام ترمذی نے اپنی اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے۔ اس مضمون پر مشتمل اور بھی بہت سی احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں" (دیکھو کشف الخفاص ۱۰۹ ج اول)"

۱۸۸ سید محمود صاحب کے لئے دیکھیئے حاشیہ نمبر ۳۷"

۱۸۹ مولانا عبداللطیف صاحب کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۵"

۱۹۰ مولانا زکریا صاحب قدوسی گنگوہ کے رہنے والے تھے۔ مظاہر علوم میں سنہ ۱۳۴۱ھ میں ان کا تقرر بحیثیت ایک مقرر کے ہوا تھا۔ کیونکہ اس وقت مختلف تحریکات اور دینی جلسوں میں شریک ہو کر مظاہر علوم کے مسلک اور اس کی طرف سے نمائندگی کرنے کے لئے کسی عالم دین کی ضرورت تھی۔ بعد میں استاذ بھی بنا دیئے گئے تھے، تحریک جماعت اسلامی (مودودیہ) میں شامل ہونے کی بنا پر مظاہر علوم کے مسلک سے بُعد ہوتا چلا گیا۔ اسلئے ۶ رمضان المبارک سنہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۲ جون سنہ ۱۹۵۱ء میں سبکدوش کیئے گئے۔ تقریبا ایک ماہ تک بخار اور پیچش کی شدید علالت کے بعد شب ۱۶ ذیقعدہ سنہ ۱۳۷۰ھ میں انتقال ہوا۔ اگلے روز ۱۲ بجے قبرستان حاجی شاہ میں دفن کیئے گئے۔ رحمہ اللہ۔ (مزید پڑھیئے تاریخ مظاہر جلد دوم کا دوسرا حصہ"

۱۹۱ مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب مدظلہ کے لئے دیکھیئے حاشیہ نمبر ۱۲۶۔

۱۹۲ آپ دونوں کا مصداق حضرت شیخ زادمجدہ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ ہیں۔

۱۹۳ حضرت مولانا حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی شہرہ آفاق اطبا میں سے ہونیکے

باوصف مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب کے استاذ تھے۔ طبیہ کالج دہلی کے ممتحن بھی رہے۔ اور ۱۳۴۴ھ سے ۱۳۴۵ھ تک دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے۔ بڑے ذاکروشاغل تہجد گزار اور شب بیدار لوگوں میں تھے۔ قطب عالم حضرت اقدس گنگوہی کے مخصوص منتسبین میں تھے۔ جس کی بنار پر مدرسہ مظاہر علوم کے ساتھ خاص تعلق اور لگاؤ تھا۔ ابتدار غازی پور میں قیام تھا۔ آخر میں دہلی تشریف لے آئے تھے اور یہیں بائیس ۲۲ صفر ۱۳۵۵ھ پنجشنبہ کی شب میں تہجد کے وقت انتقال فرمایا۔

۱۹۴ یہ حضرت شیخ مدظلہ کی صاحبزادی آپا زکیہ صاحبہ ہیں۔ دیکھیے حاشیہ نمبر ۱۴۷۔

۱۹۵ آپا عطیہ صاحبہ کے لیے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱۴۹۔

۱۹۶۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے لئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۷۹

۱۹۷ اس فرزند کا مصداق حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب زادمجدہ کے بڑے صاحبزادے بھائی انوار الحسن صاحب مرحوم ہیں جن کی پیدائش سہارنپور میں ۲۲ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ ۱۱ جولائی ۱۹۳۹ء سہ شنبہ کو ہوئی۔ ۲۲ روز بعد ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق یکم اگست ۱۹۳۹ء سہ شنبہ کو عقیقہ ہوا۔ مختصر سی حیات پاکر بمرض ام الصبیان ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ ۲۶ جولائی ۱۹۴۰ء جمعہ کی شب میں گیارہ بجکر بیس منٹ پر انتقال ہوا۔ اسی شب میں دو بجے کے قریب نظام الدین کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

۱۹۸ حضرت ناظم صاحب کے لئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۵۔

۱۹۹ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری ۲۷ اگست ۱۸۸۲ء کو بھودی ضلع کیمبل پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے یہاں مختلف اساتذہ سے حاصل کرکے ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء کو مظاہر علوم میں آکر داخل ہوئے۔ ۱۳۳۲ھ میں مکمل فراغت حاصل کرکے دیوبند چلے گئے۔ ایک سال وہاں رہکر حضرت شیخ الہندؒ سے دورۂ حدیث شریف مکرر پڑھا۔ ۱۳۳۳ھ میں دوبارہ واپس آکر مظاہر میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۲ھ میں مظاہر کے صدر

المدرسین بنائے گئے۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات سے قبل رمضان کی تعطیلات میں اپنے وطن بہودی تشریف لیگئے۔ اس عرصہ میں ملک تقسیم ہوگیا۔ آمدورفت کے راستے مسدود ہوجانے کی بنار پر وہیں رہکر علوم نبویہ کی خدمت واشاعت میں مصروف ہوئے۔ ۲۷ شعبان ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۶۵ء کو پنڈی میں انتقال ہوا۔ غفر اللہ لہٗ:

مزید پڑھیے۔ تاریخ مظاہر جلد دوم، اور حضرت کی مکمل سوانح تجلیات رحمانی۔ ترتیب قاری سعید الرحمٰن صاحب، اور مختلف واقعات کے لئے آپ بیتی حضرت شیخ زید۔

۲۰۰ھ۔ مولانا محمد اسعد اللہ صاحب زادمجدہٗ کے لئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۱۲۶:

۲۰۱ھ مولانا محمد انعام الحسن صاحب زادمجدہٗ کے لئے پڑھیے حاشیہ نمبر ۷۹۔

۲۰۲ھ مولانا علین الحسن صاحب کے لئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۱۳۳:

۲۰۳ھ یہ حافظ شیرازیؒ کا ایک مشہور شعر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ، جب تو دوست کیساتھ بیٹھے اور بادہ پیمائی کرے تو آوارہ دوستوں کو بھی یاد کرلیا کر:

۲۰۴ھ عزیزہ خالدہ حضرت شیخ زادمجدہٗ کی (پہلی اہلیہ سے) دختر نیک اختر ہیں، جنکا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا تھا:

۲۰۵ھ امۃ المتین یہ شیخ زاد شرفہ کی پہلی اہلیہ محترمہ ہیں۔ دیکھیے حاشیہ نمبر ۵۸۔

۲۰۶ھ عزیزہ زکیہ کے لئے پڑھیے حاشیہ نمبر ۱۴۱۔

۲۰۷ھ حضرت مولانا الحاج الحافظ عبد العزیز صاحب گمتھلوی کیلئے پڑھیے حاشیہ نمبر ۱۰۴۔

۲۰۸ھ۔ توحید مطلب کی حقیقت حضرت اقدس گنگوہی کے الفاظ میں یہ ہے کہ اپنے شیخ کے متعلق اس کا یقین رکھے کہ دنیا میں اس کے علاوہ مجھ کو مطلوب تک کوئی نہیں پہنچا سکتا، اور گو اس زمانے میں دوسرے مشائخ بھی ہوں۔ اور انھیں اوصاف کاملہ سے متصف بھی ہوں۔ مگر میرا منزل مقصود پر پہنچنا اسی ایک کی بدولت ہوگا: (ارشاد الملوک ص ۹ مطبوعہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور):

۱۰۹؎ - مولانا الحاج محمد سلیم صاحب - یہ مولانا الحاج محمد سعید صاحب کیرانوی (متوفی ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۵۷ھ دوشنبہ) کے صاحبزادے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کے تمام مراحل مدرسہ صولتیہ میں رہکر پورے کیے۔ تعلیم کی تکمیل پر ایک طویل عرصہ تک مدرسہ صولتیہ میں فرائض تدریس انجام دیئے۔ ۱۳۴۱ھ سے ۱۳۵۷ھ تک مدرسہ صولتیہ کے نائب ناظم رہے۔ اس کے بعد ناظم اعلیٰ بنا دیئے گئے۔ اور اب تک الحمد للہ فرائض نظامت انجام دے رہے ہیں۔ مزید پڑھیے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ کیرانوی فاتح عیسائیت کی تاریخ۔ "آثار رحمت"۔

۱۱۰؎ حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب زاد مجدہٗ کا قلبی میلان ابتداءً تمامتر درس و تدریس کی طرف تھا۔ جودت طبع اور علمی استعداد کی بنا پر خود حضرت شیخ کا بھی ان کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ درس و تدریس میں اہتمام سے لگیں اور پڑھائیں۔ اس کے برخلاف حضرت اقدس دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کی خواہش یہ تھی کہ وہ ان کے پاس رہکر اپنے اوقات کا بیشتر حصہ دعوت و تبلیغ پر خرچ کریں۔ اور بقیہ اوقات میں پڑھائیں۔ اس مکتوب میں حضرت دہلوی نے حضرت شیخ سے اسی چیز کے متعلق مشورہ دریافت فرمایا ہے۔" (افادہ حضرت شیخ مدظلہ)

۱۱۱؎ الحاج محمد نسیم خاں صاحب بٹن والے دہلی کے سر بر آوردہ اور معتمد لوگوں میں تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی حضرت شیخ زاد مجدہٗ اور ان کے اخلاف سے گہرا نیازمندانہ اور محبانہ تعلق رکھتے تھے:

۱۹۴۷ء کے فسادات میں جب کہ پوری دلی مسلمانوں کی قتل گاہ بنی ہوئی تھی۔ تو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب وغیرہ کے ساتھ گلی گلی گھوم کر اور گھر گھر پہنچکر مسلمانوں کی مدد کی۔ اور ان کے جان و مال کا تحفظ کیا۔ ایک زمانہ میں میونسپل الیکشن میں حصہ بھی لیا تھا اور اونچے پیمانے پر کامیاب ہوئے تھے۔ مگر دوسری مرتبہ الیکشن میں کھڑے ہونے کیلئے کسی طرح بھی راضی نہ ہوئے:

تبلیغی تحریک سے والہانہ تعلق تھا جس کا اندازہ اس مکتوب سے ہوتا ہے۔ بکثرت

اجتماعات میں شرکت فرماتے تھے۔ ایک عرصہ تک اکابر تبلیغ سے ملاقات کی غرض سے روزانہ صبح کو مرکز میں تشریف آوری کا معمول بنائے رکھا۔ بعد میں عوارض اور امراض کی وجہ سے صرف جمعہ کی صبح کو آمد باقی رہ گئی تھی۔ الحاج شیخ رشید احمد صاحب کی جگہ ۱۳۶۷ھ میں مظاہر علوم کے سرپرست بھی بنائے گئے تھے۔ ساتؔ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ تینؔ دسمبر ۱۹۷۳ء پیر کی شب میں انتقال ہوا۔ اور قبرستان عیدگاہ میں تدفین عمل میں آئی؛ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ۔

۲۱۲ھ یہ مولانا الحاج اظہار الحسن صاحب کاندھلوی ہیں جن کا تعارف حاشیہ نمبر ۱۳۲ پر گزر چکا؛

۲۱۳ھ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی رح

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی پیدائش پچیسؔ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق بیسؔ ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء چہارشنبہ کے روز کاندھلہ میں ہوئی۔ پیدائش کے ساتویں روز عقیقہ مسنونہ ہوا۔ خاندانی دستور کے مطابق سب سے اول قرآن مجید حفظ کیا۔ جب حافظ بنے نوؔ دس سال کی عمر تھی۔ گیارھویں سال اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی سے مدرسہ کاشف العلوم میں عربی پڑھنی شروع کی۔ سب سے پہلے میزان الصرف پڑھی جو ۱۵، ۲۰ روز میں ختم ہوگئی۔ میزان الصرف کے بعد صرف میر پڑھی، پنج گنج کسی دوسرے استاذ سے پڑھنے کے بعد دوبارہ پھر حضرت مولانا الیاس صاحب سے نحو میر قصیدہ بردہ، قصیدہ بانت سعاد، مجموعہ چہل حدیث وغیرہ کتب پڑھیں۔ فقہ کی کتابیں کنز الدقائق تک حافظ مقبول حسن صاحب گنگوہی سے پڑھیں۔ جب ۱۳۵۱ھ میں حضرت دہلوی حجاز تشریف لیجا رہے تھے تو آپ مظاہر علوم میں چلے آئے اور ہدایہ اولین، میبذی پڑھی؛

حضرت کی جب حج سے واپسی ہوگئی تو آپ پھر دہلی پہنچ گئے اور وہاں پہنچکر مشکوٰۃ شریف حضرت دہلوی سے اور جلالین شریف مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی سے پڑھی، اس دور کے رفقاء مولانا الحاج انعام الحسن صاحب کاندھلوی، قاری سید رضا حسن بھوپالی مولوی

عبدالغفور میواتی تھے۔ ۱۳۵۴ھ میں دوبارہ مظاہر میں داخل ہوئے۔ اور صحاح اربعہ (بخاری شریف، مسلم، ترمذی، سنن ابی داؤد) پڑھیں۔ لیکن تعلیم کی تکمیل سے قبل ہی مولانا اپنی علالت کی وجہ سے نظام الدین تشریف لیگئے۔ مولانا الحاج انعام الحسن صاحب بھی ہمراہ آئے۔ اور یہاں پہنچکر باقی ماندہ حصہ نیز ابن ماجہ اور نسائی شرح معانی الآثار طحاوی، مستدرک حاکم بھی حضرت دہلوی سے پڑھیں۔

تین محرم الحرام ۱۳۵۴ھ کو مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ میں حضرت مولانا الحاج محمد یوسف صاحبؒ کا نکاح آپا زکیہ صاحبہ سے اور مولانا الحاج محمد انعام الحسن صاحب زادمجدہٗ کا آپا ذاکرہ صاحبہ سے ہوا۔ ایک سال بعد رخصتی ہوئی۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے تین حج کیے۔ سب سے پہلا حج ۱۳۵۶ھ میں حضرت دہلوی کی معیت میں کیا۔ رفقائے سفر میں مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی مولانا الحاج انعام الحسن صاحب، مولانا نور محمد صاحب میواتی وغیرہ کئی حضرات تھے، ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۳۸ء بوقت نو بجے شب بھٹنڈہ ایکسپریس سے براہ رائے ونڈ لاہور ہوتے ہوئے کراچی پہنچے۔ اور وہاں سے ۲۳ جنوری ۱۹۳۸ء کو ایس ایس رحمانی سے عازم جدہ ہوئے۔ یکم فروری ۱۹۳۸ء کو یہ قافلہ جدہ پہنچا۔ چار فروری کو مکہ مکرمہ پہنچے اور باب ابراہیم پر ایک مکان میں قیام کیا۔ یہاں قیام کے دوران دعوتی کام ہوتا رہا۔ مکہ مکرمہ سے فارغ ہوکر یہ حضرات مدینہ منورہ پہنچے اور یہاں بھی اسی طرح مشغولی رہی۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے احد میں جاکر عربی میں تقریر کی۔ یہ مولانا کی عربی زبان میں پہلی تقریر تھی۔ اسکے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے دوسرا حج ۱۳۷۲ھ میں اور تیسرا ۱۳۸۴ھ میں کیا۔ جس کی تفصیل ان کی سوانح میں دیکھی جاسکتی ہے۔

بیعت وارادت وجانشینی

مولانا محمد یوسف صاحب کا بیعت وارادت کا تعلق حضرت دہلوی سے ہی تھا۔ بیعت کے موقعہ پر حضرت نے خود غسل

فرمایا۔ اور بڑے اہتمام کے بعد خوشی ومسرت کے ساتھ بیعت فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ اللہ مبارک فرمائے۔ اور انشاء اللہ مبارک ہی ہے۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب (جو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے ہم زلف بھی ہیں اور بچپن وتعلیم کے ساتھی بھی اور آخیر تک مشیر کار اور دست راست رہے ہیں اور اس وقت تبلیغی کام کے نگراں وامیر اور حضرت مولانا کے جانشین ہیں) بھی اسی موقعہ پر بیعت ہوئے۔

حضرت دہلوی نے اپنے انتقال سے دو دن پہلے اپنے چند معتمد خواص کے نام لیئے اور ان پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ میرے آدمیوں میں سے یہ چند اجازت کے قابل ہیں حافظ مقبول حسن صاحب، قاری داؤد صاحب مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی، مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد انعام الحسن صاحب، مولوی سید رضا حسن صاحب بھوپالی، اور حضرت شیخ اور دوسرے اکابر سے فرمایا کہ ان میں سے تم اور حضرت رائے پوری باہمی مشورہ سے جس کو تجویز کردو میرے سامنے ہی بیعت کرادو۔ ان حضرات نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا انتخاب کیا۔ سن کر فرمایا کہ اگر تم نے یہی انتخاب کیا ہے تو اللہ اسی میں خیر وبرکت فرمائیگا مجھے منظور ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ پہلے مجھے بڑا کھٹکا تھا اور بے اطمینانی تھی۔ اب بہت اطمینان ہوگیا۔ امید ہے کہ انشاء اللہ میرے بعد کام چلیگا۔

ان تمام گفتگوؤں اور مشوروں کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب کو اجازت وخلافت عطا کی گئی۔ اکیس رجب ۱۳۶۳ھ مطابق تیرہ جولائی ۱۹۴۴ء پنجشنبہ کو صبح کی اذان کے وقت حضرت دہلوی کا انتقال ہوا۔ اور نماز کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی جانشینی عمل میں آئی۔ اور مولانا کا عمامہ ان کے سر پر باندھا گیا۔ حضرت دہلوی نے مذکورہ چند لوگوں پر اظہار اعتماد کرتے ہوئے ان کی کسی نہ کسی خصوصیت کا اظہار فرمایا تھا۔ مولانا محمد یوسف صاحب کے متعلق فرمایا تھا کہ استعداد بہت ہے۔ میں نے اس کو پاس انفاس بتلایا تھا۔ اور بہت دن سے کر رہا ہے۔ سید رضا بھی ذکر وشغل میں لگے ہوئے ہیں۔ اور سوزش ودرد سے کام

کرتے ہیں۔ مولوی احتشام کو میں نے اجازت دیدی ہے مگر ایک شرط کے ساتھ وہ یہ کہ علماء کا احترام کریں۔ علماء سے نیاز مندی کا تعلق رکھیں۔ مولوی انعام بھی بہت اچھے ہیں۔ انھوں نے ذکر و شغل بھی بہت کیا ہے۔ یہ بھی اسی قبیل سے ہیں۔ البتہ علم کا احترام زیادہ ہے"

اجازت و خلافت ملنے سے قبل حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دعوت و تبلیغ کے بجائے تصنیف و تالیف اور مطالعہ میں زیادہ مشغول رہتے تھے۔ اور اسی میں ان کو ذہنی سکون ملتا تھا۔ اگر حضرت دہلوی کہیں باہر جماعت میں بھیجتے یا مرکز ہی میں رہکر اس محنت میں لگنے کی ترغیب دیتے تو اس کو بہت ہی محسوس کرتے اور امتثال امر میں مشغول ہو جاتے طبیعت کا سارا جھکاؤ پڑھنے پڑھانے کی طرف تھا۔ لیکن جب حضرت دہلوی کے بعد ان پر اس کام کی ذمہ داری آئی تو وہ اس حق کی ادائگی میں پوری طرح مصروف ہو گئے۔ اور عرب ممالک مسلم اور غیر مسلم ممالک یورپ امریکہ جاپان تک میں یہ دعوت پہنچائی۔ اسی سلسلہ میں پاکستان کے آٹھ سفر کیے۔ اس سلسلہ کا سب سے پہلا سفر ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۳ء میں کیا۔ اور آخری سفر ۱۹۶۴ء میں کیا۔ اور اسی سفر میں لاہور میں انتیس ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق دو ۲ اپریل ۱۹۶۵ء بروز جمعہ دو بجکر پچاس منٹ پر رحلت فرمائی۔ جنازہ بذریعہ ہوائی جہاز دہلی لایا گیا۔ اور مرکز کے ایک گوشہ میں تدفین عمل میں آئی: رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ:

مزید یہ کتب پڑھیے:

(۱) سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی ——— از مولانا سید محمد ثانی حسنی لکھنو۔
(۲) سوانح یوسفی ——— از مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب
(۳) مرقع یوسفی ——— از مولانا عبد الرشید صاحب ارشد پاکستان
(۴) آپ بیتی ——— حضرت شیخ زاد مجدہ۔
(۵) ماہنامہ الفرقان کا حضرت جی نمبر ——— از مولانا محمد منظور صاحب نعمانی
(۶) بیس بڑے مسلمان ——— ترتیب مولانا عبد الرشید ارشد پاکستان
(۷) ہفت روزہ خدام الدین کا حضرت جی نمبر ——— از انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور۔

۲۱۴ھ ۔ حضرت ؒ کا مصداق حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی ہیں ۔

۲۱۵ھ ۔ مولانا محمد طلحہ صاحب حضرت شیخ زاد مجدہ العالی کی دوسری اہلیہ محترمہ سے دوسرے صاحبزادے ہیں ۔ دو[۲] جمادی الاول سنہ ۱۳۶۰ھ اٹھائیس[۲۸] مئی ۱۹۴۱ء شنبہ کے روز پیدا ہوئے ۔ اولاً قرآن پاک حفظ کیا جس کا اختتام سولہ[۱۶] رجب سنہ ۱۳۷۵ھ انتیس[۲۹] فروری سنہ ۱۹۵۶ء کو رائے پور میں حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائپوری کی مجلس میں ہوا ۔ رمضان سنہ ۱۳۷۶ھ (مطابق سنہ ۱۹۵۷ء) میں مسجد شاہ جی والی دہلی میں پہلی محراب سنائی دو[۲] جمادی الاول سنہ ۱۳۷۶ھ پانچ[۵] دسمبر سنہ ۱۹۵۶ء چہارشنبہ کو سہارنپور میں فارسی تعلیم کا آغاز ہوا ۔ یکم شعبان سنہ ۱۳۷۶ھ میں فارسی کی تکمیل اور عربی کی ابتدائی تعلیم کی غرض سے نظام الدین گئے ۔ وہاں متفرق اساتذہ سے تعلیم حاصل کر کے سنہ ۱۳۸۱ھ میں واپس سہارنپور آئے ۔ اور شوال سنہ مذکور میں مظاہر علوم میں داخل ہو کر یہ کتابیں پڑھیں ۔ شرح جامی ، ہدایہ اولین ، مقامات ، حسامی ، مطول ۔

یہ ایک سال مظاہر علوم میں گذار کر پھر دہلی چلے گئے اور وہیں درس نظامی کی تکمیل کی ۔ سنہ ۱۳۸۲ھ میں مدرسہ کاشف العلوم میں دورہ حدیث شریف پڑھا جس کی بخاری شریف حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب کے پاس ۔ طحاوی شریف حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ، ترمذی ، مسلم شریف مولانا عبید اللہ صاحب ابوداؤد شریف مولانا اظہار الحسن صاحب کے پاس تھی ۔ دینی تعلیم سے فراغ پر حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہوئے ۔ جب سنہ ۱۳۸۲ھ میں حضرت اقدس کا انتقال ہو گیا تو حضرت شیخ زاد مجدہ کی سرپرستی میں آئے اور ذکر و شغل میں مستعدی کے ساتھ مصروف ہوئے ۔ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۹۳ھ میں جب حضرت شیخ کی حجاز تشریف بری ہوئی تو اس موقعہ پر اجازت و خلافت سے نوازے گئے "

اٹھارہ[۱۸] ربیع الثانی سنہ ۱۳۸۱ھ انیس[۱۹] ستمبر سنہ ۱۹۶۱ء منگل کے روز حضرت مولانا الحاج افتخار الحسن صاحب زاد مجدہ (مجاز حضرت اقدس رائپوری) کی صاحبزادی سے نکاح ہوا ۔

۲۱۶ یہ حافظ محمد فرید الحسن مولانا ظہیر الحسن صاحب شہید کے صاحبزادے ہیں۔ سولہ صفر ۱۳۶۰ھ کو کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔ چوبیس صفر ۱۳۶۵ھ انتیس جنوری ۱۹۴۶ء کو حفظ قرآن پاک کی بسم اللہ حضرت اقدس رائے پوری اور حضرت شیخ زاد مجدہ کی مجلس میں ہوئی۔ ۱۳۷۳ھ میں پہلی مرتبہ محراب سنائی۔ اس کے بعد انگریزی تعلیم کا کچھ حصہ کاندھلہ میں رہکر حاصل کیا۔ موجودہ مشغلۂ زندگی کاندھلہ کی سیاست میں محدود پیمانہ پر عمل دخل ہے۔

۲۱۷ معاذ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زاد مجدہ کے منجھلے صاحبزادے ہیں۔ سات جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ مطابق گیارہ جون ۱۹۴۳ء کو بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے چند سالہ حیات کے بعد ستائیس رجب ۱۳۶۹ھ سولہ مئی ۱۹۵۰ء سہ شنبہ کی شب میں نو بجے سہارنپور میں انتقال ہوا۔ قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی۔ انتقال سے ایک ہفتہ قبل شدید بخار ہوگیا تھا۔

۲۱۸۔ آپا صفیہ صاحبہ یہ حضرت شیخ زاد مجدہ کی صاحبزادی ہیں جو دوسری اہلیہ محترمہ سے ہیں۔ مورخہ چھ رمضان ۱۳۶۶ھ پچیس جولائی ۱۹۴۷ء شب جمعہ میں پیدا ہوئیں۔ مولانا الحاج حکیم محمد ایوب صاحب کے صاحبزادے مولانا الحاج محمد عاقل صاحب رئیس الاساتذہ مدرسہ مظاہر علوم کے ساتھ اٹھارہ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ انیس ستمبر ۱۹۶۱ء میں شادی ہوئی۔

۲۱۹ جولہ۔ یہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی بڑی صاحبزادی ہیں۔ اٹھائیس ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ دس مارچ ۱۹۴۸ء چہارشنبہ کو پیدا ہوئیں۔ مختصر سی حیات کے بعد اکیس رجب ۱۳۷۱ھ مطابق سترہ اپریل ۱۹۵۲ء پنجشنبہ کے روز قبیل عصر انتقال ہوا۔ شب جمعہ میں نظام الدین میں تدفین ہوئی۔

۲۲۰ مولوی محمد سلمان صاحب۔ یہ مولانا الحاج مفتی محمد یحییٰ صاحب ابن مولانا الحاج

حکیم محمد ایوب صاحب زادمجدہ کے صاحبزادے ہیں۔ تیرہ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۶۵ھ دس اکتوبر ۱۹۴۶ء پنجشنبہ کی شب میں پیدا ہوئے۔ خاندانی دستور اور قدیم عنایات ربانیہ کے بموجب اولاً قرآن مجید حفظ کر کے مظاہر علوم میں داخل ہوئے۔ درس نظامی کی تکمیل یہیں رہکر کی ۱۳۸۵ھ میں دورۂ حدیث شریف پڑھا جس کی بخاری شریف حضرت شیخ زادمجدہ کے پاس تھی۔ فراغت کے بعد مظاہر میں استاذ بنائے گئے۔ ذی استعداد اور باصلاحیت اساتذہ میں سے ہیں۔ حضرت شیخ زادمجدہ کی تالیفات حدیث میں ان کے معاون ہیں۔ دو ۲ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ تیرہ ۱۳ فروری ۱۹۶۷ء کو حضرت شیخ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی خدیجہ سلمہا سے شادی ہوئی۔ نکاح حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب زادمجدہ نے پڑھایا۔

۲۲۱ الحاج محمد نسیم صاحب دہلی کیلئے پڑھیے حاشیہ نمبر ۲۱۱۔

۲۲۲۔ اماں جی صاحبہ کا مصداق حضرت امام ربانی قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی صاحبزادی ہیں۔ مزید پڑھیے حاشیہ نمبر ۱۔

۲۲۳ یہاں اماں جی صاحبہ سے مراد خود حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی والدہ ماجدہ ہیں۔ مزید دیکھیے حاشیہ نمبر ۴۵۔

۲۲۴۔ آپا جیم۔ ان کا اصل نام امۃ العظیم ہے۔ یہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زادمجدہ کی والدہ محترمہ تھیں۔ ساٹھ سال کی طویل علالت کے بعد انیس ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق اٹھارہ ۱۸ نومبر ۱۹۴۳ء جمعرات کو انتقال ہوا۔ رحمہا اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۲۲۵ بھائی حافظ جی کا مصداق حضرت مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب والد محترم حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب زادمجدہ ہیں۔

۲۲۶۔ خاکسار تحریک ۱۹۳۰ء میں وجود میں آئی۔ اس کے بانی عنایت اللہ مشرقی تھے۔ جو امرتسر کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۴۰ء میں یہ تحریک حکومت برطانیہ کی اعانت اور ہر قسم کی داخلی وخارجی امداد کے باوجود موت کے گھاٹ اتر گئی۔ قول فیصل، تذکرہ،

اشارات جیسی بے دین اور مذہبی اصولوں اور اسلامی عقائد سے نفرت پیدا کرنے والی کتابوں کے مصنف بھی عنایت اللہ خاں ہیں۔ جو ایم، اے، بی، ایس، سی، بی، ای، بی، او، ایل ممبر انٹرنیشنل کانگریس آف اورینٹلسٹس سب کچھ تھے۔ مگر روحِ اسلامی اور جذبۂ ایمانی سے یکسر خالی تھے۔

۲۲۷ھ حافظ مقبول۔ صاحب کے لئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۱۶۶۔

۲۲۸ھ۔ حضرت مولانا الحاج سید ابوالحسن علی ندوی زاد مجدہ ماہ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ چھ دسمبر ۱۹۱۳ء میں رائے بریلی (دائرہ شاہ علم اللہ) میں پیدا ہوئے۔ اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر سید عبدالعلی کی زیر نگرانی تربیت و تعلیم کے مراحل طے کیے۔ اس کے بعد دارالعلوم، ندوۃ العلماء کے اساتذہ کے سپرد کیے گئے۔ ۱۹۲۶ء میں مولانا خلیل عرب مرحوم سے عربی پڑھنے کا تعلق قائم ہوا۔ بعد ازاں مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی کے حلقۂ درس و مطالعہ میں شریک ہو کر علم حدیث کی تحصیل کی۔ چند ماہ دارالعلوم دیوبند میں رہ کر حضرت اقدس مدنی سے علمی استفادہ کیا۔ تفسیر کی تکمیل حضرت مولانا احمد علی صاحب سے اور فقہ کی تکمیل مولانا شبلی فقیہ سے دارالعلوم ندوہ میں کی۔ تعلیم سے فراغ پر ندوۃ العلما میں عربی ادب استاد اور شیخ التفسیر کے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہوئے۔ دس سال سے زیادہ مدت تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اب ایک مدت سے ندوہ کے شیخ الجامعہ ہیں۔ اردو عربی کے ایک اچھے مقرر، تاریخ و ادب کے نیز علمی و تحقیقی میدان میں ایک اعلیٰ درجہ کے مصنف ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی قومی زندگی میں ایک بزرگ مفکر اور قائد کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ تذکرہ اور تاریخ مولانا کا خاص موضوع ہیں۔ متع اللہ المسلمین۔ بطول بقائہ، (از تبلیغی جماعت کا تاریخی جائزہ، تالیف، مولانا محمد ایوب قادری)۔

۲۲۹ھ حضرت کا مصداق حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری ہیں۔

۲۳۰ھ حضرت مرحوم سے مراد مولانا شاہ محمد الیاس صاحب دہلوی ہیں: پڑھیے سلسلہ مکاتیب ۵۔

۲۳۱ھ. عزیز طلحہ کے لئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۲۱۵۔

۲۳۲ھ. بھائی ہارون صاحب مرحوم ۲۴، رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ مطابق ۷، نومبر ۱۹۳۹ء سہ شنبہ کی شب میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک نظام الدین میں رہکر حافظ سلطان اور حافظ نور الدین صاحب کے پاس حفظ کیا۔ اس کے بعد مخصوص اساتذہ کے پاس تعلیم شروع کی۔ جس کی تفصیل ان کے تذکرہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۱۳۸۱ھ میں مظاہر سے فراغت پائی۔ بیعت وارشاد کا تعلق حضرت اقدس رائپوری سے تھا۔ حضرت کے انتقال کے بعد کامل ومکمل طور سے حضرت شیخ زادمجدہ کی سرپرستی میں آئے اور ان ہی کے ارشاد وفرمودات سے ذکروشغل میں لگے رہے۔ چھبیس ۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ کو حضرت شیخ کی جانب سے اجازت وخلافت ملی۔ تیئس شعبان ۱۳۹۳ھ اٹھائیس ۲۸ ستمبر ۱۹۷۳ء بروز جمعہ دہلی میں انتقال ہوا۔ اور مرکز کے پیچھے کے حصہ میں تدفین عمل میں آئی۔ مزید تفصیل کے لئے پڑھیے "تذکرہ مولوی محمد ہارون صاحب" تالیف مولانا محمد ثانی حسنی۔

۲۳۳ھ. حافظ مقبول حسن صاحب کے لئے پڑھیے حاشیہ نمبر ۱۶۶۔

۲۳۴ھ حاجی محمد نسیم صاحب کے لئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۲۱۱۔

۲۳۵ھ سید رضا حسن کے لئے پڑھیے حاشیہ نمبر ۱۲۰۔

۲۳۶ھ مولانا احتشام الحسن صاحب کے لئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۱۲۰۔

۲۳۷ھ قریشی صاحب

بیاض

بیاض

۲۳۸؁۔ حاجی نسیم صاحب کے لئے دیکھیے حاشیہ نمبر ۲۱۱۔

۲۳۹؁۔ حضرت اقدس مدظلہ العالی کا مصداق حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب ہیں دیکھیے سلسلہ مکاتیب نمبر ۴۔

۲۴۰؁ مولانا الحاج عبید اللہ صاحب شیخ پورہ (بلیا) کے رہنے والے ہیں۔ ابتدائی تعلیم چشمۂ رحمت کالج غازی پور اور انجمن اسلامیہ گورکھپور میں رہکر حاصل کی۔ ۱۳۵۶ھ میں مظاہر میں داخل ہوکر ۱۳۶۰ھ میں فراغت پائی۔ تعلیم سے فراغ پر حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب دہلوی کی خدمت میں چلے گئے اور دعوت و تبلیغ میں منہمک رہے۔ پھر حجاز جاکر پانچ سال تک وہاں تبلیغی امارت انجام دی۔ آج کل مرکز نظام الدین میں قیام ہے اور درس حدیث شریف کے ساتھ ساتھ دعوت و تبلیغ میں منہمک ہیں۔ ۱۳ھ میں حضرت شیخ زاد مجدہ کی جانب سے مجاز بیعت بھی ہے۔ آگے پڑھیے تاریخ مظاہر کا دوسرا باب۔

چند خطوط کے متعلق تاریخی معلومات

(۱) مکتوب نمبر دو۔ یہ حضرت اقدس سہارنپوری نے اس زمانہ میں لکھا تھا جب کہ وہ موانع اور مسلسل اعذار کی وجہ سے مظاہر علوم میں حدیث شریف کے اسباق مکمل نہیں کرا سکتے تھے۔ اس پر حضرت نے ناظم مدرسہ کو یہ مکتوب تحریر فرمایا تھا۔ کمال تقویٰ اور امور مدرسہ میں حزم واحتیاط اس مکتوب سے کس قدر واضح ہے۔

(۲) مکتوب نمبر تین۔ یہ حضرت اقدس کا جواب نامہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب دہلوی کے نام ہے اور حضرت دہلوی کیطرف سے آمدہ مکتوب انکے سلسلۂ مکاتیب میں نمبر ۱۵ پر دیکھ لیا جائے۔

(۳) مکتوب نمبر چار اور مکتوب نمبر پانچ یہ ہردو تذکرۃ الخلیل سے نقل کیے گئے ہیں۔

(۴) مکتوب نمبر گیارہ جو اعلیٰ حضرت رائپوری کی طرف سے حضرت شیخ اباجی زاد مجدہ کے نام ہے۔ یہ در اصل ایک خواب کی تعبیر ہے وہ یہ کہ شیخ اباجی نے خواب میں دیکھا کہ والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے تین کتابیں مرحمت فرمائیں۔ کافیہ، شافیہ، اور مقامات حضرت اقدس سہارنپوری اس وقت مینی تال جیل میں تھے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت رائپوری سے تعبیر دریافت کی، جس کا یہ جواب ہے۔ اسی مکتوب میں اعلیٰ حضرت نے پیشگی تنخواہ کے بارہ میں تحریر فرمایا ہے اسکی شرح یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب مدرسہ مظاہر میں بغیر تنخواہ کے درس دیا کرتے تھے۔ اسلئے اہل مدرسہ نے ان کے ساتھ یہ رعایت کر رکھی تھی۔ کہ اگر وہ مظاہر علوم سے قرض لینا چاہیں تو پانچسو روپے تک دیئے جاسکتے ہیں۔ جب حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کا وصال ہوگیا تو حضرت شیخ زاد مجدہ نے اپنے قرض خواہوں کے تقاضوں کی بناء پر مدرسہ میں درخواست بھیجی کہ حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب، حضرت مولانا ——— محمد الیاس صاحب اور خود میری تنخواہ چار ماہ کی پیشگی دیدی جائے تاکہ میں قرض کی ادائیگی

کرسکوں۔ ان ہرسہ مدرسین نے بھی بڑی خوشی سے حضرت شیخ کی اس رائے کی تصویب کی۔ جب یہ درخواست سرپرستان کے پاس پہنچی تو انھوں نے متفقہ طور پر یہ لکھدیا کہ ہمیشگی تنخواہ کا معاملہ صرف حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کے ساتھ مختص تھا۔ اب یہ سلسلہ آگے نہیں چلے گا۔

---

(۵) مکتوب نمبر چودہ [۱۴] کی مختصر سی تاریخ یہ ہے کہ شیخ اباجی نے ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ میں اپنے والد ماجد سے اجازت لیکر اعلیٰ حضرت رائپوری کو ایک خط بایں مضمون لکھا تھا کہ میں آپ کی خدمت میں رمضان گذارنا چاہتا ہوں۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ رمضان کہیں آنے جانیکا نہیں ہوتا۔ اور نہ ملاقات کرنیکا۔ اسلئے یکسوئی کیساتھ اپنی جگہ پر رہتے ہوئے کام کرتے رہو۔ اس پر شیخ اباجی نے دوسرا خط تحریر فرمایا۔ کہ صرف عشرۂ اخیرہ میں آنے کی اجازت دیدی جائے۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے یہ مکتوب نمبر چودہ [۱۴] تحریر فرمایا۔

(۶) مکتوب نمبر اٹھارہ [۱۸] میں حضرت اقدس مدنی نے جس صحیح کردہ نسخہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ یہ وہی نسخہ ہے۔ جس کے اغلاط کی تصحیح اور اختلاف عبارات کی خامیاں حضرت شیخ الہند نے بڑی محنت کے بعد دور فرمائی تھیں۔ یہ تصحیح شدہ نسخہ ۱۳۱۸ھ میں مولانا عبدالاحد صاحب مالک مطبع مجتبائی نے اپنے مطبع سے شائع کیا تھا۔

(۷) مکتوب نمبر اٹھائیس [۲۸]۔ شیخ اباجی زاد مجدہ کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا کہ بکثرت حصے قربانی کے جانور میں کراتے تھے جن میں نسبی، سلوکی، علمی، مشائخ کے حصے حضرات صحابہ کرام، ائمہ فقہ ائمہ حدیث وغیرہ کے بہت سے حصے ہوتے تھے۔ اسی کے ساتھ ہمیشہ یہ بھی شوق رہا کہ اکابر جیسے حضرت سہارنپوری، اعلیٰ حضرت رائے پوری، حکیم الامۃ حضرت تھانوی کے جانوروں میں بھی حصہ ہو۔ اعلیٰ حضرت رائے پوری نے اس مکتوب میں اسی قربانی کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔

(۸) مکتوب نمبر انتیس [۲۹]، شیخ اباجی نے اعلیٰ حضرت رائے پوری کو تحریر فرمایا تھا کہ

ہیں بکثرت اپنے والد صاحب کو خواب میں دیکھتا رہتا ہوں ۔ اور خواب میں ہی یہ محسوس کرتا ہوں کہ اباجان کا انتقال ہو گیا ۔ اعلیٰ حضرت نے جو جواب مرحمت فرمایا وہ تو ابھی تک ہمیں ملا نہیں ۔ البتہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب نے جو جواب مرحمت فرمایا وہ یہی ہے :

(۹) مکتوب نمبر تیس ۳۰ ۔ حضرت شیخ اباجی مدظلہ نے حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری کی خدمت میں حضرت مولانا الحاج انعام الحسن صاحب زاد مجدہ کی بیماری کے تفصیلی حالات لکھ کر اس بیماری کے حقیقی اور روحانی اسباب دریافت کیے تھے ۔ جس کا جواب حضرت رائے پوری کی جانب سے یہ ملا تھا ۔ مکتوب نمبر چوبیس ۲۴ بھی اسی سلسلہ کا پہلے گذر چکا ۔

(۱۰) ماہ صفر ۱۳۵۷ھ میں شیخ اباجی زاد مجدہ پر میرٹھ میں اجراڑہ کے مدرسہ کے جلسہ میں جاتے ہوئے نکسیر کا شدید حملہ ہوا تھا ۔ جو مغرب کے بعد سے شروع ہو کر صبح آٹھ بجے تک چلتا رہا ۔ اس مکتوب نمبر چالیس ۴۰ میں اسی نکسیر کا تذکرہ ہے :

(۱۱) مکتوب نمبر اکتالیس ۴۱ یہ حضرت رائے پوری کی طرف سے حضرت شیخ کے نام ہے اس پر شیخ نے جو جواب تحریر فرمایا وہ بھی اشعار پر مشتمل ہے جو یہ ہے ۔

قاصد رسید و نامہ رسید و خبر رسید ۔۔۔ در حیرتم کہ جاں بکدامیں کنم نثار

جاں را بعوض نامہ بقاصد سپارم ۔۔۔ مکتوب ترا ہیچ جوابے بہ ازیں نیست

گرچہ وعدہ خوباں وفا نمی دارد ۔۔۔ خوش آں حیات کہ در انتظار می گذرد

شنیدہ ام کہ ازمن یاد می کنی گاہے ۔۔۔ خوشا آں گدا کہ یاد او کند شاہے

نگاہت کیمیا ساز مس قلب سیاہ کارے ۔۔۔ منِ مجرم را محجوب کردی پردہ داری را

حدیث آرزومندی قلم دشوار بنویسد ۔۔۔ زبہر آنکہ کم تر باشد از بسیار بنویسد

مولوی اشفاق صاحب کی خدمت میں سلام مسنون ۔ زکریا ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ

حضرت شیخ کے اس جواب نامہ پر حضرت رائے پوری نے پھر خط لکھا جو مکتوب نمبر اکتالیس ۴۱ ہے :

کتب حواشی

(یعنی حواشی میں جن کتب کے حوالے مذکور ہیں)

تذکرۃ الخلیل	مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی
آپ بیتی ـ مکمل	حضرت اقدس شیخ الحدیث زاد مجدہ
تاریخ مشائخ چشت	حضرت شیخ زاد مجدہ
تاریخ مظاہر جلد اول	حضرت شیخ زاد مجدہ
تاریخ مظاہر جلد دوم	...... محمد شاہد سہارنپوری
ولی کامل	مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری
اکابر کا رمضان	حضرت شیخ زاد مجدہ
تذکرۃ الرشید	مولانا عاشق الٰہی میرٹھی
کشف الخفاء (عربی)	شیخ اسمٰعیل بن محمد العجلونی م سنہ ۱۱۶۲ھ
تاریخ دعوت وعزیمت	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
سوانح حضرت رائپوریؒ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی
نقش حیات	شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی
بیس بڑے مسلمان	مولانا عبدالرشید ارشد
مکتوبات شیخ الاسلام	مولانا نجم الدین اصلاحی
انفاس قدسیہ	مفتی عزیز الرحمٰن صاحب
سوانح حضرت شیخ الہندؒ	مولانا سید اصغر حسین صاحب
تذکرہ شیخ الہندؒ	مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب
علمائے حق	مولانا محمد میاں صاحب

اسیر مالٹا	حضرت اقدس مدنی رح
سوانح یوسفی	مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب
مقدمہ ارشاد الملوک	حضرت شیخ زاد مجدہٗ
حضرت دہلوی اور ان کی دینی دعوت	مولانا سید ابو الحسن علی ندوی
ملفوظات حضرت دہلوی	مولانا محمد منظور نعمانی
مکتوبات حضرت دہلوی	مولانا سید ابو الحسن علی
حالات مشائخ کاندھلہ	مولانا الحاج احتشام الحسن
سوانح مولانا محمد یوسف صاحب	مولانا محمد ثانی حسنی
تبلیغی جماعت کا تاریخی جائزہ	مولانا محمد ایوب قادری
کلام اسعد	حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب
انوار النظر بآثار الظفر	مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی
تذکرہ علمائے ہند	مولانا رحمٰن علی صاحب
قادیانی مذہب	پروفیسر الیاس برنی
قادیانی مسئلہ	سید ابو الاعلیٰ مودودی
قادیانیت مطالعہ و جائزہ	مولانا سید ابو الحسن علی
محمدیہ پاکٹ بک	مولانا محمد عبد اللہ معمار امرتسری
عشرۂ کاملہ	منشی محمد یعقوب پٹیالوی
حیات عبد الحی	مولانا سید ابو الحسن علی ندوی
خوان خلیل	حضرت اقدس تھانوی رح
تجلیات رحمانی	قاری سعید الرحمٰن صاحب
ارشاد الملوک	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی۔

آثار رحمت	علامہ امداد صابری
مرقع یوسفی	مولانا عبدالرشید ارشد
الفرقان کا حضرت جی نمبر	مرتب، مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی
خدام الدین کا حضرت جی نمبر	مولانا عبید اللہ انور
ماہنامہ البلاغ کا سود نمبر	———
تذکرہ مولانا محمد ہارون صاحب	مولانا محمد ثانی حسنی لکھنوی

رجالِ حواشی

یعنی حواشی میں جن اصحاب کا تذکرہ ہے

نمبر شمار	نمبر کتاب	نام	نمبر شمار	نمبر کتاب	نام
۱	۱	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری	۱۷	۲۷	شاہ زاہد حسن صاحب بہٹ
۲	۲	مولانا عنایت الٰہی صاحب	۱۸	۳۰	والدہ ماجدہ حضرت شیخ زادمجدہ
۳	۴	مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندہلوی	۱۹	۳۱	ہمشیرہ مکرمہ حضرت شیخ زادمجدہ
۴	۵	مولانا عبداللطیف صاحب	۲۰	۳۴	مولانا محمد اشفاق صاحب رائپوری
۵	۶	منشی محمد جلیل صاحب کاندہلوی	۲۱	۳۶	حضرت اقدس مدنی
۶	۷	صاحبزادی صاحبہ امام ربانی	۲۲	۴۵	اہلیہ محترمہ حضرت دہلوی
۷	۸	جناب حامد یار خاں بریلوی	۲۳	۵۳	حضرت شیخ الہند دیوبندی
۸	۱۰	مولانا ظفر علی خاں	۲۴	۵۵	مولانا عزیز گل صاحب
۹	۱۴	جلالت مآب سلطان عبدالعزیز	۲۵	۵۸	زوجۂ اولیٰ حضرت شیخ زادمجدہ
۱۰	۱۵	شیخ عبداللہ بن بلیہد	۲۶	۵۹	مولانا ثابت علی صاحب
۱۱	۱۶	امام احمد بن حنبلؒ	۲۷	۶۱	حاجی مقبول احمد صاحب سہارنپوری
۱۲	۱۷	علامہ ابن تیمیہ	۲۸	۶۳	حافظ محمد یوسف صاحب گنگوہی
۱۳	۱۸	علامہ ابن قیم	۲۹	۶۴	قطب عالم گنگوہیؒ
۱۴	۱۹	مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی	۳۰	۷۳	سید محمود احمد مدنی
۱۵	۲۰	مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی	۳۱	۷۶	حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری
۱۶	۲۵	شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری			

نمبر شمار	نمبر صفحہ	نام	نمبر شمار	نمبر صفحہ	نام
۶۹	۱۵۲	الحاج محمد محسن کاندھلوی	۸۵	۲۰۴	عزیزہ خالدہ بنت حضرت شیخ
۷۰	۱۶۳	الحاج شیخ رشید احمد صاحب دہلوی	۸۶	۲۰۹	مولانا الحاج محمد سلیم صاحب
۷۱	۱۶۶	حافظ مقبول حسن صاحب گنگوہی	۸۷	۲۱۱	الحاج محمد نسیم خاں دہلوی
۷۲	۱۶۷	مولانا ظہیر الحسن صاحب کاندھلوی	۸۸	۲۱۳	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی
۷۳	۱۶۸	سرسید احمد رحمۃ اللہ علیہ	۸۹	۲۱۵	مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی
۷۴	۱۶۹	علامہ شبلی رح	۹۰	۲۱۶	حافظ محمد فرید الحسن کاندھلوی
۷۵	۱۷۳	متولی ریاض الاسلام کاندھلوی	۹۱	۲۱۷	بھائی معاذ مرحوم
۷۶	۱۷۴	مولانا رضی الحسن صاحب کاندھلوی	۹۲	۲۱۸	صفیہ بنت حضرت شیخ زادمجدہ
۷۷	۱۷۶	مولانا سر رحیم بخش صاحب	۹۳	۲۱۹	خولہ بنت حضرت مولانا الحاج محمد انعام الحسن صاحب زادمجدہ
۷۸	۱۷۷	صوفی عبد الحمید صاحب			
۷۹	۱۷۹	میاں جی عبد اللہ صاحب میواتی	۹۴	۲۲۰	مولوی محمد سلمان صاحب سہارنپوری
۸۰	۱۸۰	مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی	۹۵	۲۲۴	آپا امۃ العظیم صاحبہ
۸۱	۱۹۰	مولانا زکریا قدوسی	۹۶	۲۲۸	مولانا سید ابو الحسن علی ندوی
۸۲	۱۹۳	حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی	۹۷	۲۳۲	بھائی ہارون صاحب مرحوم
۸۳	۱۹۷	بھائی انوار الحسن مرحوم	۹۸	۲۳۴	قریشی صاحب
۸۴	۱۹۹	حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب کاملپوری	۹۹	۲۴۰	مولانا الحاج عبید اللہ صاحب بلیاوی

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور دیگر عربی جملے

ادارہ اشاعت العلوم

اسلامی اور مذہبی کتب خانوں میں ایک باحیثیت کتب خانہ ہے۔ جس کا مقصد صحت وصفائی کے ساتھ علمی، دینی، مذہبی کتابیں شائع کرنا ہے۔ الحمد للہ کہ اس نے مختصر سے عرصہ میں کتنی ہی کتابیں ایسی شائع کی ہیں جو اسلامی مزاج بنانے میں اور صالح تربیت دینے میں بہت معین ثابت ہوئیں
ان سب کے باوصف اس ادارہ سے حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا الحاج محمد زکریا صاحب مدظلہ کی غیر مطبوعہ تالیفات اور آپ سے متعلق کتابیں بھی بڑے اہتمام سے شائع ہو رہی ہیں۔

اس فہرست میں ہم صرف اپنی مطبوعات کا تعارف کرا رہے ہیں۔ ان مطبوعہ کتب کے علاوہ نئی نئی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ الحمد للہ مسلسل چل رہا ہے۔ جن کے متعلق ایک کارڈ لکھ کر کتب خانہ سے معلومات حاصل کیجا سکتی ہیں۔ یا پھر آپ اپنا نام مستقل خریداروں میں لکھوا دیجئے۔ جو کتاب ہمارے یہاں سے طبع ہوگی ہم اسے بذریعہ وی۔پی آپ کو بھیجدینگے۔

معلم الحجاج۔ مع اضافات جدیدہ، تالیف حضرت مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور۔ ـــ سفر حج اور طریقہ حج وزیارت اور دیگر تمام ضروریات اور معلومات وغیرہ میں اس کتاب سے بہتر معتبر جامع اور مفصل کتاب ابتک شائع نہیں ہو سکی یہی وجہ ہے کہ عرصہ چالیس سال سے یہ کتاب مسلسل شائع ہو رہی ہے اور حجاج اس کتاب کی روشنی میں اپنا حج شریعت کے مطابق ادا کر رہے ہیں۔ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ضخامت ۴۸۴، قیمت دس روپے۔

ارواح ثلاثہ۔ ہندوستان کی عظیم عہد آفریں شخصیتوں کے پاکیزہ حالات اور واقعات حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور دیگر اٹھاون مشائخ و وابستگان کے ساڑھے چار سو کے قریب دلچسپ واقعات مع اضافہ حاشیہ حکایات از حضرت اقدس تھانوی۔ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ضخامت ۴۳۲ قیمت ۱۰ روپے

مکتوبات شیخ۔ جلد دوم۔ ترتیب مولوی محمد شاہد سہارنپوری۔ اس مجموعہ صحائف میں حضرت شیخ مدظلہ

کے پینتیس ۳۵ خطوط جمع کئے گئے ہیں ۔ ہر خط مستقل حیثیت اہمیت کا مالک ۔ اس کتاب کی جلد اول "مکتوبات تصوف" کے نام سے شایع ہو چکی " سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ، ضخامت ۱۲۸ ، قیمت مجلد ۴/۰

تاریخ مشائخ چشت ۔ تالیف حضرت مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہٗ ۔ تکمیل مولوی محمد شاہد سہارنپوری

اس کتاب میں مصنف زاد مجدہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین سے لیکر درجہ بدرجہ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب تک کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں ۔ اس طور پر یہ کتاب تینتالیس ۴۳ بزرگان دین کے حالات پر محیط ہے "

سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ، ضخامت (۳۶۰) قیمت مجلد سادہ ۱۲/۰ ، ریگزین ۱۳/۰

تذکرۃ الخلیل ۔ مع اضافہ و اصلاحات ۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ جن کے علم و تفقہ خدمت حدیث شریف اور تقویٰ و پرہیزگاری عالم آشکارا ہے یہ ان ہی کی سوانح حیات ہے جس کو ان کے خلیفہ و مجاز حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے ترتیب دی ہے ۔ اس کتاب میں مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی ، مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی ، مولانا صدیق احمد صاحب انبہٹوی ، اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائے پوری کے بھی حالات ہیں ۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زاد مجدہٗ کے حواشی اضافے اور اغلاط کی تصحیح کے بعد یہ کتاب شائع کی گئی ہے ؛ جدید ایڈیشن

سائز ۱۸×۲۲ ضخامت ۴۶۴ قیمت مجلد ۱۳/۵۰

الاعتدال فی مراتب الرجال ، یعنی اسلامی سیاست ۔ یہ کتاب دراصل ایک طویل خط ہے جو سیاسی مسائل کے متعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا الحاج محمد زکریا صاحب زاد مجدہٗ نے ماہ شعبان ۱۳۵۷ھ میں اپنے ایک شاگرد کو تحریر فرمایا تھا ۔ اس کتاب میں سات ۷ سوالات کے جوابات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ لیگ اور کانگریس کے اس شدید اختلافی دور میں اس کتاب نے دونوں جماعتوں کے بیسیوں افراد کے درمیان بھائی چارگی کی فضا پیدا کی تھی ۔ ابھی حال ہی میں یہ کتاب تصحیح و صحت کے پورے اہتمام کے بعد دوبارہ فوٹو آفسیٹ پر طبع کرائی گئی

ہے۔ ہر صفحہ پر خوبصورت بیل کی طباعت نے اس کو بڑا دیدہ زیب بنا دیا۔
سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ضخامت ۲۴۸۔ قیمت ۶/۵۰

عشرہ کاملہ۔ تالیف منشی محمد یعقوب صاحب پٹیالوی۔ یہ کتاب رد قادیانیت میں بڑے دلچسپ انداز میں لکھی گئی ہے۔ اسمیں دس فصلیں ہیں۔ ہر فصل میں دس دلائل لکھے گئے ہیں۔ اس طور پر سو دلائل کے ذریعہ قادیانیت کو بے نقاب کیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ سب کچھ ان ہی کی کتابوں سے لیا گیا ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۲۸۸ قیمت

تاریخ مظاہر جلد اول۔ تالیف حضرت شیخ الحدیث صاحب زاد مجدہٗ۔ تکمیل مولوی محمد شاہد سہارنپوری۔ اس کتاب میں عالم اسلام کی دینی اسلامی درسگاہ جامعہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور کے پچاس سالہ حالات (از ۱۲۸۳ھ تا ۱۳۳۲ھ) اس کے ارتقائی منازل کا سنہ وار تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب حضرت شیخ نے ۱۳۳۵ھ میں لکھی تھی۔ جس کو ۱۳۹۲ھ میں پہلی مرتبہ اس کتب خانہ نے طبع کیا۔ سائز ۲۰×۲۶/۸، ضخامت ۱۶۹، قیمت مجلد ۸/۰

تاریخ مظاہر جلد دوم۔ تالیف مولوی محمد شاہد سہارنپوری۔ یہ کتاب دو بابوں پر مشتمل ہے پہلے باب میں مشہور دینی درسگاہ جامعہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور کے پچاس سالہ حالات (۱۳۳۳ھ سے لیکر ۱۳۸۲ھ تک) بڑی تفصیل کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور آخر میں سو سالہ عرصہ میں جتنے ممبران و سرپرستان، ناظم و مہتمم، صدر مدرس، شیخ الحدیث، مدرسین، مفتیان کرام مظاہر علوم میں بنائے گئے وہ سب لکھے گئے۔ دوسرے باب میں اٹھاون ممتاز فضلائے مظاہر کے حالات ان کے علمی و تصنیفی کارنامے لکھے گئے ہیں۔ سائز ۲۰×۲۶/۸، ضخامت ۲۸۰، قیمت ۱۳/۰

ایک اہم کتاب
جوزیر طبع ہے۔ } کتب فضائل پر اشکالات اور انکے جوابات

کتب خانہ اشاعت العلوم، محلہ مفتی سہارن پور، یو۔ پی۔